بیت

پرتُھوی جگہ لاکھ اگر میرے دہان ہو ۔۔۔ تو بھی نہ گورو مہاراج کی بخشش کا بیان ہو

جنہوں سے میرے جنم جنانتر کے دُکھ روپ اگیان کے اندھکار کو ناش کر کے ہمیشہ کے آواگون سے نجات دلائی۔

بیت

مرشد سے [illegible] ہوں مجھے کیا بنا دیا ۔۔۔ ذرہ سے مہر و قطرہ سے دریا بنا دیا

غزل

مرے مرشد نے وہ ایسی مجھے صورت دکھائی ہے ۔۔۔ کہ جسکی شان سے ساری نمایاں یہ خدائی ہے

کسی کو آنکھ سے اب بِلا بھلا کیا دیکھ سکتا ہوں ۔۔۔ سراپا میری نظروں میں وہی صورت سمائی ہے

یکتائی دوئی کا نشاں اب مٹ گیا مجھ سے ۔۔۔ خرد کو ہوش گو اب تو نہیں اپنی رسائی ہے

انا الحق۔ انا اللہ کر کیوں تو کہہ نہیں سکتا ۔۔۔ نہیں کہتا ہوں تو ہوتی بہت مجھ سے بُرائی ہے

ارے گھنتی تیری اس بات کو مانے گا کب کوئی ۔۔۔ وہی مانے سخن حق کو جنہیں غیرت کی نہیں مائی ہے

دیگر

ست گورو پورن برہم کو بارم بار پرنام ۔۔۔ جا کے سنگ پرتاپ سے پایا آتم رام

ست گورو پورن برہم ہے ست گورو دین دیال ۔۔۔ جنکے چرن کمل نے کاٹا موہ جنجال

گورو کرشنا چاریہ مہاراج کے چرن کو بار بار پرنام ۔۔۔ گورو گوبند جیون سدا مو پر رہو دیال

رباعی

جس آتما کو ہے سچدانند کہا ۔۔۔ جو ذات سبے دوئی ہے ذاتِ یکتا

مَیں پہنچا جہاں وا کیہ گورو سے سُنکر ۔۔۔ اب آپ ہوں آنند اہا ہا ہا آہو ہو ہو

مَیں ذاتِ بے دوئی تو پہلے بھی تھا ۔۔۔ لیکن دل میں دھوکڑ پکڑ دکھی جھلا

پاکر اب آنند روپ آتما کو ۔۔۔ اب آپ ہوں آنند اہا ہا ہا آہو ہو ہو

ملنے کا پتہ

(۱) پھلاہاری سری سوامی مکت آنند سرسوتی۔ مکت آشرم۔ رکھی کیش ضلع ڈیرہ دون۔ یوپی

(۲) چودھری سکھ چند خلف چودھری جیالال صاحب جوتش رتن مقام قصبہ فرخ نگر ضلع گوڑگانوہ

تعریف اور اوصاف مرشد

گورو برہما گورو وشنو گورو دیو مہیشرم ۔ گورو شاکسات پرم برہم دیواسے شری گرو نمہ

گورو گوبند دونوں کھڑے کسکے لاگوں پانوں ۔ گورو چرنن سر نواے جو گوبند دے ملاسے

ناظرین کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگا کہ یہ گیان اور یہ برہم ودیا یہ شیر کی گرج اور بجلی کی سی کڑک کہاں سے پیدا ہوئی۔ اور کس طرح اور کیونکر حاصل ہوئی **لو سنو** ! میں نے تعلیم معاش جناب پنڈت گوبند جیون جی صاحب قدس سرہ متھرہ نواسی سے پائی ہے مگر ایام تعلیم مجکو کچھ اوصاف پنڈت جی صاحب موصوف کے معلوم نہ تھے کہ یہ برہم ودیا میں کامل و یکتائے زمانہ ہیں۔ بعد تعلیم ملازمت اختیار کی۔ اور ایام رخصت میں جبکہ میں گھر پر آیا کرتا تھا تو پنڈت جی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوکر آداب دست بستہ بجا لایا کرتا تھا کیونکہ پنڈت صاحب اسی قصبہ میں معلم تھے جہاں پر کہ میرا مسکن ہے۔ سنہ ۱۸۹۲ء کا ذکر ہے کہ ہنگام تذکرہ پنڈت جی صاحب نے ذکر اذکار دربارہ ایشور و جیو برہم بات چیت ہوئی تو میں کچھ بھی عرض نہیں کرسکا۔ کیونکہ اس راز مخفی سے بالکل ہی بے بہرہ اور ناواقف تھا ۔

پھر پنڈت جی صاحب نے اپنے فیض و کرم سے میری طبیعت کا امتحان کرنیکے واسطے چند رسالہ بنا بر مطالعہ دیئے جن کو میں نے بخوشی بغور اور وچار مطالعہ کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر شے میں چمتکار سا ہونے لگا۔ جبکو پنڈت جی صاحب نے انہوں شکلی سے میرے دلکی روشنی و خواہش کو معلوم کرلیا ۔

دوہا

موکش کام گورو شش لکھے تاکو سادہن گیان ۔ ویداوکت بھاگن لگے جیو برہم بھید بہان

مجھے تعلیم برہم ودیا کا مستحق سمجھ کر اوپدیش دیکر اچھی طرح سے گیان مارگ کا راستہ تبلا دیا ۔

دوہا

پرمانند ملاپ تو جو شش چاہے سو جان ۔ جنم آدک دکھ ناس پن بہرانتی جن سنے ہی مان

پرمانند سروپ تو نہیں تو میں دکھ لیس ۔ رج انبا شی برہم چیت جن آسنے ہیہ کلیش

غرضیکہ وہ دن ہے کہ میں اپدیش کو پاکر ہمیشہ اسکے ابھیاس میں ساعی رہا۔ اور ملازمت بھی کرتا رہا۔ بعد خاتمہ ملازمت سنیاس برہم میں پردیش کی اسی وقت سے ٹھان لی تھی ۔

سنہ ۱۹۱۲ء میں بوجہ پچپن سالہ ملازمت رٹیائر ہوا۔ تو اول کارخانگی جو درپیش آرہے تھے انکو سرانجام کیا تاکہ کوئی خرابی میری عدم موجودگی میں واقع نہ ہوئے۔ پھر رکھی کیش پہنچکر شری ۱۰۸ برہم نیشٹھ پرم ہنس برہم شروتری علم سنسکرت میں عالم و فاضل اور یوگ سادہن میں بے نظیر کامل ولاثانی شری سوامی کرشنا چاریہ سرسوتی جی مہاراج سے بہ منت و سماجت سنیاس برہم باطریقہ وید مقدس دھارن (حاصل) کیا۔ مرشد برحق گورو دیو مرشد برہم ودیا کے آتما کا شکریہ میری زبان نہیں کرسکتی ادا ہو سکے ۔

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۳	۳	رجاؤں	سجاؤں
//	۸	درستی	برستی
//	۲۳	شہ	یہ
۱۴۴	۲	کانسنس	کانسنس نس
۱۴۵	۱۵	پرن منی	پران منی
//	۱۶	استان	استھان
۱۴۶	۴	بھو	سو
//	۹	دیکھا	دانندہ
۱۴۷	۷	انسان حرارت	انسان کی حرارت
//	۱۴	تبہ	نبھہ
//	۱۶	نبج	سبج
//	۲۱	پانی	بانی
۱۵۲	۱۰	پربرہم	برہم
۱۵۳	۱۲	پالی	بانی
۱۵۶	۱۱	برہم لیں کو	برہم کو
۱۵۸	۲۲	سب ہے	سب میں ہے
۱۶۰	۱۱	سوتھس	سوتمین
//	۱۴	پوسن	پوشن
۱۶۱	۳	مار	نا
//	۹	جیموں	جنموں
//	۲۳	الی	اتی
۱۶۴	۳	از بیجود	اندر موجود
۱۶۶	۴	تلاطم	قطرہ
//	۱۹	لوہر	گوہر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۶	۱۳	لیستہ	لبستہ
۱۶۸	۷	سے کچھ	سے
//	۱۹	مجھکو	تجھکو
//	۲۱	ہے	ہے ڈھونڈو ڈھونڈ
//	۲۲	حبب	جبے
//	//	نہیں	میں
۱۷۰	۴	یاد	باد
۱۷۷	۱۲	تہارا	نہارا
//	۱۵	توہی	توہی ہے
//	۱۶	امرت	مرت
//	۱۸	توہی پہری	توہی پھر
۱۷۸	۶	کاٹر	کاٹر
//	۱۴	کنار	کنارہ
۱۸۰	۱۱	نہیں	ہیں
۱۸۳	۶	مانی	پانی
//	۲۱	دار	ہر
۱۸۵	۱۸	کوڈ	کوڈو
۱۸۷	۱۵	پربہم	برہم
۱۹۰	۱۹	نہیں	ہیں
۱۹۱	۱۸	جہی	جبھی
۱۹۲	۱۹	داقع میں	واقع
۱۹۵	۱۰	سہاؤ	ہٹانا
۱۹۶	۵	یہی	ہی
//	۲۲	رہابند	دیابند

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۹۷	۵	زد	زرد
//	//	پوستے	برستے
۱۹۸	۱۰	سر	سد
//	۱۵	ملت	مت
//	۲۲	نہیں	ہیں
۲۰۱	۵	اس کا	اس کا قد
۲۰۲	۹	لفظ قوم	دوسر لفظ قوم
//	۱۰	جاتی	ناتی
۲۰۸	۲۲	چنبا	پچھنا
۲۰۹	۱۸	کچھ	پچھ
۲۱۱	۲	محدود	محو
//	۳	پڑھیے	پڑھیے
//	۵	پنتجہ	نتیجہ
۲۱۲	۲۱	غنی	گنی
۲۱۴	۱۰	مقامات	مقامات کو
۲۱۵	۱۰	نہیں	ہیں
//	۲۲	نشکام	سکام
۲۱۶	۲	واپاس	ویاس
//	۵	نشکام	سکام کروں
//	۱۵	بیان	خیال
//	۱۹	کسطرح ہو سکتا ہے	کسطرح رفع ہو سکتا ہے
۲۱۷	۱۱	چپلتی	چھپتی
۲۲۱	۹	تردسے ریائی	تردد سے رہائی
۲۲۶	۴	ابھاؤں	ابھائی
//	۹	(،	(۴)
۲۲۹	۹	بات	بابت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۱	۲	کا	کا ہے	۹۶	۱۷	بیچے پیچے	پیچھے پیچھے	۱۰۳	۲۳	علم ہے	علم
〃	۲۳	ہا	یا	۹۷	۶	بیاتا	پنہیاتا	۱۰۴	۹	شہری	پہڑی
۷۴	۱۲	کہناکیرتن	کہنا کیرتن	〃	〃	باپ	باپ کرم	۱۰۵	۱۲	ایک ماہ	چھماہ
〃	۲۳	پہک	سوک	〃	۱۵	کے	کو	۱۰۸	۲۲	جل	جل نیر
۷۵	۷	کنھا	کنہیا	۹۸	۲۱	سا	تا	۱۱۰	۵	تہا	گیا
۷۶	۵	ہیں	نہیں	〃	〃	تودہ	لوندہ	〃	۲۳	اچکر	چلکر
〃	۹	کا	گا	۹۹	۵	بہے	سہے	۱۱۱	۷	رگیہ کو	ارگیہ
〃	۱۳	درد	درد سر	〃	۱۸	سورگ	سورگ لوک	۱۱۳	۲۲	یا سیہ	یسہ
۷۸	۱۴	ست	سب	〃	۱۹	پڑہیں	چلیں	۱۱۴	۱۴	پشرمان	پتریان
۷۹	۲۲	تب	تپ	۱۰۰	۲	جاتا	جانا	〃	۲۳	مرگ گمت	مرگ سہ پہکت
۸۰	اول سطر	.	[illegible]	〃	۵	تقرت	نفرت	〃	〃	نشکام	سکام
				〃	۶	سروتم بہاؤ سے	سروتم بہاؤ	۱۱۶	۳	ارتھ	انت کرن
				〃	۱۸	کوتاہی ہیں تردید	تردید میں کوتاہی	〃	۱۴	جال	حال
				۱۰۱	۲	لکنا ہی	ولشاس	۱۱۷	۱۹	ہوتی	ہوئی
۸۱	۱۳	جب	جیسے	〃	۹	پہتا	بچھتا	۱۲۰	۴	جانے	جاتے
〃	۲۲	سچ	تچ	〃	۱۰	کو	لو	〃	۸	اکامی	اگامی
۸۴	۱۰	پھران	پران	〃	۱۰	وقت	وقعہ	〃	۱۳	ہی	بہی
۸۴	۲۰	کاھتا	کہاتا	〃	۱۴	ہیں	ہوئے	〃	۱۶	ہوگنے	ہوگئے
۸۹	۱	گمبھر	گہبر	۱۰۲	۲	ہٹایا	مٹایا	۱۲۱	۲	سرو	پوسرو
〃	۹	گروان وان	گروان	〃	۱۶	ساتھ کے ساتھ	سلیکے ساتھ	۱۲۵	۳	اترچنہ	اتروچنہ
۹۳	۷	ال	بل	〃	۲۱	لو	اور	۱۲۸	۱۹	یکڑی	پگڑی
〃	〃	پلہرے	پلانے	۱۰۳	۱۵	موشہ	محنتہ	۱۲۹	۱۸	یاسیو	باسیو
〃	۹	سبھری	سبہری	〃	۲۰	امیہ	ایا	۱۳۵	۵	ارلہ	اراوہ
۹۴	۲۱	بن	ہے	〃	۲۱	پرتن	پرشن	۱۳۹	۲۲	نجر	مجر

فہرست اغلاط و صحیح

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱	۵	پرہم	برہم	۱۷	۲	مراد	رو	۵۹	۶	بیچے	پیچھے
״	۱۶	ویدوں سے	یہ زائد ہے	۲۰	۴	سے	نے	۵۹	۸	بعینہ ہوئی	بعینہ ہوتی ہوئی
۲	۳	تالابو	تالاب	״	۶	مین	رین	۶۰	۱	ہے	سے
״	۶	انیت	اتیت	״	۲۱	بھجن	سیبھین	״	۱۱	پاپ	آپ
۳	۱۰	سےپر	بےپر	״	۱۵	پھولیو	بھولیو	״	۱۵	پن	سبھن
״	۱۴	روہر	رودر	۲۱	۱۹	سنت	ست	۶۱	۹	سجن	شخص
״	۲۰	ویپنے	لینے	۲۲	۱۰	تیل	نیل	״	۱۷	تین	میں
۴	۱	وائے	واسے	״	۱۵	سے	ہے	״	۲۲	عقلاً	تحقیقاً
۵	۱۱	پرتو	پرنو	״	۱۹	اونچت	اوچت	۶۳	۸	جانا	چاہنا
״	۱۶	آتا	آتما	۲۷	۱۰	بیوہار	بیوہار	״	۱۸	وفوز	وفور
״	۲۰	ہفن	ہنس	۲۹	۶	میں	ہی	۶۵	۵		پاتنجل شاستر جو مہامنی پاتنجلی کی تصنیف ہو اس میں اشٹانگ یوگ کو نات میں داخل ہے کا طریقہ بتلایا گیا ہے
״	۲۱	ہنس	کا	۳۲	۹	سلرگنیش	مسرگنیش				
۶	۲	صاحب	صاف	״	״	بہلادہ	لیلادہر				
۷	۳	کرمیوں	کرموں	۴۴	۱۸	محبت	صحبت				
״	۹	پرہم	پرم	۴۵	۱۳	گلپتا	کلپتا	۶۵	۵	(۲) پاتنجل شاستر	(۲) سانکھ شاستر
۸	۳	سے	کے	۴۶	۱۴	بالی	بانی	״	۷	(۴)	(۵)
״	۱۲	یہاں	یہاں	۴۸	۲	آشار	آدہار	۶۶	۸	گیان	بہان
۱۲	۷	آئید	اُمید	۴۹	۳	عام کوگوں	عام لوگوں	۶۸	۱۰	اس	رس
״	۱۸	موجوزات	موجودات	۵۰	۱	سلوہان	سلوہان	״	۱۸	ہوشے	سوئی
۱۴	۱	برہانڈ	برہمانڈ	۵۱	۴	افرلیست	دفترلیست	״	۲۱	کینا	کیتا
۱۶	۲	یہ	جہہ	۵۲	۱۸	ور	اور	۶۹	۱۷	جھوکے	چھوٹے
״	۴	پائین	مایں	۵۵	۱۱	درسپئے	ورسپے	۷۰	۱۶	جو جو	جو جو میں

فقدان ہوجاتا ہے اور محویت کا عالم باقی رہتا ہے جہاں نہ خاموشی ہو نہ گفتار نہ حرف ہو نہ صورت نہ نقصان ہے نہ شان
و مکان ہو نہ لامکان نہ اسم ہو نہ صفت نہ نام ہے نہ روپ صرف ایک عالم محویت کا ہے جو ذات بحت کا سرور ہے۔

بھگتی کسے کہتے ہیں؟ بھگتی کے تین درجے ہیں (۱) سنگ بھگتی یعنی کسی دیوتا کی مورتی کی پرستش۔ اس کا مدعا یہ ہے کہ کوئی مرکز خیال قرار دیکر اسپر نظر اور توجہ قائم کیجائے جس سے قلب ساکن ہوجائے اور خیالات پریشان دل سے دور ہوجائیں یہ بھگتی قسم ادنی شمار کی جاتی ہے۔

(۲) اوسط درجہ کی بھگتی۔ خالق اور معبود کی پرستش ہے یعنی اپنے کو معبود سے جدا اور علیحدہ۔ اس بھگتی میں انسان اپنی ہستی ہستی مطلق سے جدا جانتا ہے۔ اور اسکی پرستش کے ذریعہ اس میں وصل کا طالب ہوتا ہے۔ خواہش اور طلب قائم رہتی ہے اس وجہ سے یہ اوسط درجہ کی بھگتی قرار دی گئی ہے۔

(۳) وصل بھگتی وہ ہے کہ انسان تمام خواہشات سے جو خواہش ہو اُس ذات مطلق کی یاد اپنی بنیاد ہستی کو ترک کرکے کرتا ہے اس صورت میں وہ ہر وقت ذات میں واصل اور مسرور رہتا ہے اور خوف مرگ سے آزاد ہوکر زندگی (جیساکہ قسمت اسکی رکھے) بسر کرتا ہے۔ ہر حال میں مطمئن اور مسرور رہتا ہے۔ اس بھگتی کا نام ابید بھگتی ہے۔

عارف کون ہے؟

وہ شخص جو حق کو تسلیم کرکے آزاد ہے نہ کہ وہ جو باطل میں گرفتار ہے اور ساتھ ہی کہتا ہے کہ میں عارف ہوں۔ اعتقاد راسخ سے غور کرنے پر یہ تصدیق ہوجائیگا کہ یہ عالم دلبستگی کے قابل نہیں ہے۔ ایسا ثابت ہوگا کہ کوئی خواب میں خواب دیکھ رہا ہے یا کہ شراب میں آب کی جھلک نظر آتی ہے۔ جبکہ صورت حال یہ ہے تو پھر انسان کیوں عقل و دانش سے اسکو سچا جانتا ہے۔ تمام بزرگ علماء کا اتفاق رائے ہے کہ دنیا میں دل لگانا اور عالم سے بے رنج اور بے خبر ہونا واجب ہے۔

نظم

آنکھ ہو تو دیکھ بدن کے ہر شے میں اللہ
جب تپ دان یگیہ تیرتھ سے ہی کام بھلا
بہو سا گر سے پار لگانے کو ست گرو ملا
تو تیرا ہیں میرا سپنے کا سا ہے میلا
آج انبا شی آتم جا نے ہوئے خیر صلا

ہر وے میں امید قلب کو صاف کرو واللہ
انت سے پریت ساتھ نہیں جائے ایک چھلا
جھوٹا ہے وارا ست سترملا پی کار للا
آپا جان سکھی ہوجا آپ ہی نیک صلا
مکت آنند جو دیپ نج جانا ہو ایک پلا

ادم — ادم — ثانی — ثالث

اب جیسا کہ خواب میں خواب بین کے علاوہ دوسری چیز نہیں ہوتی۔ مگر روز مرہ۔ گندہ۔ ذائقہ۔ دیکھنا لمس سننا معلوم ہوتا ہے۔ گویا اندریاں الگ الگ کام کرتی معلوم ہوتی ہیں مگر ایک من کے سوائے اور کچھ چیز نہیں ہے۔ گویا من کی اندریاں روپ ہو رہا ہے اسی طرح جاگرت کو سمجھو کہ اندریاں کوئی چیز نہیں ہیں صرف من ہی مختلف روپوں میں خواب کی طرح تماشے دکھا رہا ہے اسواسطے دانا آدمی باقی کو من میں اور من کو بدھی میں روکے یعنی جس خزانے میں سے من نکلا ہے بدھی کا ایک سروپ ہے اور نشچے آتمک غیر متحرک لبیط و محیط برتی گیان ہے جس کا انوبھو سمادھی میں ہوا کرتا ہے اور بدھی ہر نیہ گربھ سے جدا نہیں ہے اس واسطے بدھی کو مست دہر نیہ گربھ میں لے کرے اور مت کو شانت آتما۔ شدھ بدھ گیان سروپ سچدانند میں۔

ترک کے کیا معنے ہیں ؟

ترک کی چار قسمیں ہیں

سر برہنہ ہستم دارم کلاہ چار ترک	ترک دنیا۔ ترک عقبیٰ۔ ترک مولا۔ ترک ترک

(۱) استہول تیاگ مراد ہے۔ گھربار۔ مال و دولت۔ زن و فرزند۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ جاہ و حشمت کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلا جانا اس صورت میں اپنا بار دوسروں پر پڑتا ہے۔ اگر فکر و تعلقات دامنگیر رہے تو کوئی نتیجہ اس ترک کا نہ نکلا۔ بلکہ فکر نان و افزایش پندار ہوئی کہ ترک دنیا کی صرف اہل عالم کی نظر میں عظمت و فضیلت ثابت ہونے کے واسطے ہے۔

اگر تعلقات کو دل سے رفتہ رفتہ ہٹایا جائے تو ترک دنیا اسی دنیا میں رہکر حاصل ہو سکتی ہے۔ دنیا قائم رہتی ہے مگر وابستگی اس میں نہیں ہوتی یہ مراد ترک دنیا اور استہول تیاگ ہے۔

(۲) ترک عقبیٰ سوکشم تیاگ ہے یعنی جو افعالِ نیک اس طمع سے کئے جاتے ہیں کہ عقبیٰ میں انکا اجر نیک ہمکو ملیگا اور شرات بہشتی سے ہم کامیاب ہونگے۔ یہ فعل بالمنافع وصفہ ہے۔ اور پندار۔ وجود سے سرزد ہوتا ہے۔ خواہش اور پندار سے خالی نہیں ہے فعل کو محض فرض جانکر انجام دینا اور نتیجہ فعل سے نظر اٹھا لینا ترک عقبیٰ ہے۔ اور یہ بھی اِس دنیا میں حاصل ہو سکتا ہے۔ جب نتیجہ فعل سے نظر اٹھ جاتی ہے تو فعل قدرت کا ہو جاتا ہے۔ اور انسان عذاب و ثواب جزا و سزا سے بری ہو جاتا ہے۔ اِس صورت کو ترک عقبیٰ کہتے ہیں

(۳) ترک مولیٰ کا مفہوم یہ ہے کہ جب نفس خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے اور بے پندار افعال سرزد ہوئے اور سوکشم تیاگ ہو چکا تو آئینہ دل میں نور وحدت کا جمال جلوہ آرا ہوا۔ اور تمام عالم کون و مکان اِس جلوہ سے منور نظر آ گیا۔ اور ذرہ ذرہ میں آفتاب ذات درخشاں نظر آیا۔ اسوقت وہ کیفیت قلبی جو عبد اور معبود او بندہ اور مولیٰ کو دوگانگی ظاہر کر رہی ہے معدوم ہو جاتی ہے اور سوکشم اہنکار کا تیاگ ہو جاتا ہے اور جلوۂ توحید میں بندہ اور مولیٰ کا تفاوت محو ہو جاتا ہے۔ اور اسی کو ترک مولیٰ کہتے ہیں۔

(۴) ترکِ ترک جزویت کلیت میں مبدل ہو کر جزو و کل واحد نظر آتے ہیں۔ ترکِ ترک تیاگ کی سب سے اعلیٰ منزلت ہے جس میں ہر عالم کا

گیان برہم کا سروپ ہے۔ پس جس جس شے کا ہمیں گیان ہوتا ہو اُس ایک ایک گیان کے پس پشت حقیقی معنی شدھ ساکشی کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ گیان کا امکان ہی نہیں۔ اِس واسطے برہم گیانی ایک ایک گیان کے ساتھ برہم ساکشی جانتا ہے۔ یعنی یہ انوبھو کرتا ہے کہ میرا شدھ گیان سروپ آتما گیان کے ایک ایک عمل میں ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں نہ ہو۔ لہٰذا دنیوی اور جاہ و ہوس سے منہ موڑ دو اور ہر چیز کو اس نظر سے دیکھو کہ آتما یعنی میرا اصلی سروپ ہے کہ جس طرح خواب کی ہر ایک صورت خواب بیں کی ذات محض ہے جب سب میں آپکو اپنے آپ میں سب چیز نظر آنے لگیں گی اُس وقت اپنے آپکو لاثانی انوبھو کروگے۔ یہ حالت جیتے جی ہم پہنچانی چاہیئے۔ مر گئے تو پھر کیا ہوتا ہے۔

سوامی رام تیرتھ کا بھجن

تمیں ہوں خود جسم یہ کر ابھیاس
تمیں ہوں خورشید تیز انوراپ
چھڑ ہیئے اوپر کو اصل اپنی کو
دان ہوتا ہے تین قسموں کا
علم کا دان عمر بھر کے لئے
سب سے بڑھکر تو ہے تیسرا اس دان

میں نہیں جسم واہم ولنگر دو اس
میں ہوں شخص نور بجا اور بے ابجد
زندگی تم میں بھی رشی کی ہو
آن کا علم کا اور عرفاں کا
جسم سوکشم کو کر غنی دیسے
دان عرفاں کا گیان ہی کا دان
ترک دنیا کی ترک آخرت کی ترک

میں ہوں بے لوث پاک اعلیٰ ذات
دیہہ سوکشم اور کارن کو
مہر روشن ہوا تما ہے ترا
آن کا دان ایک دن کیلئے
دان عرفاں کا تا ابد قائم
ایک ہی دم کا یہ پیارا ہے
ترک مولیٰ کی ترک۔ ترک کی بھی ترک

جہل کی ہو کبھی نہ جس میں رات
چیر کر جسے مہر روشن کو
یہی کشش کر عمل رام کا تھا
جسم ستھول کی تقویت کیلئے
کہ سرور ازل میں رہے قائم
سب میں اصل ہو سب سے نیارا ہے

آتم پد کو آدمی کس طرح پہنچ سکتا ہے

دانا آدمی سے حقیقت کا ابھیاس کیا کرے۔ اِس طرح کہ تمام دنیا کی چیزیں جدا جدا ہوتی ہیں یعنے خاک۔ آب۔ آتش۔ باد۔ آکاس سے ملکر بنے ہیں پس یہ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش۔ آکاس ہی ہیں انکے علاوہ اور کچھ نہیں ہیں۔

خاک کا علم گندھ سے ہوتا ہے۔

آب کا علم رس یعنی زبان سے ہوتا ہے۔

آتش کا روپ آنکھ سے۔

وایو کا لمس سے یا سپرس سے۔

آکاس کا شبد کے طور پر کان سے۔

جیون مکت اور بدیہہ مکت کیا چیز ہے ؟

جب آدمی کو یہ سمجھ پیدا ہوجاتی ہے کہ میں شدھ گیان سروپ آتما ہوں اور دنیا اور شریر دنیا خواب کے نقشے ہیں جن سے ہمکو ذرا بھی تعلق نہیں ہے تو وہ جیتے جی مکت ہے۔ اور ایسا شخص جس وقت اِس دنیا سے رخصت ہوگا بدیہہ مکت ہے۔

دنیا کو کس نظر سے دیکھنا چاہیئے

دنیا کو اس نظر سے دیکھنا چاہیے کہ سب میں ایشور ویاپک ہے۔

ویاپک کی تشریح کیا ہے

ویاپک یا غیر محدود وہ کہلاتا ہے جس میں تین قسم کی محدودیت نہو یعنی تینوں زمانہ میں ماضی مستقبل۔ حال میں ہو۔ ہر جگہ اور ہر چیز میں ہو۔ جیسے خواب دیکھنے والا اپنی خواب کی صورتوں میں ساری ہوتا ہے۔

سوال۔ آکاس۔ کال۔ ایشور۔ ویاپک ہیں ؟

جواب۔ نہیں۔ کیونکہ یہ ہر ایک دوسری چیز کو محدود کر رہا ہے۔ مثلاً آکاس کے ساتھ کال نہیں ہے۔ اسواسطے محدود ہوگیا۔ ایشور کو لوگ اپنے سے جدا مانتے ہیں۔ اسواسطے انکا ایشور سروویاپی نہیں رہا۔

آتما کو کس نے جانا ؟

جس شخص نے یہ انوبھو کیا کہ آتما سچدانند برہم بیرونی چیزوں کی طرح میرے گیان کا بشے نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اس طرح تو ہمیشہ غیر معلوم ہی رہتا ہے۔ اسکے برعکس جو یہ مان رہا ہے کہ میں نے برہم کو جان لیا۔ اسنے ہرگز نہیں جانا۔ بلکہ مایا کی کسی وہمی صورت یا حالت کو جانا ہے۔ اور فہم ناقص میں اُس کلپنا کو برہم جان بیٹھا ہے۔ کیونکہ عالم۔ علم۔ معلوم۔ تینوں چیزیں موجود ہیں۔ یعنے میں نے اپنے علم سے برہم کو جان لیا۔ وہ اگیان ہی میں پھنسا ہوا ہے۔

برہم کا انوبھو آتما یعنے جاننے والے کی آتما۔ یا ذات خاص ہو کر ہوا کرتا ہے۔

اِس حالت میں تثلیث اور دوئی کچھ نہیں رہتی ہے۔ ایک یکتائی ہی یکتائی رہتی ہے۔

برہم کے انوبھو کرنے کا طریق کیا ہے اور اُس سے کیا فائدہ ہے

جواب۔ برہم اچھی طرح اُسی وقت جانا جاتا ہے جب آدمی اُسے علم کے ہر عمل کا ساکشی جانے اور ایسا جاننے والا۔ لافانیت کو پہنچتا ہے۔ آتما سے طاقت پاتا ہے اور لازوال ہے اور گیان ست لافانیت۔

تمام چیزیں نام و صورت کے محدود کے خواب کے نقشوں کی طرح جھوٹی ہیں۔ اُنکا انوبھو جب ہوگا گیان میں ہوگا۔

صبح ہوگئی اور کبیر صاحب نے نہیں کہا کہ کچھ تو بھی سو رہ جب صبح درویش صاحب اُٹھے تو کبیر صاحب کو بدستور پیر دباتے ہوئے پایا درویش صاحب کبیر صاحب سے بہت خوش ہوئے اور گویا ہوئے کہ کچھ مانگ کیا مانگتا ہے ہم تجھ سے بہت خوش ہیں۔ کبیر صاحب نے جواب دیا کہ مہاراج آپکا دیا ہوا سب کچھ ہے۔ درویش صاحب نے بہت اصرار سے کہا اور بار بار کہا کہ کچھ مانگ لے جو مانگتا ہے۔ ہم تم سے بہت پرسن ہیں۔ اِس اصرار پر کبیر صاحب نے کہا کہ مہاراج آپ مجھے دے سکتے ہیں تو غریبی دیدیجے۔ درویش صاحب کبیر صاحب کا یہ کلمہ سُنکر چکر میں آگئے اور سوچنے لگے کہ میں سب کچھ دیکھتا ہوں اور سب کچھ ہے۔ اگر میرے پاس گنجایش نہیں ہے تو اِس غریبی کی نہیں ہے۔ اے پیارے متر! اس غریبی کی قدر کرنی چاہیئے۔ جو خزانہ دو جہان میں ڈھونڈے نہیں ملتی ہے ؎

اے بلا آ کہ تو بہبود کی صورت ہوگی — تجھ میں مخفی میرے معبود کی صورت ہوگی

دکھ ہے پیارا مجھے یہ سن کے نہ ہونا ناشاد — دکھ سے ہے خانۂ دل جلوۂ حق سے آباد

دکھ جو آتا ہے تو اِس دکھ کے بہانہ سے وہیں — مجھے اے دوست خدا آتا ہے رہ رہ کر یاد

عیش و عشرت میں بھلا دیتا ہوں دل سے حق کو — دکھ میں یاد آتا ہے حق تا کہ ہوں دکھ سے آزاد

دکھ نہوتا جو زمانے میں فقط سکھ ہوتا — ہوگیا ہوتا زمانہ ہی کبھی کا برباد

دکھ کے پردے میں نہاں یار کا جلوہ دیکھا — دکھ سے کرتا ہوں میں دلدار سے داد و فریاد

میرے حق میں ترا آنا ہے مبارک اے دکھ — چاہ سے دیکھتا رہتا ہوں میں تیری اُفتاد

دکھ ہے وہ چیز کہ نظروں میں مری راحت ہے — دکھ کو ہرگز نہ کہو رنج ہے اور کلفت ہے

دیگر

برگ عیش بے خزاں از بے نوائی یافتم — آنچہ مے جستم ز شاہی از گدائی یافتم

دیگر

اگرچہ ہست بظاہر خراب درویشی — ز وصل گنج بود کامیاب درویشی

آشنائے حق شد آنکس کز جہاں بیگانہ شد — ہر کہ زیں دریا بر آمد گوہر یک دانہ شد

دعا خدا سے

جائے اللہ کی درگاہ میں دنیا مانگے — آج دنیا میں نہیں اُس سا کوئی بد افعال

مانگ یہ حق سے تعلق نہ رہے دنیا سے — مانگ یہ حق سے نہ دل میں رہے دنیا کا خیال

قرب حق، حق سے طلب کرتے ہیں مردان خدا — کہ دنیا ہے دنی جان کا ایک جنجال

اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ سب تکالیف دنیا ایشور ہی سے ظہور میں آرہی ہیں۔ تو بھی انسان کو اس میں خوش ہی ہونا چاہیئے کیونکہ اپنے سے پیارے سے پیارے کی بھیجی ہوئی ہیں۔ ؎

پاس تھیں وہ اُسنے خود ہی ہر ایک بشر کو دے رکھی ہیں۔ مانگنے کی ضرورت ہی کیوں محسوس ہوتی۔ اگر حاکم دو جہان ہے تو ہماری بلا سے ہیں تو وہ اسقدر بھی نہیں معلوم ہوتا کہ ہماری مانگی غریبی بھی وہ ہمیں دے سکے۔ یہ سوال بھی ہمنے تو فضول سا ہی کیا ہے اسکے پاس دینے کو کچھ نہیں ہے وہ دے ہی کیا سکتا ہے۔ پس جو اسکے پاس نہو وہی مانگنا چاہیئے۔

معترض۔ غریبی اُسکے پاس کیوں نہیں ہے۔ دنیا میں سینکڑوں آدمی غریب اور محتاج ہیں جنکے پاس نہ کھانیکو دانہ نہ پہننے کو کپڑا ہے

جواب۔ تمہارے بیان سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خدا منصف نہیں ہے کہ سینکڑوں کو غریب بنایا اور کسی کسیکو مالا مال کیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے

معترض۔ اُسنے کیا بنایا۔ اسکو نا منصف کہنا روا نہیں ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے کرموں کا پھل پا رہا ہے۔

جواب۔ جب اپنے اپنے کرموں کا پھل پا رہے ہیں تو وہ ضرور پاوینگے۔ مانگنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟

معترض۔ چونکہ وہ ذات فرش سے عرش تک احکم الحاکمین ہے اُس سے مانگنا ہی چاہیئے۔ کیا عجب کہ اُسکو رحم آجائے اور اپنی استدعا مقبولِ بارگاہِ الٰہی ہو جائے۔

جواب۔ تو ہمکو غریبی ہی ایسی نعمت معلوم ہوتی ہے کہ ہمیں اُسکی یاد سے سرشار رکھتی ہے اور جسقدر امیر و کبیر ہیں نشۂ دولت میں مست و فراموش ہیں بقول لیکہ ؎

زبے کسی چہ شکایت کنم بہر ناکس — کہ بیکسی بکس بیکساں رساند مرا
تہیدستی رہت ساز و نفس کجرفتار — پیچ و تاب از وسعتِ رہ میفزاید مارا

معترض۔ البتہ یہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے اِسکی نسبت بہت شک ہے کہ ایسا کیوں ہے کہ کوئی امیر ہے اور کوئی غریب۔

جواب۔ جسقدر سنت۔ مہاتما۔ فقیر۔ درویش کامل ہوئے ہیں وہ سب غریب و بھکشو تو ہیں ہی کہ بہت سے دولتمند و ساہوکار ریاست دار و حاکم و راجہ و مہاراجہ انکے آستانہ پر سجدہ کرتے ہیں اور انکی نظر عنایت کے منتظر حاضر و کمربستہ رہتے ہیں تبلاؤ کیا فخر ہے بقول ؎ گرچہ دست اہلِ دولت ہست در ظاہر بلند — دست اربابِ دعا بالاترین دست ہاست

ایک قصہ ہے کہ سری بھگوان کبیر صاحب کی آزمایش کو نکلے۔ کبیر صاحب ایک روز کپڑا بیچ کر گھر آتے تو دروازہ پر ایک درویش کو دیکھا۔ درویش صاحب نے کبیر صاحب سے سوال کیا کہ ہم بھوکے ہیں کھانا کھلواؤ۔ کبیر صاحب کے پاس جو دام کپڑا بیچنے سے وصول ہوئے تھے انکا وہ سامان خورد و نوش لائے اور کھانا تیار کرایا۔ جب کھانا تیار ہو گیا درویش صاحب کو بلایا گیا اور اُنکے سامنے رکھا۔ درویش صاحب نے کل سامان نوش جان فرمایا۔ اور پھر کہا کہ ہم بھوکے ہیں۔ پھر اور کھانا لایا گیا۔ غرضکہ جسقدر سامان تیار ہوا تھا درویش صاحب نے تناول کر لیا۔ گھر والوں کیواسطے ایک ٹکڑا نہ بچا۔ حالانکہ کئی روز سے گھر کے سب لڑکے بچے فاقہ سے تھے اور کسی کی پیشانی پر شکن نہ آئی۔ فاقہ مستی میں خوش رہتے تھے۔ اب درویش صاحب سو گئے اور کبیر صاحب پہرہ دے رہے ہیں۔ مگر اوسے درویش

جو پریم پجاری ہے اُسکو مندر مسجد یکساں دونوں
ایک پریم کا ساغر پیتا ہوں۔ پینے سے مطلب ہے مجھکو
یہ کروہ کپٹ کی ہے دنیا بچکر چلتا ہوں دنیا سے
میں ہر کی مالا جپتا ہوں دنیا سے نفرت کرتا ہوں

اللہ کا گھر ہو کوئی ہو کعبہ نہ سہی بُت خانہ سہی
گر ساغر زریں پاس نہیں۔ ٹوٹا ہوا اک پیمانہ سہی
کہتے ہیں سب دیوانہ تو۔ اچھا میں دیوانہ سہی
اِک شانتی من میں ہے میرے سنسار سے بیگانہ سہی

آجکل اشانتی کا مول کارن یہ ہے کہ دن بدن روحانیت سے پریم گھٹ رہا ہے۔ مادہ پرستی کا زور بڑھ رہا ہے۔ جبتک سنسار کے لگ ایشوری گیان وید کے شانتی دائک اُپدیش کو نہیں سنتے۔ تب تک سچائی۔ پریم محبت اور شانتی کا راج محال و ناممکن ہے جبتک انسان سچ و جھوٹ۔ اصل و نقل۔ جسم و جیو۔ جگت اور جگدیش میں تمیز کرنا۔ اور سچ سے پریم کرنا نہیں سیکھتا تب تک سنسار میں شانتی نہیں ہو سکتی۔ شانتی کے مفصلہ ذیل چھ سادھن ہیں۔

(۱) پران سروپ آتما ستیہ سار اور امرت ہے۔ آتما کا گیان ہو جبر۔ وہ بیر گمبھیر بنا کر موت کے خوف سے بچاتا ہے۔

(۲) آتما کے بغیر جسم استیہ اور اسار وستو ہے۔ اور یہ بھسم ہونے کے قابل ہے جسم نقل ہے۔ آتما اصل ہے۔ اصل کی تشٹی اور پشٹی سے انسان کو پورن شانتی ملتی ہے۔

(۳) جیو آتما کرم یوگی ہے۔ اُسکو چاہیئے کہ کرم کرتے ہوئے مکتی دہام کو پراپت ہو۔

(۴) انسان کو چاہیئے کہ وہ ہمیشہ مالکِ کُل "اوم" کا سمرن کیا کرے۔ اور رب العالمین کے بندوں کی بہتری سوچا کرے۔

(۵) بھگوان کی بھگتی اور پریتی سے آتما کا بل بڑھ جاتا ہے اور من کی تمام منو کامنائیں پوری ہو جاتی ہیں۔

(۶) انسان کو چاہیئے کہ وہ ہر روز کچھ نہ کچھ وقت من اور اندریوں کی نگرانی کر کے اصلاح کیا کرے تاکہ استیہ و اپریہ شبد نہ نکلے۔

دیا اپنی خودی کو جو ہم نے مٹا | وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا | رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں | کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنی خبر | رہے دیکھتے اوروں کا عیب و ہنر | پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر | تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
ظفر آدمی اسکو نہ جانیئے گا | گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا | جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی | اور طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

خدا سے کیا مانگنا چاہیئے؟

جواب۔ غریبی۔ ناداری۔ مفلسی۔ بیکسی۔ کم بختی۔ دُکھ۔ درد۔ مصیبت۔

معترض۔ واہ پیر صاحب خوب سبق دیا۔ حاکمِ دو جہاں سے مانگنے۔ اور پھر غریبی و بیکسی یہ مسخر کا کلمہ آپ بجائے نصیحت اب مخول کرتے ہیں

جواب۔ پیارے جگیا سو! مجھے تو اسکے سوائے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ کہ اُس پاک پروردگار سے مانگوں۔ کیونکہ جو جو چیز وہ شیا اُسکے

خواہش کبھی پوری نہیں ہوتی - بقول کبیر صاحب -

کبیر دھیرج کے دھرے ہاتھی من بھر کھائے　　اِک ٹکڑے کے کارتے کتا گھر گھر جائے

خواہش کا بجھاؤ آگ میں روغن ڈالنا ہے جیسے کہ کہا ہے - اول روپیہ کی خواہش ہوئی اور جب روپیہ مل گیا تو مکان و جائداد کی خواہش عود کرتی ہے اور جائداد حاصل ہونے پر اسباب فراہمی کی رغبت ہوتی ہے - یہ بھی بہم پہنچے تو عزت و شان سے زندگی بسر کرنے کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے اور پھر شادی کرنے کو اور اسکے بعد اولاد پیدا کرنے اور لڑکا ہونے اور بعد مرگ نام چلنے کی خواہش ہوتی ہے - غرضکہ یہ سب پدارتھ و سامان بہم پہنچ جائے - تب بھی شانتی نصیب نہیں ہوتی - اور یہ آرزو ہوتی ہے کہ کسی طرح سورگ کے بھوگوں کو حاصل کروں - بقولیکہ "چشم حریص پُر نشد"

اس لئے تو خواہشوں سے اپنا ناطہ توڑ دے　　موہ اور مایا سے تو ہمبند رکھنا چھوڑ دے
زندگی کا لطف گر چاہے تو آزادی میں ہے　　بے تعلق جان شیریں کا پھنسانا چھوڑ دے

رباعی

جسنے سب خواہشوں کو جی سے چھوڑا　　بے خواہش ہو کے جو زمانے میں رہا
وہ جسکو نہ ہے تا موشی کا سب خیال　　دنیا میں ہے شانتی اُسی کا حصہ
دل لگانا کفر ہے عارف کے مذہب میں یہاں　　باد وش آزاد رہنا معرفت ہے لا بیاں
موت کے آنے سوا چکر سے آزادی نہیں　　قطع اُلفت کے سوا دوران سے شادی نہیں

سعدی کا قول ہے

لت خوردن از تمنائے دولت برائے چہ　　خواری کشیدن از پئے عزت برائے چہ
گرچہ بدست بخل زمرداں وسے نہیں　　گر مال خود نداد عداوت برائے چہ
نالی زبے مروتی اہل روزگار　　اما بگو زمے مروت برائے چہ
مطلب اگر گزشتن عمر است در خوشی　　بگذر ز مطلب ایں ہمہ زحمت برائے چہ
بگذر ازاں دُکاں کہ خریدار نیستی　　بیہودہ جنگ بر سر قیمت برائے چہ

وویک چوڑامنی

بے ورِسنا خاموشی سے بڑھکر اور کوئی آنند ایک نہیں ہے - ورِسنا کے ترک سے ہی شانتی پراپت ہوتی ہے -

دھن پاس نہیں ہیں فقیر ہی ایوان نہیں خمخانہ ہی　　اُس پریم کی بھکشا مانگتا ہوں - اچھا نہیں گر اچھا نہی

مکت آنند کی خواہش ہے یونہی زندگی کے دن کٹیں یا — لے کوئی دیکھے نہ جانے اور نے سمجھے مجھے
اور جب وہ آئے لینے کو جسے کہتے ہیں موت — رونے والا ہو نہ کوئی بر سر بالیں ترے

گیتا ادھیائے ۱۸ منتر ۵۵

سروذات ۔ وصلِ ذات کا طریقہ سری کرشن بھگوان نے بتلایا ہے ؟

جذبِ کامل سے ہو جب پیشِ نظر میرا جمال — عشق کو تیاب مجھ میں میرے طالب کا وصال

در بادیٔ عشق صرف جاں — زیبا بود بہ پیش جاناں
بیجان و تن ست در تن و جان — آرام گہش کنار جاناں
در راہ یگانہ خاک گشتہ — از موت و حیات پاک گشتہ
این است دلی رہ خدائے

دیگر

آنکو کہ فدائے عشق یار ست — و از ابہ تن و بجان چہ کار ست
در بحرِ فنا قدم گذارد — پروائے وجود و جان ندارد
باید کہ دولت صفا پزیرد — جز رنگ یگانگی نہ گیرد
جز ایں ہمہ باطل و ہوسے

شانتی کِسکو نصیب ہوتی ہے؟

جواب ۔ جو شخص خواہش ہین من رکھتا ہے ۔ کیونکہ سب درد و دکھ کی جڑ خواہش یعنی ورسنا ہی ہے ۔

چاہ گئی ۔ چنتا گئی ۔ منوا بے پرواہ — جن کے کچھ نہیں چاہیے سو ہی شہنشاہ
گئو دھن گج باجے دھن اور رتن دھن کھان — جب آئے سنتوش من سب دھن دھور سمان
چاہ چہاری چوہڑی ات نیچن کی ۔ نیچ — یہ تو پورن برہم تھا جو چاہ نہ ہوتی بیچ

اور سنو ! ۔ جو شخص اس طلسم آباد دنیا کے کثرت میں وحدت دیکھتا ہے جسکو اس موت بھری دنیا میں زندگی نظر آتی ہے ۔ جو اگیان بھری دنیا میں گیان کی روشنی پر نظر ڈالتا ہے اُسی کو دوامی شانتی نصیب ہوتی ہے ۔

ایسا واسیہ انپشد میں آیا ہے کہ کسی کے مال کا لالچ نکرو ۔ مال سے مراد صرف روپیہ اور زیور ہی نہیں ہے ۔ بلکہ دولت عزت ۔ حشمت ۔ ثروت ۔ کھانا ۔ پینا ۔ سواری ۔ شکاری ۔ لباس وزن و فرزند ۔ مکان و جائداد و املاک ۔ غرض جن چیزوں میں دنیا کی وابستگی ہوا کرتی ہے وہ سب ہی مال میں شامل ہیں ۔ شرتی اس سے بیراگ کی ہدایت کرتی ہے کیونکہ یہ کسی کی بھی نہیں ہیں محض خواب کی سی صورتیں ہیں کہ ابھی ہیں ابھی نہیں ہیں ۔ دم کے دم میں امیر مفلس بن جاتے ہیں ۔ بااختیار آدمی بیکس و بے بس ہو جاتے ہیں ۔ تنادرو صحت مند بیمار ہو کر مر جاتے ہیں ۔ ایسی ناپائدار چیزوں میں کیا دل لگانا جس کا نتیجہ دکھ ہی دکھ ہے ۔ پس ہشیار دنیا کی طرف سے بذریعہ وویک طبیعت میں بیراگ پیدا کرنا چاہیے کیونکہ مرد زیرک کو بیراگ ہی شانتی کا زینہ خاص ہے ۔ کیونکہ

اودھیاے ۸ امنتر ۶۵

رباعی

میری خاطر کر ریاضت مجھ میں اپنا دل لگا
مجھ سے میں کرتا ہوں وعدہ اُس کو سچا جان لے
میرے پیارے مجکو دے تعظیم مجھ پر ہو فدا
بہرہ ور ہوگا تو آخر کار میرے وصل سے

سر رشتۂ دولت ای برادر بکف آر
سر کو جو حرص و ہوس سے ترا
جو خودی کے مرض سے ہے تو جدا
تجھے آبرو کا ہے خیال اگر
جسے ڈھونڈ رہا تھا عالم میں کبھی
جو ہے قطرہ بحرِ عمیق تھا

این عمر گرامی بخسارت گذرد
سوئے راہ نجات گذر ہی نہیں
تو ہو سامنے جلوۂ نور خدا
تو بیشک نہ تو بحر جہاں میں بشر
کبھی دہر میں جس کی تلاش رہی
تو بشکلِ حباب نہ سر کو اُٹھا

دائم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال
اسے جانے تو کیا اے اسیرِ بلا
ابھی پردہ رخ وہ اٹھادے مگر
کہ جو قطرہ صدف میں بنائے نہ گہر
رگِ جان سے وہ تیرے قریب تھا
کہ جو سیل طریقت حق سے ملا

میدار نہفتہ چشم دل جانب یار
تجھے آپ جب اپنی خبر ہی نہیں
ترے جذبۂ دل میں اثر ہی نہیں
وہ گہر ہی نہیں وہ گہر ہی نہیں
تری آنکھیں تو ہیں پہ نظر ہی نہیں
وہ اُٹھا سکے سر یہ جگہ ہی نہیں

نظم

جل میں تو ہی تھل میں تو ہی پھول میں پھل میں تو پربھو
اندر تو ہی باہر تو ہی - روم روم میں تو پربھو
یہ ندیاں جو جل بھر بہیاں بیلا بیچ میں تو پربھو
باغ میں جلوہ دیکھا تیرا - پھول میں ہے خوشبو پربھو

ہم دکھیا ہیں در پر تیرے نیا پار لگائے گا تو پربھو
یہ جگ آپ رچایا ایشور سب وشوں میں تو پربھو
یہ ندیاں جو سوکھ گئیں ریت میں چمکا تو پربھو
میں دکھتی ہوں در پر آیا شرن رکھے گا تو پربھو

گوشۂ تنہائی

خوش ہے وہ انسان جس کی خواہشیں محدود ہیں
مطمئن مسرور آزادی کی کھاتا ہے ہوا
جس کی بھیڑیں دودھ سے اور کھیت غلہ سے مدام
سائے میں جس کو درختوں کے ہے گرمی میں بہشت
جس کے گھنٹے یوم - ماہ اور سال اُڑتے جاتے ہیں
تندرستی اور سکون قلب حاصل ہیں جسے
جس کی راتیں چین سے ہوتی ہیں بے کھٹکے بسر
جھولنا جس کا جھلاتے ہیں فرشتے رات کو
زندگی اِس شخص کی ہے درحقیقت زندگی

کر رہا ہے کنج تنہائی میں تنہا وہ بسر
دُور جھگڑوں سے بکھیڑوں سے جہاں کے بیٹھ کر
کرتے ہیں خدمت گذاری اور فکر زندگی
اور سردی میں جسے ہے آگ سے نعمت ملی
لے کے خوش حالی و آزادی کو اپنے ہم رکاب
اور معصومی کتاب زندگی کا جس کی باب
کیونکہ خدشہ چور کا اسکو نہ ہے دشمن کا ڈر
اور بیکسی کی دیوی خواب میں پیش نظر
دنیوی جھگڑوں سے اُسکو جیتے فرصت ملی

ہر کہ ترک تن نگرد از زندگانی بر نہ خورد	راحتے گر ہست کفش تنگ را در کندن است
زہر دنیا گرچہ کم میگردد از تریاق عقل	بہترین افسونِ مار از دست خود افگندن است

ہاں جب تک جسم موجود ہے آب و نان سے پرورش کرنی ہوتی ہے۔

تا رسد وقتیکہ باید بر زمیں انداختن	جامۂ تن را بہ آب و ناں رفو مے کنم

لیکن عارف و جاہل میں اتنا فرق ہے کہ عارف کو بجز حق درپیش رہے کہ اپنے وجود تک بھی یقین نہیں ہوتا اسکی نظر اور اُس کا یقین اور اس کا قول و فعل حق ہی حق ہے۔ اور جاہل کو یقین ہے کہ میں صرف تن ہوں سوائے فانی اسباب جہان کے اُسکی نظر و یقین و قول و فعل میں اور کچھ ہے نہیں۔

پس الفت جسم چھوڑ کر عاشق جان (ذات حق) ہوئے۔ جب جان کا طالب ہوا تو جسم کی قید سے رہائی پاکر خود جان ہوگا تعجب تو یہی ہے کہ ذات بصورت جان جب دل میں مقیم ہے۔ اُسکی جستجو میں بیرونی حالت کی تبدیل یا ایک مکان سے دوسرے مکان کے انتقال سے اپنی طلب ظاہر کرتی ہیں۔ سوائے دریافت حقیقت جاناں مشاہدہ جاناں نہیں ہو سکتا۔

گہہ درونِ خرقہ گاہے در کفن میجویمش	او درونِ جان و من در پیرہن میجویمش
او درونِ خلوت و اندیشہ گرم صحبت است	من چراغ دل بکف در انجمن میجویمش

مثال۔ ذرہ جبتک اپنے اصل چشمۂ آفتاب میں محو نہ ہو۔ تب تک ذرگی سے عروج نہیں پا سکتا قطرہ جبتک اپنی اصل کو نہ سمجھے اور اپنی ہستی حقیقی یقین نہ کرے تب تک یقین قطرگی سے نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

پس خودیت کی یقین گرفتاری و مہجوری ہے۔ اور کلیت میں محو ہونا۔ اور عین کل آپ کو دیکھنا رستگاری اور وصال ہے

ذرہ چوں محوِ آفتاب شود	ہمچو قطرہ کہ محوِ آب شود

یہ عشق ہے کہ قطرہ کو دریا اور ذرہ کو آفتاب۔ دانہ کو خرمن اور عاشق کو معشوق کر دیتا ہے۔ دو کا ایک ہونا بجز عشق کے ناممکن ہے

رتبۂ شمشیر را از یک دو کردن بیش نیست	عشق را نازم کہ تیغ او دو را یک می کند

پس عشق کو اپنے دل میں مقیم کر کے راہ حق میں قدم اٹھاوے تا کہ ایک لحظہ میں فرش ناسوت سے عرش لاہوت پر پرواز کر کے منزل گزیں ہوے۔ سوائے ذاتِ احد کے نہ کچھ ہوا ہے۔ اور نہ ہوگا

نگرد و معنے وحدت بدل از کثرتِ صورت	ہماں یک نہ بود چنداں کہ صد بر نہ بیفزائی

گیتا ادھیاے ۲ اشلوک ۱۲

شغل خزاں سے ہستیاں تر وسیلہ عشق کا	عشق کا مقصد فنا ہے اور فنا میں ہے بقا

تلسی داس ہو رام رام میں کہتا پھرتا تھا سیتا
شنکر سوامی ہو کر کے پھر مجکو پد تر بان ہوا
جوتش۔ ویدک۔ نیائے پتنجل دھرم شاستر ویا کرن ہوا
جنتر۔ تنتر۔ پنتروں کا منتر ہوں جب تب کا ابرانِ ہوا
ہر دے میرا ویدانت شاستر میں ہی وید پران ہوا
بے چون و چرا آقا در مطلق۔ حاضر ناظر پاک ہوا
بندہ بندہ کہنے کو جاہل پن میرا خاک ہوا
کرتو کرتب لسبتو کا۔ ذرا نہیں ایمان ہوا
دوشاسن کی سبھا بیچ میں ہو دروپدی کا چیر ہوا
لاج راکھہ برج راج ہو شبد میرا گمبھیر ہوا
دوشاسن میں ہی تھا سب کی درشت بیچ نادان ہوا
بدمزاج۔ خوش خلق ہوا ہوں مالک ملکوں شاہ ہوا
ہر حرکت کی برکت حرمت ذلت سے آگاہ ہوا
بھوک پیاس میں مبتلا ہوا میں ہی آب نان ہوا
دل چاہے جو کہو مجھے میرے اندر جھکاتا ہے
رہو پھر چلت ہر دم شنشئے فک فک پھکاتا ہے
میری بک بک سے بچ بابا بر ابکٹ پورن ہوا
چھئوں راگ چھتیس راگنی۔ میں ہی پھر سُر تال ہوا
ہوا میں ہی گندھرب گان ودیا میں مجھے کمال ہوا
کت آنند ہو ہوا پھر تالی تان سین ودان ہوا
ہوا پرچھپ بجا گوت شکے غم میں نے جیتا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
النکار ہوں نیتی اور کا یہ کوشش کا کرن ہوا
اشٹ سدھ ہوں میں ہی نو ندھ آد کا سرن ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
انا الحق کو جان۔ میرا حساب بیباق ہوا
سائل ہائل ہو رہے ذائل پر وہ چاک ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
خوب بڑا پایا کھینچے بار انہیں آخیر ہوا
کرنا کرکے چت میرے میں یہ اکسیر ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
خالق خلقت۔ مالک سب کا میں ہی پناہ ہوا
رمز ہماری نہ جانی۔ جگ میں وہ گمراہ ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
دھوانت دھومت ہوا رب تھا عجب ہوا بہکاتا ہے
بہت دنوں کے پڑے پیچھے پیچ تپنگ وہ کاٹا ہے
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ڈھب ڈھولک ہوں بنسری۔ الغوزہ کرتال ہوا
راگ الاپوں گانے کر حین ہی میں ہی لال ہوا
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا

سرورِ یزدانی کس طرح حاصل ہو

جسم کی محبت ترک کرنے سے۔

کنس ہوا تھا جب میں یادوکل کا سکھ سب بند ہوا
میں ہی ہوا دہرت راشٹر کوروں میں رتی بے ایمان ہوا
دریودھن میں ہوا پانڈوں سے جب لڑنے کو چلتا تھا
ارجن بھیم یدھشٹر سہدیو نکل سے جلتا تھا
یدھ کئے بل کر میں نے ہی ترکش تیر کمان ہوا
میں ہی ہوا اوتار دھرم کا۔ وشٹ بلیچھ اور پاپی ہوں
شیش مہیش جہین جگ میں ہی اکھنڈ پرتاپی ہوں
ہوا سرستی میں ہی۔ مجکو کتھا کا بڑا دان ہوا
گوری شنکر بنکر میں نے بکھن راج کو جایا ہے
اسی میں سے سونڈ نا سکا کرکے یوں فرمایا ہے
پران پرتشٹھا کرے اسی دم گنپتی میں ہی آن ہوا
استر شستر کی برشا کرتے لڑتے بھڑتے بہور ہوا
لگی ترشول کی ہوک۔ وہاں میرے سر کا نقصان ہوا
ماربنا یک جب میں ہی رودرانی جی کے پاس گیا
گرجا بن کر کہا سمبہو سے بھلا تمہارا ناس گیا
اُدما بچن سنکر کے میں ہی دل میں حیران ہوا
کردی درمہندی ٹنڈی پے چڑھ کون کو دہایا تھا
بجا گجپت کا بن کر میں نے ہی سیس کٹایا تھا
دھرا رنڈ پے منڈیہی اور دل سے مہربان ہوا
امرت چھڑک دیا میں نے پھر پران ہمارے آگئے
نام میرا شنکر آکر آپ وہاں بتلائے گئے
ماستک ہو من میں میرے گنپت کا نہیں پرمان ہوا
باسدیو ہو سرون کراسے ارجن کو میں نے گیتا

رشی منی۔ دوج کا مارنا۔ مجکو خوب پسند ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ٹنڈی دل سا کنک گیج باج ساتھ نکلتا تھا
بیت راگ ہو ہمالیہ بیچ پربت پر گلتا تھا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بڑا تپوسی ہوا ہوں۔ برہم منتر کا جاپی ہوں
الکھ۔ نرنجن۔ سروگت۔ سو میں اپنا آپ ہی ہوں
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
میل اُتار امیڈ کر ہم نے اپنی کایا ہے
بگھن ہرے گا ہی اب گنیش بن کر آیا ہے
آئے شنکر انہوں سے یدھ ہمارا گھور ہوا
گہما گہمی کا ہوا سنگرام سرگ تک شور ہوا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بگھن راج کا جنم اب میرے دل میں تیاگ گیا
سجیو کرو جلد اسکو نہیں تو میرا سوانس گیا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ہستی بنکر بیچ بن کے میں ہی بسایا تھا
پرسن ہوکر سیس کو میں ہی بن سے لایا تھا
مٹی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
پاربتی کے چت میں آنند منگل چھائے گئے
تب سے مجکو سرشٹی میں سرشیت بھوجن گائے گئے
مٹی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ارجن بنکر گیان سن کر کے وہ کلمہ میرا جیتا

گھر گھر میں ہی جلکشا انگوں میں ہی ونتا دان ہوا
کٹر۔ کافر۔ دینداروں کا میں سرتاج ہوا
رذیل میں ہی ہوا شریفوں کا میں سرتاج ہوا
ہوا ولی اللہ میاں واللہ خدا کی شان ہوا
شیو ہو کر بھسماسر کو منہ مانگا میں بردان دیا
سندر مختص کر میں نے ہی ہلاہل بس کو پان کیا
رتن۔ چتروس۔ مہنت۔ سمندر میں مجھے سدا کا پان ہوا
دہرم راج اور چترگپت ہوں سرگ بیچ پروہت ہوا
سنکھ۔ چکر۔ اور گدا۔ پدم ہوں میں ہی بجر صبوہوا
میں پردہت پورا ہوں میں ہی سب کا جہان ہوا
خالق خود مخلوق ہوا ہوں قالب قلب کلادہاری
طالب اور مطلوب ہوا میں خائف خوف میں ہی جاری
قاتل اور مقتول ہوا ہوں خوفناک طوفان ہوا
پوست کرشب۔ بہاروداج۔ پلب۔ گہن ہوت ہوا
ہرناکس ہو کر ہی دشت تا میں ہی پورا بھوت ہوا
پچھ۔ نشاچر۔ راچھس۔ کنز دانو میں پورا شیطان
عاشق میں ہی ہوا عشق معشوقوں کی عمت پائی
رشک رقیبوں میں رکھا رغبت رفیق میں ہی آئی
ہمہ اوست میں ہی ہو کر دلبر کی شکل جہان ہوا
بہاری آچاری زودھا دہاری ہو کر میں پھرتا ہوں
راج بہوگنے کو میں ہی کانشی کردت میں مرتا ہوں
باناسر ہو لڑا کرشن سے یدھ بیچ گھمسان ہوا
یادو چھپن کوٹ ہوا۔ بسدیو دیو کی نند ہوا

متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
ہوا بھکاری۔ چکرورتی میں ہی مہاراج ہوا
لوبھ مرکر جا بجا میں ہی تخت تاراج ہوا
متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بیٹھک روپ ہو بھیشم بھسماسر کو میں نے ہی کیا
ہری ہو کر کے ساتھ کملا کو بھی میں نے ہی لیا
متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
اگست ہو کر پیا سا گر جلدہ میرا سب موتر ہوا
بیاس ہوا ہوں میں ہی سکھدیو بڑا اوہدہوت ہوا
متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
غائب کل میں میں ہی مغلوب ہوا بن بیچاری
فاعل میں ہوں فعل۔ مفعول بنا ہو کر عاری
متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
نارد بن کر بجایا بینا پورا اودھوت ہوا
شیو شنکر کے ساتھ رہنے کو پریت اور بھوت ہوا
متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
وہ محبت مروت۔ محبوبوں میں آزمائی
در در دیکھی ومک دیدار دلبران درسائی
متی کلپنا۔ میں ہی سب پرانوں کا اب پران ہوا
تپ کر کے کٹھن۔ یوگی بھرشت ہو گرتا ہوں
رام کرشن کا نام لے شیو درگا کتھن کرتا ہوں
متی کلپنا۔ میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
پانڈو ہوا میں ہی دیوک اور دہرو آنند ہوا

برہم گیانی کا خیال

تتوسی - برہم اسمی کا ارتھ جان کر گیان ہوا
اگم انروچنی اودیا کا یہ جگ پر نام ہوا
بستو تستو اہمی رسمی میرے ہی کرشن اور رام ہوا
جدھر تدھر جو کچھ ہے سو میں ہوں طلب آسان ہوا
بہ ہوشام ایکو ہم دواوس مہاواک میں نے گایا
رام چندر بن وشسشٹ جی کا شش سرشٹی میں کہلایا
وسرت - لچھمن - بھرت شترگھن میں ہی پھر ہنومان ہوا
راون ہو کر میں نے ہی سیتا راتی کا ہرن کیا
ٹڈی دل بانر ریچھوں کا بناف اچر مرن کیا
لڑا اسورن کے میں ہی اور میں ہی رام کا بان ہوا
میں ہی بھوگی جوگی سوگی - روگی - بن کر روتا ہوں
بیراٹ - مات - وادا ست بن کر میں دمیں خوش ہوتا ہوں
کیا تیاگ دنیا کا دل سے سیش محل اودیان ہوا
کعبہ اور مدینہ - بیت اللہ - پھر میں ہی مکہ ہوں
سالک اور مجذوب ہوا میں عجب غضب کا دھکا ہوں
پڑھوں وظیفہ روزہ رکھ کر میں ہی ماہ رمضان ہوا
حضرت عیسیٰ میں ہی ویسا موسیٰ ہو مشہور ہوا
سولی پر مشغولی بھولی باطن میں مسرور ہوا
میں ہی ہوا انجیل میاں پھر میں ہی حدیث قرآن ہوا
پرتھوی جل آپ تیج وایو ہوں سورج تارا چندا ہوں
سرگ مرتیو پاتال لوک ہوں میں ہی پاک اور گندا ہوں

متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
دورت میرا ہوا ہے پدوت یہ بھرام ہوا
سرتی میں سرپم کھلا دم برہم حکم یہ نام ہوا
متی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
سرتیاں بنکر ود تتو ماستی مرد ہتا فرمایا
وششٹ ہو کر گیان میں نے رگھبر کو سمجھایا
متی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
رگھوپت بنکر باندھ پل اگم سندھ کا ترن کیا
اگنی لگا کر شترو راون کی لنک کا جرن کیا
متی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
بڑا وید ہوں اوشد کر کے روگ کو کھوتا ہوں
بابا میں ہی کسی کا بن جاتا - میں پوتا ہوں
متی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
عشق مجازی - حقیقی - قاضی حاجی حکا ہوں
شیعہ سنی - مذہب اسلام عام میں پکا ہوں
متی کلپنا - میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
شرع تیاگ کر ہوا تھا صوفی - پر میں ہی منصور ہوا
پھر میں ہوا شمس تبریز خدا کا نور ہوا
متی کلپنا میں ہی اب سب پرانوں کا پران ہوا
آسماں ہوں میگھ ہوں - پربت ہوں میں ہی پرندا ہوں
زندہ - رندہ - چرندا - میں ہی خدا اور بندہ ہوں

ہُوں۔ ذاتِ قدیم ہوں ✤

۴۹۵۔ سب سے نقطہ ہوں۔ بے آغاز ہوں۔ مَیں اور تُو دونوں کلپنا سے دُور ہوں۔ دوامی ایک رس آنند ذات حق بے دوئی۔ برہم ہوں۔

۵۰۱۔ آکاش کی طرح میں لوث سے دُور ہوں۔ سورج کی طرح اُس پر نور کی ہوئی چیز سے الگ ہوں۔ پہاڑ کی طرح بے حرکت ہوں۔ سمندر کی طرح بے کنار ہوں ✤

۵۰۲۔ جسم سے میرا تعلق اِس طرح نہیں ہے جس طرح آکاش کا بادلوں سے نہیں ہوا کرتا۔ اِسی واسطے بیداری۔ خواب سشپتی کی حالتیں میری نہیں ہیں ✤

۵۰۳۔ اُپادھی آتی ہے۔ وہی کرم کرتی ہے اور اُنکا پھل بھوگتی ہے۔ اُسی کو پیدائیش وفنا ہے۔ میں ہمیشہ پہاڑ کی طرح ثابت قدم رہا کرتا ہوں ✤

۵۱۰۔ حرکت اُپادھی میں ہوتی ہے۔ اور عکس کے ہلنے کو جاہل آدمی آرج کی طرح پر کاشمان اور بے فعل صاحب عکس آتما سے منسوب کر کے۔ کہا کرتے ہیں کہ ہائے میں مرا۔ مَیں ہی کرتا بھوگتا ہوں ✤

۵۱۹۔ اے گورو مہاراج آپ کو نمسکار ہو۔ اور پھر نمسکار ہو۔ آپکی کرپا اور مہربانی سے مَیں نے بے کانٹے چکرورتی راج کا سا جلال پایا ہے

۵۲۰۔ مَیں ایک بڑا بھاری خواب دیکھ رہا تھا۔ جس میں مایا سے پیدا شدہ جنم بڑھاپا۔ اور مرن سخت بھیانک تھے۔ روزمرہ پریشان وسرگردان تھا۔ سخت محنت اور کلفت سے دُکھ اُٹھاتا تھا۔ آہنکار کا خوفناک شیر جدا عذاب جان تھا۔ آپنے اِس خواب سے جگا کر میری ہر طرح حفاظت کی ہے ✤

۵۲۱۔ مہاراج آپ ذاتِ احد حق ہیں۔ ذاتِ بے نشان ہیں۔ ذاتِ پر جلال ہیں۔ جو کائنات کی صورت میں نمایاں ہو رہے ہیں۔ آپ کو بارم بار نمسکار ہو ✤

مرشد کی دعا کی تاثیر

زمیں میں آسماں میں اور خلا میں ——— اُسی کو دیکھتا ہوں ہر فضا میں
نہیں کچھ فرق کثرت اور خدا میں ——— مراتب ہیں یہ سب اُسکی رضا میں
ہوا جب سے ولِ درد آشنا کچھ ——— نہیں لکھا برہمن کی کتھا میں
بہ جانِ اظہارِ قربانِ ازل سے ——— یہی رشتہ ہے بندہ اور خدا میں
ہوا کرتا ہے پیدا عشق سے عشق ——— ہے کانِ عشق ذاتِ اولیا میں
جسے چاہے گھڑی میں بخشوا دے ——— ہے یہ تاثیر مرشد کی دعا میں

ہیں آتما و اناتما چیزیں کیا
ہے خواب کہاں اور ستیتی ہے کیا
دوری قرب دونوں چیزیں ہیں کیا

اچھا ہے کہاں و بُرا ہے کس جا
اور وہ کیا شے ہے جاگرت جسکو کہا
اندر باہر کا کچھ نہیں مجکو پتا

فکر و بیفکر آہ دونوں ہیں کہاں
ہے خوف کہاں اور کہاں ہے تریا
کچھ چیز نہیں ہے لطیف او کثیف

میرا ہی قیام اپنی عظمت میں سدا
میرا ہی قیام اپنی عظمت میں سدا
میرا ہے قیام اپنی عظمت میں سدا

بس بس ترورگ کی کتھا سب سُن لی
گیان کتھا سے بھی میں اب سیر ہوا

اور سن لیں سب کہانیاں یوگ کی بھی
ازبسکہ ہے آتما میں میری ستھتی

وویک چوڑامنی گورو کا خلاصہ اُپدیش - اور چیلے کا شکریہ

۴۸۳ - برہم اور آتما کی یکتائی جان لینے سے نہ تو بدھی رہی - نہ کام کی ہوس - میں اب نہ یہ جانتا ہوں اور نہ یہ - اہاہا - یہ سکھ کیا ہے - اور کتنا ہے - بحر بیکران ہے -

۴۸۴ - سروپ آنند کے امرت سے بھرپور - برہم روپ سمندر کی عظمت نہ تو زبان سے کہی جاتی ہے نہ من سے - سوچی جاسکتی ہے - میرے من کا یہ حال ہے جیسے برف کا ٹکڑا سمندر میں پڑا ہو - اُسکے ذرہ بھر آنند سے آنند ہی آنند ہوگیا ہے -

۴۸۵ - یہ دنیا کہاں گئی - کون لے گیا - کہاں لے ہوگئی ؟ کیا ہی تعجب کا مقام ہے کہ ابھی تو میں دیکھ رہا تھا - ابھی غائب

۴۸۶ - اکھنڈ آنند کے امرت رس سے بھرے ہوئے برہم روپ سمندر میں کیا تو چھوڑنے لایق ہے - کیا لینے لایق کیا تو مجھ سے جُدا ہے اور کیا مجھ سے علٰحدہ چیز ہے -

۴۸۷ - نہ یہاں میں کچھ دیکھتا ہوں - نہ سنتا ہوں - نہ جانتا ہوں - اپنے دوامی آنند روپ آتما سے ہی ناتم چیزوں سے جدا ہوں

۴۸۸ - اے مہاتما گورو تمہیں نمسکار ہو - تم بے لوث ہو - تم پُرشوں میں اعلیٰ و افضل ہو - دوامی بے دوامی آنند تمہارا سروپ ہے - غیر محدود ہو - ہمیشہ رحم و کرم کے سمندر ہو -

۴۸۹ - آپ کی کرپا درشٹی کے چاند کی چاندنی مجھ پر پڑتے ہی دُنیا کی کلفت دور ہوگئی - اور میں فوراً ہی اپنے بے زوال آتما نند کے اکھنڈ عظمت کو پہنچ گیا -

۴۹۰ - آپکی کرپا سے میں دھنیہ ہوں - کرتارتھ ہوں - سنسار کے مگرمچھ سے نجات یافتہ ہوں - دوامی آنند سروپ ہوں - اور پورن ہوں -

چیلے کا انوبھو

۴۹۱ - میں بے لوث ہوں - بے عضو ہوں - بے نشان ہوں - لا آفاقی ہوں - مسکن ہوں - بے حد ہوں - بے کدورت

ولے نادانی نزع کے وقت میں ثابت کیا
ولے نادانی نزع کیوقت میں آنکھیں کھلیں
کیا کمائی کر چلا دنیا میں آدم جنم پاۓ
منہ بہت چھوٹا خدا کی بات کچھ نہیں کہہ سکے
ہوگیا آنند سب دکھ دوند کا ٹا مول سے

سب لگانے تھے لٹیرے دیکھ مکت آنند آنکھ سے
جھوٹ کرتے پیا مکتی کوئی تیراب ہے نہیں
بہت کچھ امید تھی موچی نے موچی رہ گئے
پھر بھی چپ ہوتا نہیں مکتی عجب ہی رمز ہے
اب بھلے ہی جس کے دل آئے مکتی سو کہے

اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ بابا اب میں آئی جاگ

سادہ سنت سب میرے بھائی ہنس ہنس مجکو دیو دھائی
پرم سکھ کی نیند آئی عجب طرح کی رنگت چھائی

گرو نے دوجت بھنگ پلائی گیان گھٹا گھنگھور رچائی
بڑی دُور کی بات سُنائی۔ کہہ نہ سکوں جو دولت پائی

گورو مہاراج دل کی بجھ گئی آگ
نیتی نیتی کہہ وید بتاوے
نرمل سمرن چیت ہو جاوے
سب یہ جگت سپن کی مایا
درلبھ جنم سپھل کروایا
اب میرے کون کرے کھٹ راگ
بڑا جانے رمز ہماری
اہل چڑھو بے حد خماری
اب سوہے گورو نے دیو ہے سراغ
دھن جنم اور جگ کا میلا
جوس لنو گورو کا بیلا

اب مجھے میں ملا ہوں دمن بھاگ
گورو کرپا من کو آنند بھاوے
جب پایا آتم او لکھہ پاوے
ست گورو نے سندیہ مٹایا
ہنس ہنس پرم پرش پایا
اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ
جگت سے چھوٹ گئی اب یاری
ست گورو چرن کمل بلہاری
اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ
دھن دھن ست سنگ بیلا
گیان رنگ رنگی بانہہ ہو تھیلا

روزہ برت نماز نہ بھاوے
تب ہی رمز تتو کی بھاوے
سب ہی جھوٹا راگ
اسکے روپ پنچ آتم پایا
پد کرت کرت کرتار جتنہ پایا
ہے بہشت و بار بیر ماری
چمن لہماون میں اب جاری
دو بھگائے جیاہ چماری
دھن گرو اور دھن دھن چیلا
چیتن کارنی دہن اوجیلا
مکت آنند کہلو بھاگ

سنا دھیا جب تپ خود شہ ہاٹے
کم ہو وے زور بھنور اکھڑائے
اب مجھی میں ملا ہوں دمن بھاگ
وید پچن سے بھرم لٹوایا
ایک ایک سے پرم من کتایا
ناتی گورو چرن پر واری
بدھ ہونے لا چار بچاری
تار و تنک نہ لاگے باری
دھن دھن دیت یہ بیلا
سہجے کرتا [illegible] میلا
اب مجھے میں ہی ملا ہوں دمن بھاگ

اسٹانکہ گیتا۔ آتما میں سپچیلے کی شانتی

ہاتھوں میں لیا کشفِ حقیقت کا شوا
ہم دھرم کہاں اور کہاں کام گیا
مستقل جنر اب ہے میرے لئے کیا

اور دل میں شول تجوبی ہر جا
اور اب تجھ کہاں اور کہاں فہم و دکا
اور ماضی حال کیا ہیں میرے نزد

جو مجھ کو ہے۔ آتما ہی تکلیف
کثرت ہی کہاں اور کہاں وحدت ہے
بستہ وہ دونوں کا اب نہ [illegible]

سب میں گورو نکالا میں [illegible]
میرا ہی قیام اپنی خدا میں سدا
میرا ہی قیام اپنی عظمت میں سدا

دیا اپنی خودی کو جو ہٹنے مٹا۔ وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا — رہے پردہ میں اب نہ وہ پردہ نشیں۔ کوئی دوسرا اُسکے سوا نہ رہا

آنکس کہ خاک ما را کل کردہ خانہ ساخت — خود در میاں درآمد و ما را بہانہ ساخت

منڈک اپنشد ادھیائے ۲۔ کھنڈ ۲۔ منتر ۷ و ۸

منتر ۷۔ جو سروگیہ اور سب کا جاننے والا ہے۔ جسکی عظمت زمین میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ آکاش کی طرح محیط آتما چمکتے ہوئے برہم پور میں من روپ ہوکر رہتا ہے۔ پران اور جسم کا رہبر ہے۔ قلب کے نزدیک اناج میں جاگزیں ہے۔ آنند روپ اور امرت روپ ہوکر پرکاشمان ہوتا ہے۔ اور اُسکو گیانی لوگ گیان کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔

منتر ۸۔ جب یہ اعلیٰ و ادنیٰ آتما نظر آتا ہے تو قلب کی گرہ ٹوٹ جاتی ہے۔ تمام شک و شبہات جاتے رہتے ہیں اور کرم نہیں رہتے۔ ذرا باطن کی طرف مونہ موڑ کر دیکھو تم ہی ہو وہ جس کا جلال ہمالہ پہاڑ ظاہر کرتا ہے جسکی عظمت بحر نیلگوں جتاتا ہے

بگذر ز خویش و در خود آ یکبار — تا بدانی کہ ذو الجلال توئی

طالب۔ مہاراج! بس اب میری سمجھ (بدھی) میں راستی کی سمائی ہو گئی ہے و شکوک کی گرہ ٹوٹ گئی ہے۔

گیتا ادھیائے ۱۸ منتر ۷۳

آپ کی برکت سے میری عقل روشن ہو گئی — میں نے کامل طور پر اپنی حقیقت جان لی

مجھکو اطمینان و استقلال حاصل ہو گیا — بے تامل آپ کا ارشاد لاؤں گا جب

گیان کے انجن کی آنکھوں میں سلائی پھیر دی — کون دے سکتا ہے مکتی گورو کریا کا کچھ بدل

نہیں تھا تب سبھی کچھ دیکھا — دیکھنے کی نظر پائی تو نہ کچھ لکھا

آتما کے گیان بن ہوتا ہے راحت کب بھلا — بن کے تجلیٔ مکتی پھر بھی دُکھیا ہی رہا

کیوں نہیں لکھتے اُنہیں اندھوں کی فہرست میں تم — ڈھونڈتے مکتی اُسے حاضر و ناظر ہے سدا

کر گزر جلد ہی سے مکتی جو کچھ بن پڑے یہاں — پھر نہ جانے کیا بنے گردش میں ہیں ہفت آسماں

ملک مُردوں میں پڑا ہے خیر مانگے جسم کی — ہو گئی مکتی یہ ابد ہی وہی اندھا پھرے

عقل پر پردہ و مکتی ہوشیاری ہٹ گئی — فعل بد کرنے میں حاضر اور ناظر کا خیال

فعل بد کرنے میں ڈرتے ہم نشینوں سے سبھی — واہ مکتی بد ہی پھل داتا کا ڈر کچھ بھی نہیں

علم پڑھ عالم بنے اور پاس ڈرھ چڑھ کر گئے — جانتے مکت آنند تب کچھ جانا نہیں کیا چیز ہوں

بے مغز وقت کے مہمان دنیا میں سبھی — ہے یہی افسوس مہمان دار کوئی ہے نہیں

چار کہاں میں لکھہ چوراسی اور نہ کوئی دوجا — آپ ہی ٹھاکر آپ ہی سیوک کرت اپنی پوجا
آپ ہی داتا آپ ہی منگتا آپ ہی جوگی بھوگی — آپ ہی بشو آپ ہی بشنی آپ ویدآپ روگی
آپ ہی برہما بشن مہیشر آپ ہی شر زمنی ہو آیا — آپ ہی برہم سرومنی گاؤ بن ہوتی ترہہرت مایا
آپے کارج آپے کارن بشو روپ درسایا — پلٹو داس ورشٹ جب اٹے ستت کریں جب دایا

نظم

اے طالبان اے طالبان من باشما ہرجا ستم — ہم جلوہ گرہ دیدہ ہا ہم مضمر دلہا ستم
این دوری و مہجوریم از وہم پندار شماست — در نسبت خود باشما دریا و موج آسا ستم
با حسن خود در باختم من نردِ عشق و عاشقی — ہم لیلی و مجنوں منم ہم وامق و عذرا ستم
گاہے نیاز ایمان من گہہ بے نیازی شان من — این ہر دو مے زیبد بہ من ہم بندہ و مولا ستم
ہم صورت ناسوتیم۔ ہم معنے لاہوتیم — پنہاں تر از پنہاں وہم پیدا تر از پیدا ستم
بر عکس رسم این جہاں در پردہ می باشم عیاں — چندانکہ بے پردہ شوم در پردہ از اخفا ستم

نظم

یار کو ہر طرف عیاں دیکھا — حسن و خوبی میں لامیاں دیکھا
جب اٹھا یا نقاب اسم و صفت — رخ دلدار کو عیاں دیکھا
بے عدد کسوتوں کے پردہ میں — ذات واحد کو ہچپان دیکھا
کہیں گلشن میں گل شگفتہ ہوا — کہیں بلبل میں نغمہ خوان دیکھا
کہیں انساں ہوا فرشتہ کہیں — کہیں خالق کہیں جہان دیکھا
کہیں ساقی ہوا کہیں ساغر — کہیں وحدت کا می کشان دیکھا
زیر و بالا و ظاہر و باطن — جلوۂ ذات لامکان دیکھا

معرفت کی نظر سے جب جھانکا — ہر بدن میں اسی کو جان دیکھا
کل کو امواج کی طرح سوچا — ذات کو بحر بیکراں دیکھا
عرش اعلیٰ سے فرش پا تیں تک — ذات بیچون کا نشان دیکھا
کہیں اعلیٰ ہوا کہیں ادنیٰ — کہیں ظاہر کہیں نہاں دیکھا
کہیں خورشید ماہ تاباں کہیں — کہیں ساکن کہیں رواں دیکھا
جس طرف شوق سے نظر ڈالی — اس طرف یار کا نشاں دیکھا
کیا ہی مکتی نے جام ذوق دیا — قطرہ قطرہ کو بیکران دیکھا

اے پیارے طالب اس بندروالی مثل کو مت کرو کہ تنگ برتن میں ہاتھ ڈالکر مٹھی بھرلی اور پھر مٹھی تو کھولتا نہیں کہ ہاتھ نکلے اور لگا چلانے اور شور مچانے۔ ہاتھ کو یعنی مٹھی کو خالی کرنے سے آزادی ملتی ہے پس تمکو بھی چاہیئے کہ ہوش و حواس دمن و اندریہ کو سنگ کو چھوڑو صرف ایک دماغ و ایک جسم اور ایک بدہی میں اپنے تئیں قید کیوں مانتے ہو۔ بھنی کھولو اور تمام پرکرتی کو اپنی دلربا بنالو۔

عارف ۔ تو محدود طاقت والا کیونکر ہے۔ کچھ نہ کچھ کرنے کی طاقت تجھ میں بھی ہے جو کچھ کر سکتا ہے اور کرتا ہے وہی بتا تا کہ معلوم ہے کہ تو محدود طاقت والا ہے۔

طالب میں صبح اُٹھکر حاجات ضروری سے فارغ ہوکر اشنان کرکے کھانا کھاتا ہوں پھر کچھ دیر آرام کرکے دفتر جاتا ہوں۔ وہاں سے آکر پھر کھانا کھاتا ہوں اور کچھ سیر کو جاکر کلب میں اخبار پڑھتا ہوں رات کو سو رہتا ہوں۔

عارف ۔ اور بھی کچھ کام کرتے ہو یا نہیں؟

طالب مُطلق نہیں۔ البتہ گھر کا دھندہ اگر کچھ آگیا تو وہ بھی کرتا ہوں۔

عارف ۔ کام تو تم بہت کرتے ہو۔ مگر تم نے اُس کا بیان نہیں کیا۔

طالب ۔ بیشمار کام مجھ سے ہو ہی کہاں سکتے ہیں۔ جسقدر کام کرتا ہوں وہ بھی مشکل سے انجام پاتے ہیں۔

عارف ۔ لو سُنو! یہ جسم کس کا ہے؟

طالب ۔ میرا ہے۔

عارف ۔ اچھا یہ بتاؤ۔ جو کھانا تم کھاتے ہو اسکو ہضم کون کرتا ہے

جواب ۔ میں۔

عارف ۔ تمہارے جسم کی ناڑیوں میں خون بھی تم ہی چلاتے ہو۔ بال بھی تم ہی بڑھاتے ہو۔ گردے میں بول پیدا کرنے والے تم ہو پھیپھڑے میں دم تمہارا ہے۔ پٹھوں کو تم ہی ہلاتے ہو۔ ہڈی کو حرکت تم ہی دیتے ہو۔ علاوہ بریں بیشمار حرکت طبعی کے باعث ہو۔ چند کام نام تم نے کس طرح بتایا۔ خواب کی حالت میں سپن بناتے رہتے ہو۔ اور سُشپتی کی حالت میں بھی کوئی کام تمہارا بند نہیں ہوتا۔ اِس وقت بھی غذا ہضم کرتے جاتے ہو۔ اور ناخن بال وغیرہ اور اعضاء کو بڑھاتے جاتے ہو۔ تمہیں نیند کہاں؟ سدا جاگتے ہو۔ **مصرع** کہاں خواب غفلت سدا جاگتا ہوں ✤

حالتِ شیرخواری میں بھی وہی تھے جو اب ہو۔ خواب میں بھی وہی ہوتے ہو جو بیداری میں ہو۔ جس طرح تم ایک جسم میں عقل کی کارستانیاں۔ خون کا دوران اور نشو ونما کراتے ہو ویسے ہی دیگر اجسام میں بھی سب کارگیریاں کر رہے ہو۔

پتے پتے میں تمہارا ظہور ہے۔ تم کیسے کہتے ہو کہ میری طاقت محدود ہے۔

پرسن اینڈ سرسن بہ منتر ۱۱

تمام اندریوں کے ساتھ گیان آتما۔ پران اور مہا بھوت جہاں قیام پذیر ہیں اس اکشر کو جانتا ہے۔ وہ سروگیہ ہوتا ہے اور سب میں دخل پاتا ہے ✤

بشکن ہلہ بند کالبد را	آزاد کن از زمانہ خود را	رو ترک بگوئے نیک و بد را	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
ہر چند طلسمِ این جہانی	در باطنِ خویشتن تو کانی	بکشائے دو دیدہ نہانی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
لعلی بہ میانِ سنگِ خارا	تا چند غلط دہی تو ما را	در چشم تو ظاہر است یارا	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
تا کہ ز پہ تو حقی تو	از جوہر فقر مطلقی تو	در بادۂ روح راوقی تو	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
دنیا چو نیست زود بگذر	زانسوئے جہان تازہ بنگر	ہیں! عہدِ قدیم یاد آور	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
ہر چند بصورت از زمینی	بسرشتہ گوہر یقینی	بر مخزنِ نور حق امینی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
چوں زادۂ پرتوِ جلالی	در طالع سعد نیک فالی	از بہر عدم تو چند نالی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ
خود را چو بہ بیخودی ببستی	میداں کہ تو از خودی برستی	وز بندِ ہزار دام جستی	آخر تو باصلِ اصلِ خویش آ

طالب۔ اگر سب ایک ہیں تو لوگوں میں عقل و جسم کا فرق کیوں ہوا۔ کوئی لاڑھ ہے تو بالکل اُجڈ ہے۔ کوئی پہلوان ہے کوئی مریض ہے۔ کوئی گدیلوں پر سوتا ہے۔ کسی کو زمین پر سونے کو جگہ نہیں ملتی۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ یہ تو صاف اندھیر ہے۔

عارف۔ پیارے اندھیر کرتے ہو۔ تم جو فرق دیکھتے ہو ایسی چھوٹائی بڑائی ست سروپ پرتما (حق تعالیٰ) سے اگر کبھی سچ مچ پیدا ہوئی ہوتی تو نا انصافی تھی۔

درحقیقت چھوٹائی بڑائی ہے ہی نہیں۔ جو اِدھر گدا ہے وہی اُدھر شاہ ہے۔ جسے یہاں مریض دیکھتے ہو وہی وہاں پہلوان ہے۔ جو اس جگہ جاہل سمجھا جاتا ہے وہی اُس جگہ ویدویاس ہے۔ چونکہ دراصل ایک ہی ہے تو اندھیر کیا۔ نا فرماتی کیسی؟

اودھوت گیتا میں آیا ہے

(۱) تو وہی برہم ہے (ایسا) تو مسی کلاموں نے آتما کو بیان کیا ہے پس آتما کے لحاظ سے تو وہی شدھ سروپ ہے اور آپا ہی کے دور کرنے میں تو سب میں سب (یکساں) ہے۔ جب تو سب جگہ سم روپ (سرو ویاپک) ہے تو اب پیارے تو کس لئے روتا ہے۔ (۲) یہ تتو (ذاتِ الٰہی) سب جگہ سب (برابر) ہے۔ سکھ دکھ سے رہت ہے۔ شوک و شوک یعنے غم و بیفکری سے پرے ہے گو پرشش کے خیال سے بھی دور وہ پرم تتو ہے۔ ایسے ہوتے ہوئے پھر تو کیوں روتا ہے۔ (۳) اُس ذاتِ حقیقی میں نہ بندھ کا درجہ ہے نہ موکش کا پد ہے۔ نہ پن نہ پاپ (ثواب عذاب) ہے۔ نہ پورن ہے نہ خالی ہے۔ ایسی حالت تو جانتے ہوئے تو کیوں روتا ہے (۴) بے شمار شرتیوں (مقدس کلاموں) نے یہ بات کہی ہے کہ آسمان وغیرہ یہ کل نام روپ سراب کی مانند ہے اور جب وہ ذات سب جگہ ایک اور سم (برابر) ہے تو پھر بھلا کس لئے روتا ہے۔

طالب۔ کہاں انسان کی طاقت محدود ہے۔ کہاں خدا قادرِ مطلق مجھ بندے کو اس مالکِ کلی سے کیا نسبت۔

بے لوث (نرلیپ) ہے جسم یا عقل کے قصوروں اور گناہوں سے کبھی تر دامن نہیں ہو سکتا۔

مُرغابی خواہ گدلے پانی میں رہے خواہ گنگا جل میں کبھی بھیگتی نہیں۔ ویسے ہی آتما خواہ پاک بدہی اور جسم میں دیکھا جاوے خواہ ناپاک میں سدا شدھ اور نیارا ہے۔ گنگا جل میں یا چمار کے گھڑے میں۔ یا سونے کے برتن میں۔ جب سورج کا عکس پڑتا ہے تو اس سے سورج کو بھلا کیا فرق ہو سکتا ہے (یعنے عکس میں کوئی فرق نہیں ہو جاتا۔ گو وہ پانی کسی قسم کا ہو) ویسے ہی آتما (یعنے اصل نیا آپ) جسم و عقل کے ناقص ہونے پر ناقص نہیں ہوتا۔

اور سنو! ہے کوئی بشر اپنے اوپر الزام آنے دیتا۔؟

علانیہ جرم کا مرتکب ہو چکا ہے۔ تو بھی اپنے الزام کا دھبہ کسی غیر کے ماتھے لگانے کی ترکیب کریگا۔ اپنی تیوریوں سے زبان سے چلا چلا کر پکارے گا کہ میں بے قصور ہوں۔ بے داغ ہوں۔

سرکاری عدالتوں میں پوچھا جاتا ہے کہ تم نے فلاں جرم کیا۔ ملزم بولیگا حضور ہرگز نہیں۔ اگر بعد ثبوت جرم فرد قرار داد جرم لگایا جائے تو بھی ملزم سچا ہی ہے۔ حاکم مقدمہ کی اصلیت کو نہیں پہنچا۔ اپیل دائر ہوا اور اپیل والے نے بھی مجرم ہی قرار دیا تو (رعایت ہوئی ہے) رشوت کا لحاظ کیا ہے۔ قیدخانہ میں بھیجا گیا تو اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ ملزم عیب والا تھا۔ بلکہ سرکار کے گھر میں انصاف نہیں۔ عدالت اندھی ہے۔ دنیا بُرا کہتی ہے تو ساری دنیا پاگل ہے۔ مگر میں نہہ کلنک ہوں۔

ہاں۔ اے مرد بدنام دراصل تو نہہ کلنک ہے۔ بالکل بے عیب ہے۔ کیونکہ تیری ذات کے مقابل عیب ہرگز ٹھیر نہیں سکتا۔ البتہ اگر تیری خطا ہے تو یہ ہے کہ لاپرواہی سے اپنے شدھ اور اننت سروپ کو بھول کر اپنے تئیں ناپاک جسم اور عقل وغیرہ مان بیٹھا ہے۔ بلکہ اپنے باطن کے پاکیزہ کلام کو جو تجھے یہ جتلاتا ہے کہ تو پاک و شدھ ہے بگاڑ کر اسے اُلٹے معنے دے رہا ہے۔

تمہاری ذات اِس خیال کی تاب نہیں لاسکتی کہ تم ناپاک ہو۔ ہر ایک شخص کو چھوٹا بننے سے قدرتی عار ہے۔ پس اِس سے ثابت ہے کہ عصیان و تقصیر سے مبّرا اور معرّا تم ہو۔

تم جسم جسمانی ہرگز نہیں ہو جسم فضلے و میلے کا تھیلا ہے۔ یہ کسی کا بھی پاک نہیں ہو سکتا خواہ ہزاروں سال گنگا میں دھویا کرے۔

کبھی نہ ہووے شدھ کبھد یہ جل میں دہوئے
پیاز نہ کیسر ہووت جاوے کشمیر سے بوئے

پس تمہارے اندر سے جوش کے ساتھ یہ نوید سنائی دیتی ہے کہ پاک حق جو ہے سو ہی تم ہو۔ جسم نہیں ہو ناپاک اور محدود جسم و عقل کے خیال کو دور کرو۔ اپنی ذات مقدس میں جاگو۔

تا چند تو پس روی بہ پیش آ
در کفر مرو بہ سوئے کیش آ
در نیش تو نوش بیں بہ پیش آ
آخر تو باصل اصل خویش آ

عمریست کہ سیر غربتی تو
پابستۂ دام محنتی تو
چوں گوہر کان دولتی تو
آخر تو باصل اصل خویش آ

جنکو اپنی ہی عقل پر ہے ناز — منہ کے بل گرتے رہتے ہیں ہر بار
ایسے خود بین لوگ دنیا میں — کبھی پاتے نہیں ہیں جاہ و وقار
قول سعدی کا یاد ہے مجکو — اور دل و جاں سے ہوں میں اسپہ نثار
مرد باید کہ گیرد اندر گوش — گر نوشت است پند بر دیوار

نظرِ حقیقت سے کوئی بد نہیں ہے سب ست چت آنند ہیں۔ ہستی۔ علم۔ سرور ہیں برہم ہیں۔

طالب۔ توبہ۔ توبہ۔ ایسا کلمۂ کفر۔ ساری خدائی تو پکارتی ہے کہ ہم ظلوم و جہول ہیں اور آپ خواہ مخواہ انہیں برہم (خدائے پاک) گردانتے ہیں۔

عارف۔ پیارے طالب سخت حیرت ہے کہ آپ برہم کے ماسوا اور کچھ بھی نہیں ہو۔ سراسر برہم ہی برہم ہو اور پھر انکار کرتے ہو۔ ہر فرد بشر صدائے بلند سے پکار رہا ہے کہ میں پاک ہوں۔ سرور مطلق ہوں۔ میں مرنے والا ایک ہی ہوں۔ بالاترین ہوں وغیرہ وغیرہ۔ بس پر بھی آپ مکرتے ہیں۔

طالب۔ یہ اور بھی نئی (انوکھی) کہی۔ اوروں کو تو رہنے دیجئے بندہ اپنی بات بیان کرتا ہے کہ کبھی بھولے سے بھی نہ کہا ہوگا کہ میں برہم ہوں۔

عارف۔ اس سے ایک کوروچھینہ ہے آپ اور باقی سب لوگ سوہم۔ سوہم (انا الحق۔ انا الحق) کا لکچر اعمال کی زبان سے گا رہے ہو خواہ چہرے کی زبان سے انکار کر جاؤ۔ پر زبانی قیل و قال کی نسبت اعمال کا ڈھنڈورا زیادہ قابل اعتبار ہوتا ہے۔

ذکر ہے کہ ایک نوجوان شراب پی کر مست پڑا تھا۔ اسکے باپ نے آکر لعنت ملامت کی تو نوجوان صاف مکر گیا اور قسمیں کھا کھا کر بولا کہ میں نے شراب چھوئی تک بھی نہیں۔ پر مستی بھی کہیں چھپی رہتی ہے۔ نشہ آنکھوں میں شہادت دے رہا تھا۔ بو شراب کا اظہار کر رہی تھی۔ انکار کر ہی رہا تھا کہ قے آگئی۔ بھلا اب کیا چھپائے گا سہ

| نہیں چھپتا نشاں جو چھپائے لاکھ پردوں میں | ذرا پڑ تا ہے جس گُل پہ دامن کو ہے جابی کا |

زبان سے بہتیرا چھپانا چاہا۔ پر اعمال نے تشہیر کر ہی دیا۔

پیارے طالب۔ میں سوہم ستم آنند نہیں (تیری اصل آنند ہے) اس مسئلہ کو جتنا چاہو چھپاؤ چھپے گی ہر گز نہیں اور سوہم منہ سے تو میں پاپی۔ میں پاپی۔ کی گپ ہانکتے نہیں شرماتے۔ آرٹیل طور پر تو اترا سکے برخلاف یہ بتلانے والے کلمات کہے جاتے ہیں کہ میں بے لوث ہوں۔ سچا ہوں۔ پاک ہوں۔ صاف ہوں۔ آخر حقیقت کو کہاں تک کوئی دھوکا دیگا۔ جب کوئی چھوٹی سی غلطی بھی دکھلا دی جائے تو ناگوار گزرتا ہے۔ سہا نہیں جاتا۔ کوئی قصور ظاہر کر دیا جائے تو لڑنے کو تیار ہیں کہ میری عزت میں فرق آگیا۔ ایک چھوٹے سے بچے کو قصور وار ٹھیرا یا جاوے تو چڑ جانے لگا۔ ایک ادنی نوکر کو الزام لگایا جائے تو ناراض ہو جائیگا۔ اس قسم کے کردار سے صاف صاف یہی ٹپکتا ہے کہ ہر کوئی بلحاظ اپنی ذات کے پاک (شدھ) ہو

جنکے سینہ میں زنگ کا میل لگا ہوا ہے۔ اور جو صاف طبیعت درستی نہیں ہیں اُنکو چھوڑو۔ اہل باطن سے دریافت کرو۔ اور درستی پیشہ اشخاص سے پوچھو تو واضح ہو جائے گا کہ اُنکے عجیب و غریب تجربہ نے امر ذیل کما حقہٗ پایۂ ثبوت کو پہنچا دیا ہو کہ ہمارا دل کینہ وکدورت سے بالکل صاف ہو تو دنیا کی کوئی شے ہمیں ضرر نہیں پہنچا سکتی۔

آنند بھرے مہاتماؤں کے قریب غضبناک مجسم اصحاب بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں جنگلی شیر اور درندے بھی اُنہیں دیکھ کر اُلفت کرتے ہیں ؎

برمن از روشندلی وضع جہاں ہموار شد　　خار در پیراہن آتش گلستاں مے شود

طالب۔ تو پھر انسان دنیا میں کیوں پیدا ہوئے۔

عارف　　**کٹھ اپنشد ادھیائے ۲ منتر ۹**

جس طرح آگ ایک ہی اور دنیا میں داخل ہو کر ہر صورت کے لحاظ سے ویسی ہی شکل وارد ہو رہی ہے۔ اسی طرح سب کا اندرونی آتما ایک ہے۔ اور ہر صورت کے لحاظ سے شکل وار ہو کر بھی اِس صورت سے باہر ہے۔

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں　　گر یار ہیں تو ہم ہیں۔ اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل　　گر وار ہیں تو ہم ہیں اور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہے ہمیں سے گرجبر ہے و گر قدر　　مجبور ہیں تو ہم ہیں مختار ہیں تو ہم ہیں
میرا ہی حسن جگ میں ہر چند موجزن ہے　　لس پر بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں

جیسا حال ہو کہ جن سے سابقہ پڑے وہ تیرے ہی سروپ ہیں اور تیرا ہی ظہور ہیں۔

پھیلاکے دامِ اُلفت گھیرتے گھیراتے ہم ہیں　　گر صید ہیں تو ہم ہیں صیاد ہیں تو ہم ہیں
اپنا ہی دیکھتے ہیں ہم بند و بست یارو　　گر داد ہیں تو ہم ہیں بیداد ہیں تو ہم ہیں

نظر اندرونی ڈالنی چاہیئے۔ باہری و بیرونی نہیں۔

شنیدہ ام کہ صنمخانہ از زبانِ صنم　　صنم پرست صنم ہم صنم تمام ہمہ اوست
ایمانِ عالم از رخِ نورانی دوست　　کفرِ جہاں ز طرۂ زلفِ دوتائے اوست

صرف بے عیب ذات اللہ کی ہے۔

ذات اللہ کی ہے بس بے عیب　　ناقص عقلِ نوعِ انسان ہے
ورنہ جہاں میں گل ہے ہمراہِ خار　　اور قمر بھی ہے داغی ہیں شمار
کون کامل ہوا ہے دنیا میں　　ہے غلط کا عقل تیری بھی
غلطی سے نہیں جسے سروکار　　اس میں کیا شرم اور کیسی عار

یا شکت دگرفتاری) زائل ہو جائے یہ اسنسکت نام گیان کی پنجم بھومکا ہے۔

طالب۔ پدارتھ ابھاوتی کیا ہے؟

عارف۔ سروپدارتھوں کی اُدہشٹان برہم روپ کے گیان کر کے سب کا ابھاؤ یعنے یہ کہ سوائے برہم کے اور تمام شیار کو جو اعاطۂ بدھ میں آسکتے ہیں انیت (کالعدم) ابھاؤ والا پرتیت دیقین) کرنا۔ یہ پدارتھ ابھاؤنی نام گیان کی چھٹی بھومکا ہے۔

طالب۔ تریا کیا ہے؟

عارف۔ گیاتا دعالم) گیان دعلم) گی دمعلوم) جو چوتھی اور پانچویں بھومکا میں بھاؤ روپ (ثابت) اور چھٹی بھومکا میں ابھاو روپ دنفی) پرتیت ہوئے تھے۔ اب ان دونوں سے رہت اپنا آپ بھاستے ہیں اپنے بیگانہ سے فارغ۔ نہ میں نہ تُو۔ نہ یہ نہ وہ۔ صرف ذات ہی ذات۔ تریا ہے اور اسکو گیان کی ہفتم بھومکا کہتے ہیں۔

طالب۔ یہ بھومکا کس کے سادھن ہیں۔

عارف۔ اول تین بھومکات گیان کا سادھن ہیں۔

چوتھی بھومکات گیان روپ ہے۔ جیون مکت اور ودیہہ مکت کا سادھن ہے۔ پانچویں وچھٹی وساتویں۔ تین بھومکا جیون مکت کے خالص آنند یعنی سرور ابدی کا سادھن ہیں۔

طالب۔ اِن بھومکا کے جاننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔

عارف۔ انکے جاننے سے اپنی ترقی کی اوستھا یعنے طبیعت کا حال اور دیگر گیان والوں کی اوستھا یعنے طبیعت معلوم ہو سکتی ہے اور جو فرق کہ درمیان گیان والوں کے اوستھا کے ہے اُس کا باعث صرف بھومکا کی کمی وبیشی ہے۔ سو اس دریافت سے وہ گمان دل سے دور ہو کر طبیعت ترقی کی طرف راجع ہوتی ہے۔

پس اِس زندگی کے بسر کرنے کے لئے اِس مترک کا رستہ اختیار کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سوائے دکھ واوہم کے کچھ حاصل نہیں۔

طالب۔ ایسے سیدھے بننے سے آجکل کا زمانہ موافق نہیں ہو سکتا ہے۔ سیدھی لکڑی کو سب کوئی کاٹ لیتا ہے۔

عارف۔ پیارے طالب ٹیڑھی لکڑی سوائے جلانے کے کسی کام نہیں آتی ہے۔ سیدھی لکڑی کے مندروں درگاہوں میں شہتیر کا کام دیتی ہیں اور صاحبان شوقین ونازنینوں کے مبارک ہاتھوں کی عصا بنتی ہے۔ پس یاد رکھو ٹیڑھے کو تنزل اور تباہی ہی نصیب ہوتی ہے ؎

باصافاں مجادلہ باخویش دشمنی ست	سنگے زنی برآئینہ بر خود ہمے زنی
آسائش دوگیتی تفسیر ایں دو حرف است	بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

اِس رستہ کی سات ہیں جس میں آرام کا سامان موجود ہے۔

طالب۔ وہ سات فرودگاہ کون کون سی ہیں۔

عارف (۱) شبھ اچھا (یعنے نیک ارادہ)۔ (۲) سوچارنا (دانش حقیقی)۔ (۳) تن مانسا (شغل مراقبہ)۔ (۴) ستواپت (حصول ذات)۔ (۵) اسنسکت (بے اختیاری)۔ (۶) پدارتھ ابھاون (فنافی اللہ)۔ (۷) تریا (لاہوت)

طالب۔ شبھ اچھا کیا ہے؟

عارف۔ پورب جنم یا اس جنم کے نشکام (بے خواہش نتیجہ) کرم اور اپاسنا سے ایکاگر چت والے پُرش کو وویک (تمیز درمیان حق و باطل) ویراگ (ترک لذاتِ دنیا و عقبیٰ)، کھٹ سمپت (اس میں چھ امور شامل ہیں۔ سَم یعنے ضبط نفس۔ دَم (ضبط حواس) تتکشا (برداشت) اُپرام (آزادی) شردھا (یقین صادق)۔ سمادھانتا (بیداری و ہوشیاری)

( ) موچھتیا (خواہشِ رستگاری)

یہ چار سادھن ہو کر آتما کے جاننے کی اچھا یعنے خواہش ہونی۔ اس کا نام شبھ اچھا اور یہ اول بھومکا ہے۔

طالب۔ سوچارنا کیا ہے؟

عارف۔ آتما کے جاننے کا خواہشمند ہو کر برہم گیانی مہیت پُرش کی خدمت میں با ادب و انکساری حاضر ہو کر انکی زبان مبارک سے سخنان و ہدایت درباب ایکتا جیو و برہم سننے و سنکر ان کو اپنے من میں صدہا دلائل عقلی و نقلی ست منن کر کے یقین کرنا یہ سوچارنا ہے اسکو گیان کی دوسری بھومکا کہتے ہیں۔

طالب۔ تن مانسا کیا ہے؟

عارف۔ سرون منن کئے ہوئے ارتھ کو ساکشات (عین الیقین) کرنے کے واسطے بار بار چنتن کرنا یعنے برتی کو ادویت وستو کے اکاکار کرنا۔ تن مانسا ہے جو کہ گیان کی تیسری بھومکا نام سے نامزد ہے۔

طالب۔ ستواپت کیا ہے؟

عارف۔ سرون منن ندھیاسن کئے ہوئے ارتھ کا ساکشات انبھو ہو کر سنسے (وہم) اور وپرجے (ایک شے میں دوسری شے کا علم) رہت۔ نروکلپ (بے خیال) استھتی (قیام) ہونی یعنی چت کا شدہ ستوگن (صفتِ خالص) روپ ہونا ستواپت ہے اور گیان کی چہارم بھومکا ہے۔

طالب۔ اسنسکت کیا ہے۔

عارف۔ نروکلپ سمادھ کے ابھیاس سے دیہہ میں ہر طرح عقدہ میں بھری۔ کا نشان بھی نہ رہنا۔ اور دیہہ میں پرچیت محبت

کا خریدار ہے۔ نہ من ومائی کا اہنکار ہے۔ یہ وہ مہاں آتما ہے کہ اگر بادشاہ کی گود میں ہوں تو لات مارنے اور پیشاب کرنے میں سنکوچ نکریں۔ انکی بے پرواہ اندیتک ہوا کرتے ہیں۔ ہر طرف سے وید کی دہنی ثناخوان سب مگر یہ ہیں کہ کسی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

پیارے طالب اگر تم ایسی حالت بہم پہنچاؤ تو تمہارے واسطے یہ عذاب دنیا خلد بریں بنجائے۔

طالب۔ میں پانچ ہاتھ کا نوجوان نابالغ بچہ کس طرح بن سکتا ہوں۔ آپ تو مخول اڑاتے ہیں۔

غضب کرتے ہو ظالم آگ پانی میں لگاتے ہو

عارف پیارے طالب یہ ہنسی نہیں ہے۔ یہ آب حیات ہے۔ اگر کوئی پیے تو حیات ابدی حاصل کرے۔ یہ میں بھی جانتا ہوں کہ نوجوان ہے۔ بات تو اسی میں ہے کہ اس نوجوانی کی خیرو اجب امنگوں کو خیرباد کہکر مثل بچہ کے اپنے اندر سے غیریت۔ کام۔ کرودہ لوبھ۔ موہ کو نکالدے۔ خودبینی وغیر بینی سے کنارہ کش ہوجائے تو وہی اوصاف تجھ میں ہیں اور وہ تیری ذات معلا ہے۔

جب خودی دل سے دور ہو جائے	حق کی سوگند پھر خدا ہیں ہم
آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں	ذات مطلق میں مری طفل نہیں جوان نہیں

گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے

[illegible]	جس نے اپنے من کے بس میں کر لیئے بلکہ تو سا	ارتکاب فعل میں آزاد ہے وہ خود شناس
[illegible]	فعل کی زنجیر سے دنیا فنا انسی کے سوا سے	ن رہے تو کام ہر لیکن نہ اس میں دل لگا
[illegible]	بے گناہ ہے آب حیوان پی نے وحدت کا پیا	جام خودبینی جو پیتا ہے وہ پاتا ہے سزا
[illegible]	فعل کے کرنے نہ کرنے کی سے پروا نہیں	لذت دنیا کی جانب اس کا دل جاتا نہیں
[illegible]	کام سے انجام تو لیکن اس میں آغشتہ نہو	راحت دل ہے میسر ہے تمنا شخص کو

طالب۔ مہاراج یہ بھی مشکل معاملہ ہے۔ اور کوئی سیدھا سادا اُپدیش کیجیے؟

عارف۔ تو سنو ایک اور رستہ بھی تمہارے واسطے بتاتا ہوں۔

اس رستہ کے دو طرف سایہ دار درخت ہیں اور مناسب فاصلہ پر فرودگاہ و چاہ وغیرہ موجود ہیں۔ جو لوگ اس راہ سے اس سفر کو طے کرتے ہیں وہ بارام منزل مقصود پر پہنچتے ہیں۔

طالب۔ وہ سڑک کونسی ہے؟

عارف۔ وہ سڑک علم حق (گیان) ہے اور اشجار دورویہ قناعت و ترک ہیں۔ جس کا پھل راحت ہے۔ اور منزل یعنی فرودگاہ

دہیان سے برہمانے آنکھ کھولی تو وشنو بھگوان نظر سے مخفی پائے۔ اور سات سرسٹیاں بھی اب نظر نہیں آتی تھیں لیکن انکی جگہ اننت آکاس میں سات روشن ستارے بیشک تھے۔ جو برہما سمجھا کہ سات بھائیوں کی سرسٹیاں ہیں۔

کٹھ اپنشد دوسرا ادہیاے ولی ۴ منترا

سویمبھو ایشور نے اندریوں کے سوراخ بیرونی رخ کر دیئے ہیں۔ اسواسطے آدمی باہر کے رخ دیکھتا ہے نہ کہ اندرونی آتما کو۔ کوئی بِرلاہی گیانی لافانیت کی چاہ سے آنکھ کو پلٹ کر اندرونی آتما پر نظر کرتا ہے۔

طالب۔ آپکا فرمانا بجا ہے۔ مگر یہ بہت مشکل و کٹھن و دقیق ہے۔ ہم کیونکر کرسکیں گے۔

عارف۔ مانا سخت مشکل ہے۔ لیکن اسکے بغیر چین بھی کہیں نہیں ملنے کا۔ گو یہ دوائی مہنگی ہے مگر بے بدل ہے۔ مرض مہلک کا اس بغیر کوئی علاج نہیں۔ پس جتنا مشکل ہے اتنا ہی اشتیاق زیادہ کرو۔

ہمی راتیز ترمیخواں چو محمل راگراں بینی ۔۔۔ نوا را تلخ ترمیزن چو شوق نغمہ کم یابی

طالب۔ میرے چند احبابوں کو ویدانت کا شوق ہوا تھا۔ انہوں نے چند روز ٹکریں مار کر آخر اسکو چھوڑ دیا۔ کیونکہ کچھ سرور (رس) نہیں آیا۔

عارف۔ کیا تعجب کی بات ہے۔ یہ مثال اس لومڑی کی صادق آتی ہے کہ انگور تو ہاتھ نہیں آئے اور کہدیا کہ ابھی کچے ہیں۔ کون دانت کھٹے کرے۔ پیارے طالب پست ہمتی کو ترک کرنے سرون (علم الیقین) منن (عین الیقین)، ندہیاسن یعنے حق الیقین کے منازل کو طے کرو۔

برہدارنیک اپنشد ادہیاے ۴ برہمن ۵ منتر ۶

یاگیہ ولک نے کہا کہ خاوند کی خاطر خاوند پیارا نہیں ہوتا۔ اپنی خاطر خاوند پیارا ہوتا ہے۔

بیوی کی خاطر بیوی پیاری نہیں ہوتی — اپنی خاطر بیوی پیاری ہوتی ہے
بیٹوں کی خاطر بیٹے پیارے نہیں ہوتے — اپنی خاطر بیٹے پیارے ہوتے ہیں
دولت کی خاطر دولت پیاری نہیں ہوتی — اپنی خاطر دولت پیاری ہوتی ہے ۔۔۔ وغیرہ وغیرہ

طالب۔ یہ سب راستے ٹیڑھے ہیں مجھے تو کوئی آسان و سیدھا راستہ بتلایئے۔

عارف۔ دیکھو سامنے وہ ننھا بچہ کھیل رہا ہے۔ سب کو کیسا پیارا نظر آتا ہے کہ سب دیکھنے والے بلائیں لیتے ہیں۔ ماں باپ بھائی بہن فدا ہو رہے ہیں۔ نہ اسکو کھانے کی فکر نہ پینے کی۔ نہ اوڑھنے کا خیال نہ بچھانے کا۔ اسکی نظر میں دوست و دشمن یکساں ہیں۔ اسکی نگاہ غیریت سے پاک ہے۔ نہ بندہ سے کام نہ خدا سے کلام۔ نہ نیکی سے خوش نہ بدی سے بیزار۔ نہ دنیا کی فکر نہ عاقبت

ہوئی اور سندھی کے ایام گذرنے پر سرشٹی کرتا برہما کی یوگ نندرا سے آنکھ کھلی۔ اور اُسکے من میں یہ سنکلپ ہوا کہ میں قاعدہ کے موافق سرشٹی کی رچنا کروں لیکن برہما دیکھتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ سات سرشٹیاں پہلے ہی سے موجود ہیں۔ زمین و آسمان ہے۔ چاند و سورج ہیں ستارے ہیں۔ ہر ایک نظام اپنے اپنے آفتاب کے گرد حرکت کر رہا ہے۔ اور اُن نظاموں میں جو کُرے ہیں وہ موالید ثلاثہ یعنی جمادات۔ نباتات۔ حیوانات سے کھچا کھچ بھرے ہوئے ہیں۔ پرتھوی بھی ہے اور اُس میں آدمی۔ جانور۔ دریا۔ پہاڑ جنگل شہر سب کچھ موجود ہیں۔

سرشٹی کا برہما حیران اور پریشان کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ سرشٹی کا پیدا کرنے والا تو میں ہوں۔ میں نے ابھی کوئی سرشٹی رچی نہیں۔ یہ سات سرشٹیاں آئیں تو کہاں سے آئیں۔ بار بار آنکھ ملی کہ میں کہیں سوتا تو نہیں۔ لیکن جب پھر کھولی تو وہی ساتوں سرشٹیاں سامنے موجود تھیں۔ کسی طرح یہ اسرار اس پر نہ کھلا اور عقل عاجز آگئی۔ تو اُس نے اپنے دل میں اپنے رشٹ دیو یعنی شری بھگوان کا دھیان کیا اور تہ دل سے دعا کی کہ میری مشکل کو رفع کیجے۔

مہاتماؤں کا قاعدہ ہے کہ انکی دھیان کی شکتی بہت پربل ہوتی ہے۔ چنانچہ برہما نے جب سچے دل سے دھیان کیا تو وشنو منو ہر مورتی اپنے سامنے کھڑی پائی۔ مہاراج نے پوچھا کہو برہما جی کس فکر میں ہو سرشٹی کی رچنا کیوں نہیں کرتے۔ برہما نے ۹ ساتوں سرشٹیاں دکھلا کر کہا مہاراج میں کیا رچنا کروں۔ سات سرشٹیاں پہلے ہی موجود ہیں۔ وشنو بھگوان مسکرائے اور بولے برہما تمہیں ان ساتوں سرشٹیوں سے کیا سروکار پڑا ہے تمہارا جو کام ہے یعنی اپنی سرشٹی رچنی وہ رچو۔ اور کسی کے معاملے میں کیوں پڑے۔ دانا اپنے کام سے کام رکھتا ہے اُسے دخل درمعقولات سے واسطہ نہیں ہوتا۔ برہما نے متنبہ ہو کر کہا۔ مہاراج آپنے سچ فرمایا۔ بیشک مجھے اپنا کام کرنا چاہیئے۔ لیکن مہربانی فرما کر ان ساتوں سرشٹیوں کا راز مجھے بھی بتایئے۔ وشنو بھگوان نے بوڑھے برہمن کے ساتوں لڑکوں کی کہانی سُنائی اور کہا کہ ان ساتوں کا مضبوط و مستحکم سنکلپ یہ تھا کہ ہم ایشور ہو جاویں

چنانچہ یہ جگت سارا سنکلپ کا کھیل ہے۔ اپنے خیال کی مضبوطی و استحکام سے وہ ساتوں سات سرشٹیوں کے ایشور ہو گئے۔ جس طرح کہ تم اپنی سرشٹی کے ایشور بنو گے۔ اُنہیں کی طرح پہلے تم بھی آدمی تھے۔ تم نے بھی ایشور بننے کے لئے تپ کیا تھا۔ اِس کا پھل یہ ہے کہ آج تم اِس اعلیٰ پدوی پر پہنچ گئے ہو۔

برہما نے یہ سنکر اپنے پہلے جنم کا دھیان کیا۔ جسنے اُسے ایشور کی پدوی کا مستحق بنا دیا۔ دھیان میں کیا دیکھتا ہے کہ ایک کھتری راجہ جو اب بان پرستھ آشرم میں ہے ایک جنگل میں کٹی بنا کر رہتا ہے۔ اور اسی طرح اپنے سنکلپ میں اشومیدھ یگ کیا کرتا ہے۔ جیسا برہدارنیک اپنشد میں ابتدائی حصہ میں بیان کیا ہوا ہے۔ چونکہ اس راجہ کا سنکلپ ایشور بننے کا تھا۔ اِس کلپ میں آکر برہما ہوا۔ اور وہ میں ہوں۔

جیسا جسنے اپنے آپ کو مان رکھا ہے ویسا ہی وہ ہے۔ سری بھگوان نے گیتا میں کہا ہے جیسی جسکی شردہا ہوتی ہے ویسا ہی وہ ہوجاتا ہے۔ پس جس طرح ہم اپنے آپ کو یہ مانے ہوئے ہیں کہ ہم آدمی ہیں۔ بیماری و تندرستی ہمیں ستاتی ہے مفلسی سے ہم دق رہتے ہیں۔ اسی طرح ہم یہ کیوں نہ مانیں کہ ہم ہی برہما بن کر اس جگت کو رچتے ہیں۔ وشنو بن کر اسکی پالن کرتے ہیں شیو بن کر اس کا سنگھار کرتے ہیں غرض ہم ہی ایشور ہیں سبکے اوپر اور کوئی ایشور نہیں ہے۔

بھائی یہ سنکر حیران تو ہوئے لیکن تھے پنڈت کے بیٹے۔ اور آپ بھی پڑھے لکھے آدمی تھے۔ سب ایک زبان ہوکر بولے حقیقت میں بات تو اسیطرح ہے۔ لیکن ایشور کے درجے کو پہنچنے کا راستہ کیا ہے۔ پرمیشری نے کہا وہی جو بھگوان نے گیتا میں کہا ہے جسکی جیسی شردہا ہے ویسا ہی وہ ہے پس اس شردہا کو مضبوط کرنا چاہیئے کہ ہم آدمی نہیں۔ ایشور یا خدا ہیں جس طرح انسانیت کے خیال نے مضبوط و مستحکم ہوکر ہمیں انسان بنا دیا ہے۔ اسی طرح خدائی کا خیال مضبوط و مستحکم ہمیں خدا بنا دیگا اور ہم کسی کے تابع نہیں رہینگے۔ ایشور سے اونچا درجہ تو اس جہان میں کسی کا نہیں۔

چنانچہ سبنے باہم مشورہ کرکے یہ قرار دیا کہ یہاں ہی گنگا کے کنارے بیٹھکر سمادھی لگایا کریں کہ ہم ایشور ہیں۔ صبح و شام دونوں وقت سب ملکر بیٹھ جاتے اور اپنے خیال میں اپنے آپ کو ایشور سمجھتے۔ ابھیاس بڑی چیز ہے۔ کچھ عرصہ تو دھیان جمانے میں وقت پیش آئی۔ لیکن جسقدر مشق و مزاولت بڑھتی گئی اس دھیان میں پختگی اور پریشانی کی بجائے لطف آنے لگا۔ اس طرح ساتوں بھائیوں کو مشق یا ابھیاس کرتے کئی سال گزر گئے۔ اس عرصہ میں انکے لڑکے بڑے ہوگئے۔ اور انہوں نے ارادہ کیا کہ گھربار انکے حوالے کرکے آپ کسی پہاڑی الکانت کی جگہ جاکر اپنے ابھیاس کی تکمیل کریں۔ چنانچہ نیپال کی پہاڑیوں میں جاکر اور ایک دلفزا مقام دیکھ کر بیٹھ گئے۔ یہاں پر جنگل میں پھلدار درخت تھے اور شور و غل نہیں تھا۔ اور دھیان ہٹانے کے سامانوں میں سے یہاں کوئی نہ تھا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں انہوں نے اپنے ابھیاس میں ترقی کرلی۔ پھر تو یہ حال ہوا کہ کئی کئی دن دھیان جمائے بیٹھے رہتے تھے کہ ہم ہی برہما بن کر جگت کو پیدا کر رہے ہیں۔ اور وشنو بنکر اس کا پالن کر رہے ہیں۔ سمادھی لگانے والے کی کیفیت جب اس طرح کی ہوجاتی ہے تو جسم اور ضروریات جسم کا خیال اسکو نہیں ستانے پاتا۔ اور تھوڑے عرصہ میں شریر چھوڑ کر وہ بالعموم مرجاتا ہے۔ چنانچہ انکا بھی اسی دھیان میں بیٹھے بیٹھے شریر چھوٹ گیا اور جنگلی جانور انکا گوشت و پوست سب کھا گئے۔ اے پیارے طالب! ان ساتوں بھائیوں کا تو یہ حال ہوا۔ ایک اور حال سنیے۔

آپکو معلوم ہے کہ یہ جگت پیدا ہوتا ہے۔ کلپ کے اخیر تک رہتا ہے اور پھر فنا ہوجاتا ہے۔ پیدا ہونے کو سرشٹی کہتے ہیں فنا ہونے کو پرلے کہتے ہیں بیچ کا حصہ کلپ کہلاتا ہے۔ چنانچہ جس کلپ میں یہ ساتوں بھائی پیدا ہوئے تھے اسکے خاتمہ پر پرلے

تم کو سوچنا چاہیئے کہ پتا تو مر گئے اب ہر ایک کو کیا کرنا چاہیئے جس سے زندگی نہایت کار آمد ثابت ہو۔ تم سب مجھ سے کہو کہ کیا کام کرنا چاہتے ہو۔

سب سے چھوٹا بھائی جو نوجوان اور کثرتی بدن کا تھا۔ اُسنے کہا کہ میں تو فوج میں بھرتی ہونگا اور طاقت و سپہ گری کے جوہر دکھاؤنگا روپیہ کماؤں گا اور نام پیدا کرونگا۔

دوسرے بھائی نے کہا۔ میں کھیتی باڑی پسند کرتا ہوں۔ گاؤں والوں کی طرح گھر پہ ہی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔

تیسرا بولا۔ میں بنارس میں کتب فروشی کی دوکان کھولا چاہتا ہوں۔

چوتھا بولا۔ میں چھاپہ خانہ کھول کر کتابیں اور رسالے چھاپنا چاہتا ہوں۔ بڑے نفع کی چیز ہے۔ اِس میں شہرت بھی نصیب ہو سکتی ہے

پانچواں بولا۔ میں کسی پاٹ شالا میں پڑھانے کی نوکری کرونگا۔

چھٹے نے کہا۔ پر میسری ہم تم دونوں پنڈت ہیں۔ اور ہم نے اعلیٰ درجے کی ودیا پڑھی ہے۔ چلو ملکر امیروں اور رئیسوں و راجاؤں کے ہاں چلیں۔ انہیں اپنے علم کا کمال دکھائیں تو ہماری قدر ہوگی۔ وہ ہمیں روپیہ دینگے اور ہماری زندگی خوشی کیساتھ گذریگی

اب سب بڑے بھائی کی طرف متوجہ ہوئے کہ تم بھی اپنا ارادہ ظاہر کرو۔

اُسنے کہا میں تمہارے ارادوں کو بڑے غور سے سن رہا ہوں لیکن افسوس تم سب بہت ہی پست حوصلہ ہو۔ بلند نظر نہیں۔ نوکری کھیتی باڑی۔ دوکانداری۔ کارخانہ داری۔ یا پنڈتائی میں کیا رکھا ہے۔ ہمیشہ اوروں کا ہی دست نگر رہنا پڑیگا۔ نوکر آقا کا غلام ہے۔ پنڈت ججمان کا دست نگر ہے۔ دوکانداری و کارخانہ کا حصہ خریداروں پر ہے۔ کاشتکاری کا حصہ بارش پر ہے۔ تعجب ہے کہ تم سب ایسی کم نظری اور پست حوصلگی کے دلدادہ ہو۔ بھائی کہنے لگے تو ہم سب کیا بنجاویں۔ جو ہر طرح کے فکر و تردد سے رہائی پاکر بالکل آزاد زندگی بسر کریں۔ کیونکہ دنیا میں وہ شخص کونسا ہے جو فکر و افکار سے خالی ہے۔

اہلکار و تاجر و صناع و بیرسٹر حکیم
جس کو دیکھو انجمِ افکار سے ہے دل دونیم

ہائے اے دنیا کے دھندے تم سے فرصت ہے کسے
بستۂ زنجیر یکساں ہی ہیں نادان و فہیم

مفلسوں کو گر ادھر نانِ شبینہ کا ہے فکر
ہے اُدھر زردار کو بھی دزدی و سرقہ کا بیم

صاحبِ تصنیف کو ہے نکتہ چینوں سے خطر
نکتہ چینوں کو ہے خود قانون سے خوفِ عظیم

شہ سے لرزاں ہے رعایا اور رعایا سے وہ خود
ایک سے ہے ایک خائف واہ رے خوفِ عظیم

بڑے بھائی نے کہا بیشک تم نے سچ کہا یہ دنیا آلام و افکار کا گھر ہے۔ مگر کبھی یہ بھی سوچا کہ اس میں قصور کس کا ہے۔ خود آلام و افکار میں رہنے والوں کا۔ میرے بھائیو جگت کچھ نہیں ہے۔ فقط نیرنگ خیال کا جلوہ ہے۔ من کا کھیل ہے۔

میں بسر کرے اور روح کو جسکے سامنے جسم و لباس کی حیثیت بھی نہیں رکھتا یاد ہونے دے اور نہ جانے نہ پہچانے
لے غرض جسم روپی سیپ سے موتی نکال لے۔ پھر یہ سیپ خواہ ٹوٹے خواہ رہے۔ تمہاری بلا سے یہ موتی آتم گیان (معرفت
ذات) جب زبانی جمع خرچ سے تجاوز کرکے جگر میں گھر کرتا ہے۔ روم روم میں رچ جاتا ہے۔ رگ و پے میں دخل پاتا ہے تو خدا کی
بادشاہت میں قدم رکھا یا تختِ حقیقت پر پیر لٹکایا۔ اُدھر اقبال چاکر ہوا۔ ملائک فرماں بردار بنے اور کوئی ضرورت نہ رہنے پائی
جو خود بخود پوری نہ ہو گئی۔ وہ عارف کامل جو اِس بہتان کو نفی کر چکا ہے کہ میں جسم یا جسمانی ہوں اور سدا اپنی ذات کے جلال
میں جلوہ گر رہے اپنی مہما میں مست پڑا ہے اُسی کی ڈرشٹی سرشٹی بنتی ہے۔

طالب۔ مہاراج! مجھے سرشٹی بننے کا حال سمجھایئے کہ انسان کس طرح اسقدر طاقت بہم پہنچا سکتا ہے۔

عارف۔ مثال کے طور پر تمہیں اس راز کو سمجھاتا ہوں۔ غور سے سننے کے قابل ہے۔

شہر بنارس سے تھوڑے فاصلہ پر دریائے گنگا کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔ وہاں پر زیادہ تر آبادی برہمنوں کی تھی۔
ایک برہمن بوڑھا ہو گیا تھا۔ مگر تندرستی اچھی تھی۔ اِس حالت میں بھی پیادہ پا بنارس جاکر پڑھایا کرتا تھا اور شام کو گھر واپس
آجاتا تھا۔ اسکی بیوی بھی حیات تھی اور اُسکے سات لڑکے تھے جنکی شادیاں ہو چکی تھیں۔ اور صاحبِ اولاد تھے سب سے بڑا
لڑکا پنڈت تھا اور اس کا نام **پرمیسری** سہائے تھا وہ اپنے باپ کو پاٹ شالہ کے کام میں مدد دیا کرتا تھا۔ اِس پنڈت کی
آمدنی سے خرچ کسیقدر زیادہ تھا۔ کیونکہ کنبہ بڑا تھا۔ اِس وجہ سے بیاہ شادی کے موقعہ پر قرض بھی لینا پڑتا تھا۔ مگر بعد میں آہستہ
آہستہ اُتار دیا کرتا تھا۔

اُسی برس کی عمر تک اسی طرح کنبہ کا گذارہ ہوتا رہا۔ آخر جان گزران ہے۔ وہ دن بھی آگیا کہ بوڑھے پنڈت کا انتقال
ہو گیا۔ اور بنارس میں اسی گھاٹ پر پھونک پھانک کر اُسکے لڑکے گھر واپس آئے۔ مرنے کا غم سب کو ہوا ہی کرتا ہے۔ مگر بڑا
لڑکا پرمیسری سمجھدار تھا اُسنے سب کو تسلی دی اور سمجھا کر کھانا کھلوایا۔ رات کے وقت سب اُداس بیٹھے تھے۔ پرمیسری
نے کہا کہ پورنماشی کی چاندنی کھلی ہوئی ہے۔ تسکین و سکوت کا سماں ہے۔ گھر بھیانک معلوم ہوتا ہے۔ تو سری گنگا جی کے
کنارے چل کر گشت کریں تاکہ طبیعت سے غم دور ہو کہیں بیٹھ کر گیان دھیان کی باتیں کرینگے۔ اِس رائے کو سب نے پسند کیا اور
اُٹھ کر باہر آئے۔ اور گنگا جی کے کنارے پھرتے پھرتے دور نکل گئے۔ اور وقت معلوم نہ ہوا۔ آخر پھرتے پھراتے گنگا جی کے کنارے
ایک پُرانا مندر تھا وہاں پر جا بیٹھے۔

ساتوں بھائی کچھ دیر تو چپ چاپ بیٹھے رہے۔ آخر پرمیشری نے کہا کہ بھائیو میں تمہیں دانستہ اس وقت اِس مقام
میں لایا ہوں۔ گھر پر بیٹھے رہتے تو سوائے غم کے دل میں کچھ اور نہ ہوتا۔ یہاں شانتی ہے۔ اور سب کی طبیعت بھی شانت ہے

طالب - اگر میرا جسم آتما نہیں ہے تو آنکھ ضرور آتما ہے - کیونکہ آنکھ سے دنیا میں زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں ہے؟

عارف - نہیں - آنکھ آتما نہیں ہے -

طالب - تو کیا من آتما ہے؟

جواب - نہیں - من کا کام اضطراب کا ہے - ایک لمحہ میں عرش بریں - دوسرے میں تحت اسریٰ - اِس سبب سے من آتما نہیں ہو سکتا

طالب - پران آتما ہیں - کیونکہ پران کے سبب سے ہی انسان زندہ ہے - پران نہوں تو مردہ کہلاتا ہے -

عارف - پران بھی آتما نہیں ہیں - بلکہ آتما پرانوں کا پران یعنی جسکی شکتی سے پران کام کرتے ہیں - وہ آتما ہے -

طالب - میں تو سوائے پران کے دوسرا آتما نہیں سمجھ سکتا ہوں - بھلا سمجھایئے تو کہ پران کس طرح آتما نہیں ہے -

عارف - لو سنو! ایک شخص جانکندنی کی حالت میں سخت تکلیف کے سبب سے یہ کہہ رہا تھا کہ میرے پران کب نکلیں گے -

پس جو کہتا ہے کہ "میرے پران" یعنی پرانوں کا مالک جس سے چھوٹ پاکر پران عزیز بنتے ہیں جس آنند سروپ پر پران صدقہ دینے منظور ہوتے ہیں - وہ پرانوں کا پران آتما ہے -

کین اپنشد منتہ ۸

جو پران سے سانس نہیں لیتا - بلکہ جس سے خود پران سانس لیتے ہیں اُسی کو تو برہم جان -

تیتر اپنشد بھرگو ولی انواک ۶

اُسنے جان لیا کہ آنند برہم ہے تحقیقاً آنند ہی سے یہ سب بھوت پیدا ہوتے ہیں اور پیدا ہو کر آنند ہی سے جیتے ہیں اور آنند ہی میں جاکر لے ہو جاتے ہیں -

طالب - تو میں کون ہوا؟

عارف - تو ذاتِ احد سچدانند - بے تعلق و بے پیدائش برہم ہے -

طالب - مجھ میں یہ اوصاف کہاں ہیں - میں تو شبانہ روز فکرِ معاش وغیرہ میں مبتلا رہتا ہوں ~

فکرِ معاش و ذکرِ بتاں یادِ رفتگاں . دنیا میں آن کر بھلا کیا کیا کوئی کرے

عارف - تمہارے کھانے کو جو ہضم کرتا ہے - اور تمہاری رگ و پے میں خون چلاتا ہے - اور تمہارے جسم کو بڑھاتا ہے اور تمہارے پرانوں کی حفاظت بوقت خواب کرتا ہے - یہی وہ گیان سروپ آتما ہے جو تمہارے لئے روٹی بہم پہنچاتا ہے - اِسی کو آپکی فکرِ معاش ہے - آپکا جسم و جان - آپکے اہل و عیال - مال و زر سب کا حامل وہی ہے - وہ تم خود اپنا آپ ہو -

لباس جسم کی خاطر ہوتا ہے جسم لباس کی خاطر نہیں - اُس شخص کا حال قابلِ رحم ہے جو ساری زندگی کو جسم و پیٹ کے دھندوں

(۴) آتش قیامتِ کبریٰ - مہا پرلے اگن وہ ہے جو تمام جہان وما فیہا کو جلا کر آپ ہی باقی رہتی ہے اسطرح کا شاکسات ہو کہ (استہول - سوکشم - کارن شریر) - (جاگرت - سپن - سکھوپت اوستہا) - (وسو - تیجس - پراگ جیو) - (وبراٹ - سوترآتما - الیشور) علیٰ ہذا - تمام - اوہام و تفاوات کو دور کر کے صرف گیان سروپ رہتا ہے - یہ گیان جہیں گیاتا (عالم) گے (معلوم) کی سمائی نہیں - نہ میں نہ تو - نہ یہ نہ وہ - ایک ادویت نروکار چدگہن اپنا آپ ہے - ایسی حالت کو سالک انبہو کر کے کرت کرت (دائم السرور) ہوتا ہے - مناسب ہے کہ ان چار اقسام کے گیان کو ذہن نشین کر کے اپنی طبیعت کو امتحان کرے - اور جس درجہ میں اپنی ترقی کو دیکھے اُس سے زیادہ درجہ کے لئے کوشش کرے کیونکہ بحرِ معرفت اسقدر عمیق اور ناپیدا کنار ہے کہ صدہا لوگ اِس میں مثل غواص غوطہ زن ہو کر تہ کو دریافت کرنے لگے ہیں - بوالعجب کہ وہاں اپنی ہستی سے ہاتھ دہو کر زبان سے بے زبان چشم سے بے چشم - گم در گم ہو کر محو ہو گئے ہیں -

یار ہر جا حاضر و موجود است
خود خدا ایم خود خدا ایم - خود خدا
ور بگویم من خدا ایم من خدا
ظاہر و باطن ہماں یک جلوہ داں

در تلاش جستجو بے سود ہست
بلکہ اصلا از خدا بودن جُدا
بندہ بہر زندگی سازم کرا
پاک از یکی و دوئی وز این و آن

پردہ اسم و صفاتی را بدر
چوں درین رہ آمدم دیدم چہ ام
این دو اسما محض حجب امتیاز
نور حق این ہست بیں ای ہوشمند

ہر کجا یکرنگی معنے نگر
من ندیدم کہ خود ہم من کہ ام
ذات بیچون و چرا فارغ ز راز
چشم حیرت وا کن و لب را ببند

طالب - گیان کیا ہے ؟

عارف - آپکو ہتیارتھ (علمِ حقیقی) جاننا کہ تین شریر - اور تین اوستھا اور پانچ کوش سے اتیت (فارغ) ہوں - اِسی کا نام گیان ہے -

طالب - سوائے اِن گیارہ کے اور کچھ انبہو نہیں ہو سکتا - پس مَیں کون ہوں ؟

عارف - جو انبہو کرنے والا ہے وہی گیان ہے -

طالب - یہ گیان تو مجکو ہوا - تو کیا میرا جسم آتما ہے ؟

جواب - جسم آتما نہیں ہے - کیونکہ یہ جسم تو ہمیشہ بیماری و صحت میں مبتلا رہتا ہے - اور جسم میں چھ قسم کے عیب ہیں -
(۱) حمل میں آنا (۲) پیدا ہونا (۳) لڑکپن (۴) جوانی (۵) بڑھاپا (۶) مرگ - پس یہ ہمیشہ تبدیل پذیر ہے - جو چیز ایک حالت پر قائم نہ رہے اُسکو فانی کہتے ہیں - علاوہ اسکے شریر کے چھ دہرم ہیں
(۱) دُکھ (۲) سکھ (۳) بھوک (۴) پیاس (۵) جنم (۶) مرن آتما ان سے بھی فارغ ہے بلکہ انکا شاہد ہے - دکھ سکھ من کے دہرم ہیں بھوک پیاس پران کے دہرم ہیں جنم مرن جسم کے دہرم ہیں - آتما ان تینوں میں سے کوئی نہیں ہے - بلکہ من و پران و جسم سے مجرد گیان سروپ ہے - لیکن اگیان کے باعث جسم مان کر دُکھ میں دکھی اور سکھ میں سکھی ہوتا ہے ◆

عارف۔ سَرون گیان۔ منن گیان۔ ندھیاسن گیان۔ ساکشات گیان۔

طالب۔ انکی تشریح فرمائیے۔

عارف۔ ایک مثال ویکر نتیجہ دکھلایا جاتا ہے۔

آگ چار قسم کی ہوتی ہے (۱) آتش ہیزم (۲) آتشِ برق (۳) آتش غریزی (۴) آتش قیامت کبرا۔ جن کے ہندی الفاظ یہ ہیں۔ لکڑی کی۔ بجلی کی۔ بڑوا اگن یا جٹھرا اگن۔ مہا پرے کی اگن۔

۱ آتش لکڑی کی اگن اُس وقت تک شعلہ آور ہوتی ہے جبتک اُس میں لکڑیاں ڈالی جاویں۔ جب لکڑی نہ ڈالی جائے گم ہوجاتی ہے۔ اسی طرح سرون گیان ہے کہ جب تک ست سنگ میں مہاپرش کے بیٹھ کر سخنان آبِ حیات مثل ہیزم کے اسکی مجمر (عود دان) سینہ میں راہِ گوش سے پڑتی رہیں۔ تب تک آتشِ معرفت صورتِ یقین میں شعلہ آور رہتی ہے۔ جب درمیان میں جدائی ہوئی تو اُسوقت یاد فراموش سے گم ہوجاتی ہے۔ یہ سرون کیا ہے۔ اس سے صرف لذت شنوائی حاصل ہوتی ہے یا قدرے آگاہی۔

(۲) آتش برق وہ ہے جو بادلوں میں کبھی چھپتی ہے اور کبھی ظاہر ہوتی ہے۔ لیکن اس کا وجود ہر وقت موجود ہے۔ اِسی طرح جو شخص سخنان شنیدہ کو گوشہ میں بیٹھ کر دل سے سوچتا ہے اور حصول عین الیقین کے لئے بار بار یاد کرتا ہے اُسکو منن گیان حاصل ہوتا ہے جو ہمیشہ دل میں قائم رہتا ہے۔ اور کبھی کبھی جوش زن ہوکر شعلہ آور ہوتی ہے۔ اور گاہے کسی دنیوی امورات کے استغراق سے فراموش ہوجاتا ہے۔ مگر پھر اُسی لحظہ میں اپنی چمک اور دمک نکالتا ہے۔ اِس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جسقدر وہمات دربارۂ صداقتِ کلام الٰہی و یکتائی ہیں رفع ہوجاتے ہیں۔

(۳) آتشِ غریزی۔ اِس میں دو قسم کی آگ شامل ہے۔ ایک آتش غریزی جو انسان کے معدہ میں غذا کو منہضم کرتی ہے۔ دوسری آتشِ غریزی جو بحکم سمندر میں طغیانی آب کو سوختہ کرکے سمندر کو اپنی حد میں رکھتی ہے۔

پس ان دونوں کا کام باہر کے دخول کو اپنے میں محو کرنے کا ہے۔

اسیطرح ندھیاسن گیان ہے۔ کہ ادویت گیان برتی میں اسقدر غالب ہوجائے کہ تمام خیالات لذات حواس کو مثل غذا یا آبِ دریا آتشِ معرفت میں محو کرکے آپ میں قائم رہے۔ یعنی یہ کہ ہر وقت برتی اُدویت وستو یعنی ذاتِ احد میں شاغل ہوکر اُسی کے آکار رہے۔ اِس غرض سے کہ وہ یقین جو بذریعہ سرون ومنن یاد کیا ہے وہ اب بذریعہ ندھیاسن عین الیقین ہوکر ہماری اپنی ہی نظر ہوجائے۔ اِس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ گاہ بیگاہ جو شبہ اپنے آتما کو برہم روپ یقین کرنے اور آپکو تمام بندھنوں سے رہت یقین کرنے میں دیکھتا تھا۔ دور ہوجائے۔

روپ کانٹوں میں گھسیٹتی ہے۔ اِنکا یہ حالِ زار دیکھ کر راہ چلتے بھگوان وشنو نے بچار کیا کہ نازک پھول کانٹوں میں گھسنے لائق نہیں۔ یہ سوچکر اُو بھگوان ویاس کا روپ دھارن کرکے اُن چیلوں کو اُپدیش روپ گود میں لے لیا۔ جس طرح آدمی کی گود میں رکھے ہوئے پھولوں کو ہوا اُڑا نہیں سکتی۔ اِسی طرح پرم ہنس آچاریہ کے اُپدیش میں قیام رکھنے والے چیلوں کو بھید وادی لوگ بہکا نہیں سکتے۔ یہ اُپدیش ہی گود ہے۔ پھر بھگوان ویاس نے یہ وچار کیا کہ زمانِ مستقبل میں بھید وادی اور لوگوں کو نشکام کے کانٹوں میں گھسیٹینگے۔ اسواسطے ایسی تجویز کرنی چاہیئے کہ پھر لوگ خراب خستہ نہ ہوں۔ یہ سوچکر سوتر روپ جال سے وید کے واکیہ روپ درختوں کو الگ الگ کر دیا۔

نتیجہ۔ اگرو دیو انسان سے مراد ہے۔ عالمِ خواب میں جس جنگل میں وہ انادی کال سے آوارہ و سرگشتہ ہے وہ یہ دنیا ہے۔ دلفزا مقام سورگ وغیرہ اُونچے لوک ہیں۔ اور تکلیف دہ مقام نرک وغیرہ نیچے لوک۔ اُسے چونکہ جنم پر جنم ہوتے رہتے ہیں۔ اِس واسطے سخت دُکھ میں ہے اور اُس سے چھٹنے کے واسطے گورو کے پاس اُپدیش لینے کو جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ گورو و شاستر وغیرہ سب عالمِ خواب کے ہی ہیں اور وہی موکش کا باعث ٹھیرتے ہیں۔ پس آتما چونکہ گیان سروپ ہے اور جگت اِس میں نقشۂ خواب کی طرح نمایاں ہے۔ اِس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ گورو و شاستر بیفائدہ ہیں۔

طالب۔ اگرو دیو کے قصہ سے تو معلوم ہوا کہ یہ خواب کی باتیں ہیں اور سب کچھ خواب ہی ہے اُپدیش کسکو کیا جاتا ہے۔

عارف۔ اُن بھولے وبھٹکے آدمیوں کو جنکو رستہ نہیں ملتا ہے۔

طالب۔ یہ بھول یعنی اگیان کیسے اور کہاں سے آیا؟

عارف۔ بیان سے سمجھاتا ہوں۔

(۱) جیسے آگ سے پیدا شدہ راکھ آگ کو ہی چھپا لیتی ہے۔

(۲) جیسے جل سے پیدا شدہ کائی جل کو ہی چھپا لیتی ہے۔

(۳) جیسے مکان سے پیدا شدہ اندھیرا مکان کو ہی ڈھانپ لیتا ہے

طالب۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے؟

عارف۔ گیان سے دور ہو سکتا ہے۔

طالب۔ گیان کے قسم کا ہے؟

عارف۔ گیان چار قسم کا ہے۔

طالب۔ وہ چار قسم کیا کیا ہیں؟

برہم گیان کو سنکر لوگ اِس بھیانک جنگل سے باہر آجاتے ہیں۔

غرض اِس طرح اگروہ دیو نے اِس جنگل میں دم کے دم میں یہ عجیب غریب نظارے دیکھے اور یہ معلوم ہوا کہ میں اِن
بیحد سے اِس جنگل میں مارا مارا پھرتا ہوں۔ اِس جنگل کا ناش کبھی ہوتا نہیں۔ کبھی باغبان اپنے چاروں منہ سے بیج نکال
نکال کر درخت لگاتا۔ اور پانی سے انہیں سینچتا ہے۔ اور کبھی اُسی مونہہ سے خوفناک آگ نکال کر جنگل کو جلا ڈالتا ہے۔
جنگل کی پیدایش کے ساتھ میری پیدایش اور ناش کے ساتھ میرا ناش ہوتا ہے۔ تمام جنگل جل چکتا ہے تو وہ باغبان
اکیلا رہ جاتا ہے اُسکے جسم میں بن کے تمام بیج رہتے ہیں۔

یہ پرتیتی یا نمود اری جب خواب کی دید سننے ست اگروہ دیو کو خواب میں ہوئی تو بار بار اپنا جنم اور مرنا دیکھ کر اُس نے
یہ سوچا کہ جس طرح ہو سکے اِس بن سے باہر نکلنا چاہیئے اور باہر نہ نکل سکوں تو میرا یہ جنڈال ہونا کس طرح رفع ہو۔ اور دیو
بھاؤ ہمیشہ کے لئے ملجائے۔ سو بن سے باہر آنے کی اور تو کوئی تدبیر ہے نہیں۔ برہم ودیا کے اُپدیش کرنے والے آچاریہ اپنے
چیلوں کو بن سے باہر نکالتے ہیں۔ مجھے بھی اِن سے اُپدیش لینا چاہیئے۔ یہ سوچکر اگروہ دیو خواب میں ہی آچاریوں کے پاس
گیا۔ اور آچاریہ نے بدہی کے مطابق آئے ہوئے چیلے کو سنسکرت میں برہم ودیا کی ایک وسمیہ کتاب پڑہائی۔

وسمیہ سنسکرت کتاب کو وسمہ گرو نے وسمیہ چیلے کو پڑہائی۔

اِسکی تشریح اِس طرح ہے کہ بھید وادی ہوا نے چلکر اور درختوں کو ہلا کر کانٹے پھیلا دیئے۔ نازک و مصفا چیلوں کے پھولوں کو توڑکر
گرا کر اور چیر پھاڑ کر اُن کانٹوں میں گھسیٹنا شروع کیا۔ بن میں جاتے ہوئے بھگوان نے اُنکا یہ حال دیکھکر اور نامناسب سمجھکر
ویاس کا روپ دہارن کیا۔ اور اُنہیں گود میں اُٹھا لیا۔ سوت بن کا جال بنا کر بن کی تقسیم کر دی جس طرح ہوا بن میں آکر درختوں
کو ہلا کر اُنکے کانٹے پھیلا کر خوب صورت کمل کے پھولوں کو ڈنڈیوں سے توڑ کر کانٹوں میں گھمائے

اِن پھولوں کا یہ حال دیکھ کر راہ چلتے مسافر کے دل میں خیال آیا کہ یہ نازک پھول اِس طرح کانٹوں میں گھسٹنے لایق نہیں۔
انہیں اچھی جگہ رکھنا چاہیئے۔ یہ سوچکر [illegible] پھولوں کو اُٹھا لے۔ اور پھر یہ سوچے کہ آگے بھی ہوا اِسی طرح پھولوں کو توڑکر
کانٹوں میں پریشان کریگی۔ ایسی تجویز کرنی چاہیئے جس سے یہ نازک پھول کانٹوں میں خراب خستہ نہوں۔ یہ سوچکر سوت یعنی
سوت کے جال سے خار دار درختوں کو الگ کر دے تاکہ جال میں پھول رہیں اور کانٹوں میں جا کر پریشان نہ ہوں۔

اِسی طرح بھید کے بتانے والے ہوا کے مانند ہیں۔ وید بن ہیں جن میں ارتھ واد یعنی کامیہ کرموں کے محرک جملوں
کے خار دار درخت ہیں۔ اِن میں نشکام کرموں کے کانٹے میں پہلے کمل ہیں جو نازک یعنی آپ سے مبرا و مصفا یعنی رغبت و
نفرت سے مبرا جس ڈنڈی میں یہ لگے ہوئے ہیں وہ سمادہی ہے۔ اِن پھولوں کو بھید وادی آچاریوں کی ہوا توڑکر کام اور کرم

اِس سبب سے صاف طور سے ثابت ہی کہ یہ سنسار مثل خواب و خیال کا تماشا ہے۔

اعتراض۔ جبکہ آپ خود میرے سامنے موجود ہیں اور اُپدیش کر رہے ہیں تو میں جھوٹا کس طرح تسلیم کر سکتا ہوں۔

جواب۔ جس طرح خواب میں اگروو دیو کو وہم پیدا ہوا تھا اسیطرح تجھے بھی یہ وہم پیدا ہوا ہے۔

طالب۔ اگروہ دیو کا حال سنائیے۔ کہ خواب میں کیا دیکھا تھا۔

عارف۔ اگروہ دیو۔ سویا ہوا تھا۔ اُسنے خواب میں دیکھا کہ میں چنڈال ہوں۔ ہڈی۔ چربی۔ خون۔ گوشت سے میرا مُنہ بھرا ہوا ہے اور ایک بھاری جنگل میں جو سانپ و شیر۔ ہاتھی وغیرہ سے بھرا ہوا ہے۔ میں آوارہ و سرگشتہ پھر رہا ہوں اور پھرتے پھرتے بہت سے مقام دیکھے۔ کہیں قسم قسم کے مہیب جانور کھانے کو سامنے دوڑے چلے آتے ہیں کہیں خون و غلیظ اشیا سے بھرے ہوئے حوض ہیں۔ اِس میں جیو پڑے ہوئے ہائے ہائے کر رہے ہیں۔ کہیں تپتے ہوئے لوہے کے ستون سے آدمی بندھے ہوئے رو رہے ہیں۔ کہیں گرم ریگ میں ننگے پاؤں پھر رہے ہیں۔ اور افسران شاہی گرم ڈنڈے سے مار رہے ہیں۔ اِسی طرح قسم قسم کے مہیب مقامات اگروہ دیو نے دیکھا۔ اور کبھی خود بھی قصوروار ہو کر خواب میں طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائیں۔ کہیں خوبصورت دلفزا مقام بھی نظر آئے۔ جن میں دیوتا براجمان ہیں جو نہایت لطیف ہیں صرف امرت (آبحیات) کے دیکھنے سے سیر رہتے ہیں۔ بھوک پیاس کی اذیت ستاتی نہیں۔ باقی انکے جسم میل وغیرہ سے صاف ہیں نفیس نفیس بمانوں (سواریوں) میں بیٹھے۔ جو اُنکی خواہش کے مطابق چلتی ہیں سیر کرتے پھرتے ہیں۔ کہیں رمبھا اور اُرشی جیسی نازنین اپسرائیں ناچ اور گا رہی ہیں۔ اُنکے تمام اعضا عورتوں کے حسن و نزاکت کا کمال ظاہر کرتے ہیں اور جسم میں سے وہ خوشبو آتی ہے کہ کام دیو کو تیز کرتی ہے کہیں انکے ساتھ دیوتا عیش و عشرت میں مصروف ہیں۔ اگر دیو نے کبھی خود بھی دیوتا بنکر یہ لطیف بھوگ بھوگے اور پھر یکایک اُن حوضوں میں گرا جو خون اور غلیظ چیزوں سے بھرے ہوئے تھے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

ایک مقام پر کیا دیکھا کہ افسروں کا حاکم اعلیٰ بیٹھا ہے اور اُنکا حکم بجانے والے نوکر خدمت کو کمربستہ کھڑے ہیں۔ بعض لوگوں کو یہ حاکم اور افسر خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ بعض کو نہایت خوفناک اور بھیانک۔ یہی جنگل میں پھرنے والوں کو اُنکے کرموں کے مطابق پھل دیتے ہیں۔

اِس طرح اگروہ دیو نے خواب میں مقامات عجیب و غریب دیکھے

ایک جگہ کیا دیکھا کہ برہمن بیٹھے وید پڑھ رہے ہیں۔ کہیں یگیہ شالہ میں ہون ہو رہا ہے۔ کہیں خوبصورت ندیاں ہیں اور پن کمانے کو لوگ اُن میں نہاتے ہیں۔ کہیں گیانی گورو بیٹھے چیلوں کو برہم گیان کا اُپدیش کر رہے ہیں۔ اور ایں

اُن سے محبت کرتا ہے یا ڈرتا ہے وہ بھی اسی کی مخلوق ہیں۔ آپ ہی بھیڑ ہے اور آپ ہی بھیڑیا۔ آپ ہی پیڑ ہے اور آپ ہی کانٹا۔ ٹھیک یہی حال عالم بیداری میں ہے۔

طالب جسکو تم عالم بیداری سمجھے بیٹھے ہو۔ یہ دراصل یہ بھی خواب۔ گو ذرا بڑے پیمانہ (اسکیل) کا خواب ہے۔ حقیقت کی رو سے شخصیت (جیو) تیری مایا کی شان جزوی ہے۔ سارا جہان تیری ہی مایا کی شان کلی ہے۔

باغ جہاں کے گل ہیں۔ یا خار ہیں تو ہم ہیں — گر یار ہیں تو ہم ہیں۔ اغیار ہیں تو ہم ہیں
دریائے معرفت کے دیکھا تو ہم ہیں ساحل — گر وار ہیں تو ہم ہیں۔ اور پار ہیں تو ہم ہیں
وابستہ ہے ہمیں سے۔ گر جبر ہے و گر قدر — مجبور ہیں تو ہم ہیں۔ مختار ہیں تو ہم ہیں
میرا ہی حسن جگ میں۔ ہر چند موجزن ہے — بس پہ بھی تیرے تشنۂ دیدار ہیں تو ہم ہیں

ایک تصویر ہماری نظر سے گذری ہے۔ اس میں ایک شکاری تیر و کمان ہاتھ میں لئے شست باندھے کھڑا ہے۔ سایہ دار درخت کے نیچے ہرے ہرے لمبے گھاس میں سبز سبز پتیوں اور زرد رنگ کے نرم نرم جنگلی پھولوں کے درمیان ہرن کی ناچتی ہوئی آنکھ دیکھ کر اُس کا نشانہ کر رہا ہے۔ ظالم شکاری آن کی آن میں بیچارے ہرن کو مار یگا۔

دراصل اگر دیکھا جائے تو ایک کاغذ کا ٹکڑا ہے اور بحیثیت اپنی ذات کاغذ کے تو ہی صیاد ہے تو ہی تیر ہے تو ہی ہرن ہے اور تو ہی سبزہ گھاس و پھول۔

یہی حال خواب دیکھنے والے کا ہے اسی طرح بیداری کا خواب ہے

خدائی کہتا ہے جسکو عالم۔ سو وہ بھی ہے اک خیال میرا — بدلتا صورت ہزار ہے سے ہر ایک دم میں ہے حال میرا
کہیں ہوں موج کہیں ہوں ذرہ کہیں ہوں دریا کہیں ہوں قطرہ — وفور کثرت سے اپنی مجکو ہوا ہے ملنا محال میرا
طلسم اسرار گنج مخفی کہوں نہ سینے کو اپنے کیونکر — عیاں ہوا حال ہر دو عالم ہوا جو ظاہر کمال میرا
حجاب خورشید ذات معنی۔ ہوا ظہور منو د صورت — مٹا جو دنیا سے نام آدم ہوا ہے مجکو وصال میرا
شنیدہ ام بت بسم خانہ از زبان صنم — صنم پرست صنم ہم۔ صنم شکن۔ ہمہ اوست

اسکی نورانی

اعتراض۔ اگر یہ سب سنسار سپنا ہی ہے۔ تو دکھلائی کیوں دیتا ہے؟

جواب۔ خواب میں یہ دنیا کہاں دکھائی دیتی ہے اور حالت سشپتی میں خواب و بیداری کی دونوں دنیا گم در گم ہوتی ہیں۔ اور حالت سادھی میں بھی جس وقت کہ انسان ہوش میں ہوتا ہے کوئی جگت و سنسار اسکی نگاہ میں نہیں ہوتا ہے

سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ اور اس میں سراب جیسے دہوکے والے خاص موقعہ بھی ہیں جنکو دیکھ کر تو گھبراجاتا ہے کہ ہائے میں ڈوبا میں ڈوبا اور مارے اضطراب بیقراری کے ہاتھ پاؤں مارنے لگتا ہے اور صبر و قرار کی باگ ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے اور وہم و دھکڑ پکڑ کے بس ہو چہرہ پر ہوائیاں چلنے لگتی ہیں گویا سچ مچ گرداب بلا میں پھنسا ہے۔ لیکن ؎

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا	جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا

جس وقت گیان یعنی راز حقیقت کھلتا ہے تب پتہ چلتا ہے کہ کچھ بات ہی نہ تھی۔ پانی تو تھا ہی نہیں کپڑے ناحق اُتارے۔ خواہ مخواہ رسوائی ہوئی۔ جیسے کہ راجہ دریودھن نے راجہ یدھشٹر کے محل دیکھنے میں شرمساری اُٹھائی تھی۔

دنیا کی جسقدر چیزیں ہیں ظاہر میں گھبرانے والی ہیں۔ اور دست قدرت نے انکو تیرے ہی فرحت و خوشنودی کی خاطر تیار کی ہیں۔ اُلٹا ڈرنے سے کیا حاصل۔ تیری ہی نادانی تجھے چکر میں ڈالتی ہے ورنہ تجھے نیچا دکھانے والا کوئی نہیں۔ یہ یقین کامل کرنا چاہیئے۔ کہ یہ دنیا تیرے پیارے کی بنائی ہوئی ہے (نہ کہ دشمن جان کی) یہ تیرے ہی آتما کا ظہور ہے۔ اگر من کو شدھ کرو اور پریم کا برتاؤ رکھو ؎

دلبر دربائے من۔ می کند از برائے من	نقش و نگار و رنگ و بو۔ تازہ بتازہ نو بنو
خنداں بُدو بودن بہ از گنج و گہر بخشیدن است	تا توانی برق بودن۔ ابر نیسانی مباش

اعتراض۔ جاگرت کا خواب کیا اسے سمجھایئے

جواب۔ جس طرح پر کہ رات کو خواب میں مکانات و باغ و صحرا و گھوڑے ہاتھی وغیرہ دیکھتے ہو اور کل بیوپار سنسار کرتے ہو کیا اُس وقت تمکو اسکے جھوٹے ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ اور بجز واحد تمہارے کوئی دوسرا نہیں ہوتا ہے۔ تمام جگت سرشٹی نظر کے سامنے ہوتی ہے پس تم خود ہی دیکھنے والے اور خود ہی شے دیکھی گئی اور خود ہی دکھلانے والی (یعنی عالم و علم و معلوم) ہو۔ اور صبح کو اسکی اصلیت کچھ بھی نہیں رہتی۔ اسیطرح۔ رات کو خواب میں جاگرت کی کوئی ہستی نہیں رہتی۔ اِس طریق سے اسکو جاگرت کا خواب ہی کہا جا سکتا ہے ؎

چیست دنیا تا بآں آلودہ کردن دست خویش	بر سر خوان سلیماں کاسہ لیسیدن چراست

اور سنو! عالم خواب میں انسان آپ ہی آپ ہوتا ہے۔ لیکن تماشا یہ ہے اُدہر تو اپنی شان جزوی سے اپنے تئیں امیر یا فقیر دیکھتا ہے اِدہر اپنے میں شان کلی سے شہر دریا و شیر وغیرہ پیدا کر لیتا ہے۔ جنکو اسوقت کے فرضی اپنے آپ سے جُدا تصور کرتا ہے۔

جاگرت کی نگاہ سے دیکھیں تو خواب میں یہ جسکو اپنا تسلیم کرتا ہے وہ بھی اسی کا خیال ہے اور جن کو اپنے سے جُدا مان کر

اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ لیکن تاہم احتیاط واجب ہے کیونکہ من ایسی متحرک طاقت کہ ایک لحظہ میں عرش بریں پر اور دوسرے لحظہ میں تحت الثرے کی سیر کرتا ہے۔ پس مناسب ہے کہ ہر وقت اپنی برتی کو سروپ آکار یعنی ذاتِ حق میں محدود رکھو نام روپ یعنی اسم صفت پر بالکل نگاہ نکرو۔ تمام اشیا کو استی۔ بھانتی۔ پر یے یعنی ہستی وعلم و سرور دیکھو۔ دل میں ہمیشہ خواہش قطع تعلق کی رکھا کرو کیونکہ جو آرزو دل میں پختہ ہوتی ہے اُس کا ثمرہ ضرور ایک روز ملتا ہے۔ رشتہ داروں کی مرضی کے پابند نہ رہو۔ اور تعلق کا نتیجہ ابھیاس اور ویراگ سے توڑو۔ دنیا میں کسی کا قیام نہیں پس جو وقت آزادی کی سیر میں گذرے وہ غنیمت ہے صحبت عارفان میں اپنے وقت کو خوش رکھو ؎

ناسخ نہ ہو جیو تو نگس خوانِ اغنیا		یاد آیا یہ مجھے لبِ نانِ جویں سے
عیشِ دنیا را بقائے نیست دیدی غنچہ را	دیگر	یک تبسم کرد عمرے در پریشانی گذشت
جاں بجاناں دہ وگرنہ از تو بستاند اجل	دیگر	خود تو منصف باش اے دل ایں نکو یا آن نکو

اے پیارے طالب آب حیات کا دریا ہر وقت موجزن ہے اور وہ صدق طلب سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ اِس سے تشنہ کام رہنا اور امروز و فردا پر منتظر ہونا زندگی میں بے نصیبی ظاہر کرتا ہے اور آخر وقت کف افسوس ملواتا ہے۔ ؎

کہ ایں وقت است و ایں کار است و ایں گو	زمیدن ہر کہ بر وہ آدم است او

بحث پیر و مرید درباب خود شناسی

یہ دنیا کیا ہے؟

جواب۔ جاگرت کا خواب۔ مایا کا رچا ہوا۔ کال خیالات کا رچا ہوا ہنگامہ۔ ۔ ۔ ۔ ذری خوشنودی کی خاطر دان گونا گوں سا

برہم بدیا کا پھل کیا ہے؟

برہم کے جاننے والے نے ہی اپنے آپکو جانا ہے کہ میں برہم ہوں۔ اور سب کچھ ہو جاتا ہے۔ اسیطرح دیوتاؤں میں سے جس جس کو گیان ہوا کہ میں برہم ہوں وہ برہم ہوگیا۔ ایسطرح رشیوں میں سے جس جس کو گیان ہوا کہ میں برہم ہوں۔ وہ برہم ہوگیا۔ اسیطرح رشیوں میں سے آدمیوں میں سے اِسی کو دیکھتے ہوئے رشی وام دیو نے یہ کہا تھا کہ منو ہوا تھا۔ میں ہی سورج ہوا تھا۔

اب بھی جو یہ جان لے کہ میں برہم ہوں وہ سب کچھ ہو جاتا ہے۔ دیوتا اُس کا کچھ بگاڑ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے کیونکہ وہ تو انکا آتما ہو جاتا ہے۔ اِسکے برعکس جو آدمی دیوتا کی اُپاسنا یہ مانکر کرتا ہے کہ وہ اَور ہے اور میں اور وہ کچھ نہیں جانتا محض دیوتاؤں کی باربرداری کا جانور ہے جس طرح بہت سے مویشی آدمی کے لئے بھوگ بہم پہنچاتے ہیں اسیطرح ایک ایک آدمی دیوتاؤں کے لئے بھوگ بہم پہنچاتے ہیں۔ اگر آدمی کا ایک جانور بھی کھو جاوے تو اُسے رنج گذرتا ہے بہت سے جانور کھو جانے کا تو کیا ذکر ہے۔ اسیطرح دیوتا یہ بات پسند نہیں کرتے کہ آدمی گیانی بنیں۔

منڈک اُپنشد متیر امنڈک۔ کھنڈ ۲ منترا

وہ گیانی اس پرم برہم کو جانتا ہے۔ وہ کائنات کا جائے قیام ہے اور درخشاں ہوکر محسوس ہوتا ہے۔ جو بے خواہش اشخاص اُسکی خدمت کرتے ہیں وہ اس بیج سے باہر آجاتے ہیں ؎

خاک در چشمے کہ او نشناخت حسن خویش را   مردہ آں دل کو بلا گرداں نشد درویش را

ابھیاس یعنی مشق کب اور کس عمر میں کرنا چاہیئے؟

اُن لوگوں کی سعادتمندی قابلِ تعریف ہے جو اپنے وقت کی ترقی میں ہرگز غفلت نہیں کرتے اور لذاتِ دنیا میں گرفتار نہیں ہوتے بلکہ انکو زہر کے برابر سمجھ کر من کو قابو میں رکھتے ہیں اور ابھیاس کرنے میں ایکدن بھی تغافل نہیں کرتے۔ کیونکہ ایک دن کی ناغہ سے بہت کمی ہو جاتی ہے ؎

وقت خود ضائع مکن برطاق نسیانش گذار   حرص در ایام پیری از غلاف آید بروں

(مصرع) چوں بکارِ حق رسی امروز را فردا کنی ✦ گوشہ میں یکجا بیٹھکر اور تمام اطراف سے خیال کو روک کر آتما میں مگن ہوتے ہیں یہ جہان گرم دہوپ کی مانند ہے اور آتما شانت سرور یعنی چشمۂ آرام و سروری ہے۔ یہ سمجھو کہ ابھی تم نوعمر ہو بلکہ اس عمر کو غنیمت سمجھ کر خوب طور پر اپنے نفس امارہ کو مغلوب رکھو (مصرع) بغفلت صرف کردی نقد ایام جوانی را ✦

بنوبہار جوانی اطاعت حق کن   کہ چوب خشک چو گردید جز نمی گردد

ہمیشہ شادان و آنند روپ رہو۔ جہان نہ ہوا ہے۔ نہ ہے۔ نہ ہوگا۔ یہ یقین واثق سمجھو اگرچہ انسان کو دائماست سنگ

(جواب) ورودہی یعنی مخالف بھاگ کا تیاگ کرنا اور سم (برابر) بھاگ کا اختیار کرنا

بھاگ تیاگ لکھنا سے کسطرح جیو ایشور کی ایکتا ہوتی ہی

(جواب) سام وید کے چھاندوگ اپنشد میں مہاواکیہ ہی تتوم اسی

یعنی ایشور جیو ہی۔ تت یعنی ایشور۔ توم یعنی جیو۔ اسی یعنی ہی۔ اب اِس واکیہ سے یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ ایشور تو سرو شرشٹ کا کرتا (فاعل) ہی۔ انترجامی (دل کا جاننے والا) نت مکت (مقام رستگار) سروگ (دانندۂ کل) جیو۔ پیدا شدہ۔ پرچھن (محدود) مانا۔ بندھ (گرفتار) الپگ (دانندۂ جز) ہے۔ اس کا جواب یہ ہی کہ ایشور میں جو سروگتا وغیرہ دہرم ہیں سو مایا کے تعلق سے ہیں (ایشور نام مایا وِسشٹ چیتن یعنی چیتن موصوف بہ مایا۔

جیو میں الپگتا وغیرہ دہرم ہیں سو اودیا کے تعلق سے ہیں (جیو نام اودیا وسشٹ چیتن کے ہیں) یعنی چیتن موصوف بہ اودیا۔ اگر ورودہی بھاگ یعنی مخالف حصص دونوں کے درمیان سے دور کئے جاویں۔ تو باقی سامان بھاگ یعنی یکساں حصّہ دونوں کا ایک رہتا ہے۔ مراد یہ کہ ایشور میں جو سروگتا جو مایا کے تعلق سے اُس میں فرض کی گئی ہے وُہ اُسکے ذاتی دہرم نہیں اُس کا ذاتی سروپ صرف چیتن ہے۔ اور جیو میں جو الپگتا سو اودیا کے تعلق سے اِس میں مفروض ہیں۔ جیو کا بھی ذاتی سروپ چیتن ہے پس ایشور سے سروگتا اور جیو سے الپگتا دور کی تو باقی چیتن دونوں میں یکساں ہے۔

مثال۔ دیوت کو کانشی میں بگھی میں سوار ٹھاٹ باٹ سے دیکھا تھا۔

پھر دیوت کو دہلی میں گداگری کرتے سر و پا برہنہ دیکھا۔

اِن دونوں صورتوں میں سے سواری بگھی وٹھاٹ باٹ و سر و پا برہنہ کو نکال دیا تو دیوت جوں کا توں بنا ہوا ہے۔

سرگن نرگن برہم کا ایک نام اونکار
مین ماترا سے تین ہیں ۔ ۔ ۔ نرگن جان
سوہم ۔ ۔ کا ۔ ۔ ہے ۔ ۔ کا روپ
جیو ایس کی ایکتا یا ہی پد میں ہو شے
نرنجن کا گیان ہے ۔ جڑھ چیتن کا گیان
کیول سُری شری ۔ ۔ سے رہو دور
بنا نام تم ہو ۔ کیسے ہووے گیان
۔ ۔ نام کو ۔ ۔ پرم لشا ہے

نامی نام ابھید ہے مکت آنند کہے پکار
مکت آنند سب کے مول کو اپنا برہم پہچان
دونوں کا کچھ ایک ہے چیتن تتوا انوپ
مکت آنند بن جن چھوڑ دو شری ہی سمر کہہ لو
مایا سے بن جن نہیں شدھ سُرات کو جان
پرم برہم اونکار ہے گھٹ گھٹ میں بھرپور
آنند مکت میں ہوت ہو وہ بر دیں دن دھیان
ارتھ پرگھٹ ہو جات ہے مکتی کہے پکار

کام اور کرودھ مدلوبھ سے رہتا ہوں پرے
بدہی من چت اہنکار سے اوپر ہوں میں

جیت ہی جیت ہی یاں ہار کا کچھ ذکر نہیں
ساتھ ایشور ہی میرے بختِ سکندر ہوں میں

نغمہ دنیا کے جو لگتے ہیں ستانے تجھ کو
کہتا خالق ہے نہ گھبرا ترے سر پہ ہوں میں

وادیٔ عشق میں جب شوق قدمبوس ہوا
بولا دل مجھسے نہ گھبرا ترا رہبر ہوں میں

قلزمِ دل میں جو یکسوئی لگی مارنے موج
بحرِ وحدت کا مئے کثرت میں شناور ہوں میں

بیخودی میں نہ رہا کچھ بھی خیالِ قاصد
نامہ بر کی جگہہ نامہ کا پیمبر ہوں میں

روشنی نیرِ اعظم سے بڑھ کر میری
چرخِ اختر کا چمکتا ہو اختر ہوں میں

نظرِ لطف مکت آنند کے حال پر کر یارب
حمد کرتا ہوں تیری تیرا ثنا گر ہوں میں

جب دوئی دور ہوئی دل سے ہمارے ذوق
سب عزیز اپنے ہیں اور سب کا برادر ہوں میں

شدھ چیتن میں جیو ایشور کی تفریق کیونکر ہوئی }

(جواب) شدھ برہم کا پرکرت (اغلل سہ گن) کے ساتھ کلپت (مفروض) تاداتم سمبندھ ہے یعنی (تعلق یک جہتی یعنے بلا مخالفت و موافقت) اور وہ پرکرت مایا اور اودیا کے باعث دو حصوں میں منقسم ہوئی۔ سدھ (یعنے صفت خالص) ستوگن مایا ہے۔ اور ملن (صفت ناقص) ستوگن اودیا ہے۔ سدھ ستوگن مایا میں جو برہم کا پرت بنب (عکس)، اور ادہشٹان (اصل)، برہم اور مایا تینوں ملکر ایشور کہلاتے ہیں۔

چونکہ ایشور کے اوپادھ یعنی علت مایا ویاپک (محیط) ہے ایک ہے اور شدھ (خالص) ہے اسلئے ایشور بھی ویاپک ہے۔ ایک ہے سروگ (ہمہ دان) ہے نت مکت (مدام رستگار) انتریامی (دل کا جاننے والا) ہے۔ اور ملن ستوگن اودیا میں جو چیتن کا پرت بنب اور ادہشٹان کوٹسٹ یعنی (وہ ذات جو حواس باطنی کی شاہد اور مثل اہرن آہنگر کے قائم بالذات ہے) اور اودیا یہ تینوں ملکر جیو کہلاتے ہیں۔

چونکہ جیو کی اپادہی اودیا پرچہن (محدود) اور ناناد (کثیر) ہے اور ملن (ناقص) ہے اسلئے جیو بھی پرچہن ہے نانا ہے۔ الپگ (جزودان) بندھ (یعنی گرفتار) ہے دین (عاجز) ہے سو ان دونوں اپادہ سے ایک چیتن جیو اور ایشور کے نام سے موسوم ہو کر دو ہو رہے۔ اگر ان دونوں اپادہ کو جو کلپت (فرضی) ہیں دور کیا جاوے تو باقی ایک ادوتی (واحد) چیتن (ذات) سدھ (ثابت) ہے ؛

جیو ایشور کی ایکتا کس طرح ہے۔
بھاگ تیاگ : (معنی) سے ہوتی ہے۔
بھاگ تیاگ : کسکو کہتے ہیں۔

جس کا جلنا گلنا کٹنا خشک ہونا ہے محال ۔۔۔ یہ ہے ساکن خود بخود۔ قائم محیط و لازوال

جتنی تبدیلیاں ہیں یعنی پیدا ہونا۔ بڑھنا۔ جوان ہونا۔ بڈھا ہونا۔ مرنا۔ سب جسم میں ہیں آتما میں نہیں ہیں۔ آتما ان تبدیلیوں کا ناظر ہے۔ خود متبدل نہیں ہوتا۔ تمام تبدیلی مادی جسم میں ہے۔ جو ناظر آتما کا منظور ہے۔

بھگوان سری کرشن نے گیتا میں فرمایا ہے

۲/۲۰	موت پیدائش سے منفصل ہے جو اسے	غیر کو آزار دیگا وہ بشر کس واسطے
۲/۲۲	آدمی جیسے پرانے کپڑے دیتا ہے اُتار	اور پہنتا ہے نیا پاکیزہ جامہ بار بار
	جان بھی اپنے پرانے قالبوں کو چھوڑ کر	ڈالتی ہے روشنی دیگر نئے اجسام پر
۲/۲۳	آگ سے جلتی نہیں تلوار سے کٹتی نہیں	سیل سے گلتی نہیں طوفان سے گھٹتی نہیں
۲/۲۴	اِس کا جلنا۔ گلنا۔ کٹنا۔ خشک ہونا ہے محال	یہ ہے ساکن خود بخود قائم محیط و لازوال
۲/۲۵	قوتِ بینش سے پنہاں فہم و دانش سے بلند	معصیت سے پاک پھر تو کس لئے ہے فکرمند
۲/۲۶	گر تو اسکی موت پیدائش منفصل مان لے	پھر بھی اے ارجن تجھے بیدل نہ ہونا چاہیئے
۲/۲۷	خاتمہ ہستی کا عدم ہے اور عدم سے بود ہے	آدمی کو بھاگنا تقدیر سے بے سود ہے
۲/۲۸	ہے عدم ہر ایک شے کی ابتدا اور انتہا	وسط میں کل شعبدہ ہے دور کر بیم و رجا
۲/۲۹	کوئی تو حیران ہے اس کا کرشمہ دیکھکر	تذکرہ کرتا ہے استعجاب سے کوئی بشر
	سوچنے لگتا ہے کوئی سن کے اسکی کیفیت	پر کسی کو بھی نہیں معلوم اسکی کیفیت
۲/۳۰	پاک و برتر ہے فنا سے جان کل اجسام کی	اِس لئے بیکار ہے اوروں کا فکر زندگی

اب تو جیو کا "میں" کا اصلی سروپ سمجھ میں آگیا ہوگا۔ اگر سمجھے ہو تو جسم خاکی پران حواس اندریوں من۔ بدھی۔ و کارن اگیان میں سے وہم خودی دور کرو اور اپنے آپ کو شدھ گیان سروپ ان تمام تماشوں کا ناظر یا ساکشی جانو۔ حقیقت میں یہ تماشے ہی ہو جائینگے اور وقت نہ کرنے پائیں گے۔ اپنے آپ کو محدود الپگیہ۔ الپ شکتی۔ پاپی۔ مان کر کمزوری کے خیالات دل میں نہ بٹھاؤ۔ بلکہ نظر غائر ہمیشہ یہ رکھو کہ ہم شدھ گیان سروپ ساکشی ہیں۔ شرتی یہی سروپ برہم کا بتاتی ہے۔

پس تم واپک برہم ہو۔ محدود جیو نہیں ہو ؎

بلکہ آنند کا پرکاش کا پیکر ہوں میں	ہوں اکھنڈ آتما یک نور منور ہوں میں
میں نہیں جسم کہ تلوار مجھے کاٹ سکے	نہ وسے پانی و ہوا آگ سے باہر ہوں میں

اسیطرح بدہی کو لو جس میں یہ من کے تصورات اٹھ اٹھ کر غائب ہو جاتے ہیں اور سمندر کی لہروں کی طرح پھر مٹتے ہیں "میں" نہیں ہے کیونکہ بدہی ایک شے معلوم ہے اور "میں" معلوم کرنے والا ہے سشپتی یعنی خواب گراں کی حالت میں بدہی لے ہو جاتی ہے۔ مگر "میں" قائم رہتا ہے کیونکہ خواب سے اٹھکر کہتا ہے کہ میں ایسا سویا کہ کچھ خبر نہ رہی اور سمادہی کی حالت میں بدہی لے ہو جاتی ہے اور "میں" قائم رہتا ہے کیونکہ سمادہی سے اٹھکر کہتا ہے کہ میں کیسے آنند میں تھا۔ اِس سے ظاہر ہے کہ "میں" بدہی سے علیحدہ ہے۔ شونیہ وادی سشپتی کی تصور کو دیکھکر جو یہ کہتے ہیں کہ کچھ نہ تھا۔ نہ ہے۔ اور نہ ہوگا۔ اگیان ہی سے ہر ایک چیز اٹھتی ہے اور اگیان ہی میں پھر لے ہو جاتی ہے اور "میں" کا واہمہ بھی اِس طرح کا ہے وہ بھی دھوکھا کھا رہا ہے۔ حقیقت میں اسکے یہ معنی نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسی حالت کا سوچنا جس میں یہ "میں" نہ ہے احاطۂ امکان سے باہر ہے۔ ہم دنیا کی ہر ایک چیز کو سوچ سکتے ہیں کہ وہ نہ رہی اور نیست ہو گئی۔ لیکن اپنے آپ کو یہ سوچنا کہ "میں" نہیں رہا محال ہے۔ اگرچہ کچھ نہ رہا تو اس "کچھ نہ رہا" کا بھی گیان کسیکو ہونا چاہیے جو ان الفاظ اور خیالات سے ظاہر ہے کہ وہی "میں" پر دلالت کرتا ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے تو پھر یہ "میں" کیا چیز ہے وہی جو سب بدلنے والی چیزوں کو دیکھتا ہے اور خود نہیں بدلتا یعنی جسم بدلتا ہے۔ پران بدلتے ہیں سکرم اندریاں و گیان اندریاں بدلتی ہیں من بدلتا ہے۔ بدہی بدلتی ہے۔ ان سب کی علت اولیٰ ہے وہ بدلتی ہے مگر جس پر "میں" کا اطلاق ہے وہ نہیں بدلتا۔ بدستور ویسے کا ویسا ہی رہتا ہے اور سب تبدیلیوں کے تماشے دیکھتا ہے مگر جو تبدیل نہیں ہوتا یہ "میں" کا سب سے اونچا اطلاق ہے اِسی کو آتما یا جیو کہتے ہیں۔

اِس آتما کا سروپ یعنی ماہیت ذاتی کیا ہے یہی جاننا گیان۔ علم یا کانشس نس اور کچھ نہیں ہے۔ اوپر سے بتاتے چلے آتے ہیں کہ ہر ایک چیز میں خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف برابر تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جو ان تبدیلیوں کا جاننے والا ہے وہ متبدل نہیں ہے۔ دیکھنے والا ناظر کی تبدیلیوں کے ساتھ کبھی نہیں بدلتا۔

عالم اور معلوم کا فرق اچھی طرح ذہن میں بٹھا لینا چاہیئے۔ تمام حرکت اور تغیر و تبدل معلومات میں ہے۔ عالم کی ذات علم محض ہے۔ اِس وجہ سے اِس میں کسی طرح کی تبدیلی ممکن نہیں وہ سدا ایک ہی ہے اور اسکی وجہ یہ کہ محض شاہد یا شاکشی ہے یہی شدھ گیان ہے جس میں شے کا ذرا بھی تعلق نہیں ہے آتما کہلاتا ہے اور یہی جیو کا اصلی سروپ ہے اور یہی واقعی "میں" ہے۔ چونکہ شدھ گیان ہے اسواسطے ایک رس ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی کا امکان نہیں ہے۔ پیدائش و موت دو تبدیلیوں کا نام ہے۔ آتما میں چونکہ تبدیلی نہیں ہو سکتی اس واسطے وہ نہ پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے۔ ازلی و ابدی ہے اور اسے بقائے سرمدی حاصل ہے نہ گھٹتا ہے۔ نہ گلتا ہے۔ نہ سوکھتا ہے۔ گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے ادھیائے ۲۔ اشلوک ۲۴

کہ یہ سوال کسقدر دقیق و مشکل ہے کہ اُسکے حل کرنے میں ہر ایک مذہب و ملت و شاستر و فلسفہ کوشاں رہے ہیں۔ پھر بھی اختلاف کے سوا کوئی منزلِ مقصود پر نہیں پہنچا۔ اگر سوال آسان ہوتا تو اختلاف رائے مذاہب ہونا ناممکن تھا مثلاً کسی مکان میں صندوق والماری رکھی ہوں اور سب کو صاف صاف نظر آئیں تو کون انہیں صندوق والماری نہیں کہیگا ذرا بھی اختلاف ممکن نہیں ہو مگر "میں" یعنی جیو آتما کے بارے میں اختلاف کا ٹھکانا نہیں ہے۔

آتما کا اطلاق کس چیز پر ہو سکتا ہے۔ اگر طبع انسانی رموز پر نگاہ ڈالی جائے تو ایک عجیب بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ اپنی شخصیت کا علم یا گیان ہے۔ جس وقت سے آدمی پیدا ہوتا ہے مرتے دم تک "میں" کا خیال پیچھا نہیں چھوڑتا یعنی لڑکپن۔ جوانی۔ بڑھاپا وغیرہ وغیرہ خواہ کوئی حالت ہو۔ جب دیکھو وہ "میں" بنا ہوا ہے۔ پس اس "میں" کا ہی اصل سروپ آتما یا خدا ہے۔

اگر معترض جسم کو آتما "میں" بتاتا ہے تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شیر خواری میں چھوٹا سا جسم ہوتا ہے اور بچہ اپنے کو "میں" کہہ کر پکارتا ہے۔ اور جب انسان جوان ہوتا ہے تب بھی وہی "میں" کا لفظ زبان سے بولتا ہے۔ اسی طرح اگر موٹا ہو تو اور دُبلا پتلا ہو جاوے تو وہی "میں" زبان زد ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر جسم کے دو ٹکڑے بھی ہو جاویں تو بھی وہی "میں" زبان سے کہا جاتا ہے۔ کوئی نصف "میں" کا اطلاق نہیں کرتا۔ اگر جسم سے تعلق اس "میں" کا ہوتا تو "میں" میں تبدیلی جسم کے ساتھ ہوتی رہتی۔ مگر "میں" غیر متبدل ہے۔ اس میں تبدیلی نہیں۔ اسی طرح اگر پران کو آتما کہا جائے تو بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ پران میں تبدیلی ہے یعنی آدمی اپنے کو کمزور۔ طاقتور مختلف طور سے کہتا ہے۔ مگر "میں" جوں کا توں ہر دو حالتوں میں رہتا ہے اس واسطے پران بھی "میں" نہیں ہو سکتا۔

اگر معترض نے گیان اندری و کرم اندریوں کو "میں" بتلایا تو اس کا جواب یہ ہے۔ اندھا۔ و بہرا۔ لولا۔ لنگڑا اپنے کو اندھا۔ بہرا۔ لولا۔ لنگڑا بتلائے گا۔ مگر "میں" تو بدستور زبان سے کہے گا یعنی تبدیل اندریوں کو ہے تو "میں" میں کوئی تبدیلی نہیں۔ "میں" بدستور ویسے کا ویسا ہی ہے۔

اگر معترض من کو "میں" بتلائے تو اسی طرح من میں خیالات کے سلسلے اُٹھتے رہتے ہیں۔ کبھی سنکلپ بکلپ ہے کبھی حافظہ و تخیل ہے کبھی ادراک و تعقل ہے۔ یہ سب بدلنے والی چیزیں ہیں۔ پس جب آدمی یہ کہتا ہے کہ "میں" بیتل یا نادان سمجھ ہوں حقیقت میں اُس سے یہ مراد نہیں ہوا کرتی۔ ادراک۔ تصور۔ تخیل۔ حافظہ۔ مقابلہ۔ تعقل سب تبدیلی پذیر ہیں آتے ہیں اور جاتے ہیں۔ مگر "میں" استوار ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کیفیات نفس بدلتے ہیں "میں" نہیں بدلتا۔ اسواسطے من یا نفس کچھ اور چیز ہے "میں" کچھ اور چیز ہے۔

آندم کہ فرعون لعیں درآب دریا غرق شد		در خوفِ موسیٰ من بدم من عاشقِ دیرینہ ام
آنجا کہ احمد برگذشت از چار و پنجم ہفت و ہشت		بر ہشت مینش من بدم من عاشق دیرینہ ام
اے آفتاب اے آفتاب گرمی مکن گرمی مکن		خود یکے ان خاموش کن من عاشق دیرینہ ام
شاہِ حقیقت بودہ ام۔ دریائے حکمت بودہ ام		مولا کہ باشد پیش من۔ من عاشق دیرینہ ام
مراد۔ دل بغیر از دوست چیزے در نمی گنجد	دیگر	بہ خلوت خانہ سلطاں کسے دیگر نمی گنجد
درون قصرِ دل ہر دم یکے شلہ ہے کہ کرگا ہے		ز دل بیروں زند خیمہ بجز و بر نمی گنجد

ہر شخص جانتا ہے کہ قطرہ کیا ہے اور دریا اور قطرہ میں کیا فرق ہے۔ کیونکہ جبتک قطرہ دریا سے علیٰحدہ ہے قطرہ کہلاتا ہے اور جس وقت قطرہ دریا میں مل گیا تو قطرہ محو دریا ہو کر دریا ہی ہو گیا۔ جبتک علیٰحدگی ہے اسم وصفت جدا ہو کر دوسرا نام پایا اِس امر کو بر ہم گیانی بخوبی سمجھتا ہے ؎

بدریا قطرہ چوں واصل شود دریاست در معنی		حباب و موج ہم آب اند۔ بشگاف ایں معمہ را

جبتک انسان اپنی ہستی کو مثل حباب دریائے وحدت سے جُدا مانتا ہے بیم وجا کے تلاطم میں غوطہ کھاتا رہتا ہے اور اس عقدہ کو کھول نہیں سکتا۔

جب بشر دریائے وحدت میں شناوری کرتا ہے اور اس دریا کی روانگی سے موج و حباب کو ظہور پاتے دیکھتا ہے تب وہ اپنی ہستی کے بلبلے کو اُس سے جُدا نہیں پاتا ہے اور خودیت سے کلیت میں سماتا ہے۔ جب وہ دریا کی ماہیت پر نظر ڈالتا ہے اور بلبلے اور موج کی اصلیت دریافت کرتا ہے تب اشعارِ ذیل اُسکے حال پر صادق آتے ہیں۔

آبیست کہ دریا شدہ امواج برانگیخت ہر چند بگویم رہ بے ہودہ نپویم	گہہ گشت حبابے رازیست نہفتہ	گہہ یخ شدہ در عالمِ تکرار رہ آمد ہر کس کہ نفہمید سبکسار برآمد	در این و در آن شد خود جملہ جہاں شد

کل عارفوں نے اسی راز کو مختلف کلمات میں کھولا ہے اور چاروں ویدوں کا یعنی چاروں ویدوں کے اسمِ اعظم کا اسپر اشارہ ہے منجملہ انکے سام وید کا اسمِ اعظم تَتْوَمَسی جو تت توم اور اسی تین لفظوں سے بنا ہے اِس پر دلالت کرتا ہے۔ لفظ تت کا اشارہ عالم لطون پر ہے جو بالذات لافانی اور باقی ہے اور جسنے کثیف مادہ کی صورت اختیار کی ہے۔

میں کون ہوں اور کیا ہوں؟

(جواب) یہ سوال ظاہر میں آسان معلوم ہوتا ہے ورنہ بڑا مشکل اور معنی خیز ہے۔ کیونکہ کون نہیں جانتا کہ میں کون ہوں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ فلاں شخص ہوں اور فلاں کا بیٹا ہوں۔ فلاں خاندان سے ہوں۔ لیکن غور کرنے سے معلوم ہوگا

تتو گیان کے متعلق نظم

بنے دہیان میں جیسے دہیانی میں مجنوں	ہوئے گیان پر جیسے گیانی میں مفتوں	پڑہا جسکا جوگی جتی نے ہے افسوں	وہی آتما سچدانند میں ہوں
کرم جسکے ملنے کو کرتا ہے کرمی	دہرم جسکے پانیکو کرتا ہے دہرمی	مرم جانتا ہے فقط جس کا مرمی	وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے یگیہ اور دان سے ڈھونڈتے ہیں	جسے تپ سے اور گیان سے ڈہونڈتے ہیں	جسے دہارنا دہیان سے ڈہونڈتے ہیں	وہی آتما سچدانند میں ہوں
نہ آغاز جس کا نہ انجام جس کا	جہان دیکھئے جلوہ عام جس کا	ہر اک شکل جس کی ہر اک نام جس کا	وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے سن کے انسان کہتا نہیں ہے	جسے دیکھکر ہوش رہتا نہیں ہے	جسے پاکے دکھ کوئی سہتا نہیں ہے	وہی آتما سچدانند میں ہوں
زمان و مکاں میں سما ہو نمایاں	علل میں ہو اس کے علت جو پنہاں	غرض جس سے ممکن ہے نیرنگ امکان	وہی آتما سچدانند میں ہوں
کسی شئے کی ہستی نہیں جس سے باہر	ہر اک نور جس نور سے ہے منور	جو ہے شل آنند کا ہے سمندر	وہی آتما سچدانند میں ہوں
جسے مکت موجود مانا ہے سب نے	جسے اپنا مقصود مانا ہے سب نے	جسے غیر محدود مانا ہے سب نے	وہی آتما سچدانند میں ہوں
میں آنند ہوں کچھ نہیں مجھ میں ہمدم	سدا مکت ہوں بندہ کا کچھ نہیں غم	میں پورن ہوں مجھ میں نہیں بیش اور کم	شوہم شوہم شوہم شوہم
نہ مجھے جسم خاکی سے کیا واسطہ ہے	کہیں خود ہوں میں اور مکاں یہ مرا ہے	مکاں ہے عزیزو کہیں کب ہوا ہے	شوہم شوہم شوہم شوہم
پرارب ہو کرم اور گیان اندریاں بھی	اور اشتہ کرن سوکشم بہوت سب ہی	نہیں ہے میرا جسم یہ بھی ہیں فانی	شوہم شوہم شوہم شوہم
نہ کارن شریر آہ لے یار میں ہوں	نہ غافل نہ کچھ محو پندار میں ہوں	نہیں مجھ میں غفلت کہ ہشیار میں ہوں	شوہم شوہم شوہم شوہم
نہیں تینوں جسام یہ کچھ بھی حاشا	دکھاتے مجھے ناچ ہیں بے تحاشا	تماشائی ہیں خود ہوں یہ ہیں تماشا	شوہم شوہم شوہم شوہم
یہ بیداری و خواب اور خواب غفلت	یہ عالم سہ گونہ اور اس میں یہ کثرت	تماشے ہیں اور ان کا ناظر ہیں حضرت	شوہم شوہم شوہم شوہم
میں ہوں بحر اور مجھ میں بجیہ ہیں قطرے	میں ہوں مہر اور مجھ سے روشن ہیں ذرے	اہا ہا عجب دیکھتا ہوں تماشے	شوہم شوہم شوہم شوہم

گفتمش خواہم کہ بینم مر ترا اے نازنیں	دیگر	گفت گر خواہی مرا بینی برو خود را ببیں
گفتمش با تو نشستن آرزو دارم بسے		گفت گر باشد ترا ایں آرزو با خود نشیں
گفتمش کاں نقش گوئی بر مثال نقش تو		گفت ظاہر شد بہ نقش خویشتن نقش آفریں
گفتمش گوئی کہ آدم جمع کل عالم است		گفت جمع عالم است و جمع رب العالمیں
گفتمش ہم من تو ام جملہ تو خندید و گفت		بر تو بر دیدار مست باد اہزاراں آفریں
آدم نہ بود و من بودم حوا نہ بود و من بودم	دیگر	عالم نہ بود و من بودم من عاشق دیرینہ ام
با نوح و کشتی بودم با یوسف اندر قعر چاہ		اندر دم عیسیٰ بُدم من عاشق دیرینہ ام

(۷) شرتی اِس بارہ میں گویا ہے۔ برہم ست گیان روپ اور بے حد ہے۔

(۸) 〃 آتما آکاس کی طرح سب جگہ ہے اور ہمیشہ ہے

(۹) 〃 جو اسکو جانتے ہیں اُنکے دل میں مقیم ہے۔

(۱۰) 〃 برہم دُور سے دور اور نزدیک سے نزدیک ہے۔

دوئی را چوں بدر کردم یکے دیدم دو عالم را
ظاہر و باطن نہان و آشکارا

نظم یکے بینم یکے خوانم۔ یکے خواہم یکے دانم
دیگر شمع یک شمع است قندیلش ہزار

چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں
شد جہاں آئینہ رخسار دوست

از پس ہر ذرہ حق بیند عیاں
ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست

ہر کہ او در صورت ہر خیر و شر
محو کن از لوح ہستی نقش غیر

دوست بیند او بود صاحب خبر
تا ببینی ہست کعبہ عین دیر

لفظ توم سے عالم ظاہری مراد ہے جو کہ کثیف مادے کی شکل رکھتا ہے اور تغیر پذیر اور فانی ہے۔ تیسرا لفظ اُسی ذات پاک کا نشان بتلاتا ہے جو کہ باقی اور فانی سے برتر ہے اور جسکی کمال قدرت نے اِن دونوں کو نمود دیا ہے۔

توم پد یعنی عالم ظہور کا علم عقل و حواس کے ذریعہ سے انسان کو حاصل ہوتا ہے اور واقعات پہنچنی نہیں ہوتا اُسکے باعث انسان اپنی جان کو جسم میں محدود سمجھتا ہے اور افعال جسمانی کا پابند ہو جاتا ہے۔ تت پد یعنی عالم بطون کا علم اشراق کی حالت میں پیدا ہوتا ہے اور واقعی صورت کو دکھلاتا ہے جب بشر کی رسائی معرفت کی اِس منزل تک ہو جاتی ہے وہ دیکھتا ہے کہ جس جان کو وہ جیو یعنی اپنی جان جانتا تھا۔ وہ اصل میں کل عالم کی جان یعنی ایشور ہے۔

اِس پد یعنی مقام محویت جزویت اور کلیت کے علم سے بلند تر اور برتر ہے اور اس کا نام وصال ذات ہے

گیان محل کے دو دروازے سرگن۔ نرگن باری ہے
کبھی اس در کبھی اُس در باری جھونکا جھانک
دوڑے نیچے۔ دوڑے اوپر بہ نہیں ٹھیرا ہے
ایسا ٹھور ٹھکانا نیڑے پاوت نا ہیں اندھ
کی دیہی گیا تا اعنگ گیان لکھو بج پران

گی کھیا تاہیں دو دروازے آتم وست نیاری ہے
چد آکاس بیٹھے نہیں لگے۔ نہیں پل آنکھ
ناتا بدھ کے جتن کرت ہے سو جیسے آپ نہ کالئے
ٹک کرپا کر آپ بچار وہے سکل دُر گندہ
سونہ پر کاشے جیو ہے انبھاسی زبان

جب طالب محویت کی منزل پر پہنچتا ہے تب اُسکو کسی طرح کے عمل اور شغل سے تعلق نہیں رہتا اور وہ تا قیام جسم سُرور ابدی میں مستغرق رہتا ہے۔

⟵ (۰:۰) ⟶

دنیاوی افکار برہم کے سدراہ ہیں کبھی برہم تک پہنچنے نہیں دیتے۔ جس طرح ہوا کا کوئی اصل رنگ نہیں۔ خاک دھواں سے ملکر کالی اور زرد ہوکر آسمان پر محیط ہو جاتی ہے۔ اسیطرح روح عذاب و ثواب سے ملبوس ہوکر انواع انواع کے اجسام میں گھومتی پھرتی ہے۔ جیو آتما گیان کی روشنی سے منور ہوکر دل کی تاریکی زائل کردیتا ہے۔ تب برہم کا جلوہ پیش نظر ہوجاتا ہے۔ اسی برہم کو رشی منی اپنی زبان میں اُپاسنا کہتے ہیں۔ برہم ہر وقت ساتھ ہے۔ دیدۂ تحقیق سے دیکھو تو ضرور اُس کا دکھائی دیگا۔ جس طرح کوئی شخص گردن میں لعل بے بہا مرصع طوق زیب گلو کئے ہو۔ مگر دھیان یعنی خیال سے اتر گیا ہو۔ جب خیال آجائیگا نیچی نظروں سے گردن میں دیکھ لیگا۔ وہ طوق نظر آجائیگا۔ اسیطرح پرماتما گھٹ گھٹ باسی ہے۔ کہیں دور نہیں۔ تم اُسکے وصال کی تدبیریں کروگے تو اُس سے دوچار ہوجاؤگے۔ جب گیان ہوگا تو خود بخود برہم کا پرتو نظر آجائیگا۔ بغیر گیان کے برہم نہیں مل سکتا اور گیان ریاضت کش منیوں کی صحبت سے آجاتا ہے کیا ایسے برہم نشٹھ عارف مبارک بھارت میں نہیں ہیں؟ صرف اُنہیں کے لئے نہیں ہیں جنہیں سچی تلاش نہیں۔ کسی ایسی حقیقی زندگی کا دم بھرنے والے پرم ہنس کے اثر صحبت سے تم ساری عمر زر کے غلام نہیں رہوگے بلکہ (مصرعہ) دولت غلام من شدہ اقبال چاکرم ؞ کا معاملہ دیکھوگے۔

یجروید (مطلب) سُنو اے امرت (حیاتِ جاوداں) کی اولاد نورانی مقاموں کے رہنے والوں۔ سنو) میں نے پایا ہے۔ میں نے پایا ہے۔ میں نے اُس لامحدود ذات کبریا کو جانا ہے۔ جو تاریکی سے آفتاب کی طرح برتر ہے اُسکو جان کر انسان موت پر غالب آتا ہے۔ یہی ترکیب ہے نجات پانے کی۔ اور کوئی راہ نہیں۔ اور کوئی راہ نہیں ؞

تتو گیان کیا ہے؟

(جواب) برہم ست ہے۔ جگت متھیا ہے۔ مطلب یہ کہ جو کچھ نظر آرہا ہے برہم ہی برہم ہے۔ جگت یعنی سنسار۔ یہ تھا۔ نہ ہے۔ نہ ہوگا۔ یہ جو کچھ نظر آرہا ہے وہ ست چت آنند ادویتی آتما میں مایا کے سبب سے کلپت و متھیا ہے۔ آتما ہی ست ہے اور وہی میرا اپنا آپ ہے۔

(۱) شرتی اِس بارہ میں گویا ہے۔ ایک ہی ذات بے دوئی ہے یہاں کثرت مطلق نہیں ہے۔

(۲) 〃 ہر ایک چیز آتما ہے

(۳) 〃 تت جاننے والا دیوتاؤں کا اپنا آپ ہے

(۴) 〃 تت جاننے والا جس گتی کو پہنچتا ہے وہی بشنو پد ہے۔

(۵) 〃 جسکو یہ گیان ہوجاتا ہے کہ میں برہم ہوں۔ وہ برہم ہوجاتا ہے۔

(۶) 〃 جسکو تتو گیان ہے اُسکے نزدیک برہم استھول ہے نہ سوکشم۔

مانتے ہیں آتما کا خیال دوئی ہمیشہ دوسرے کو نگاہ کے سامنے کھڑا دیکھتا ہے پس انہیں لبھے پد نصیب نہیں ہو سکتا۔ سدا خوف میں مبتلا رہیں گے۔ آدمی کو بچار سے اُس گیان پر پہنچنا چاہیئے کہ کثرت کے نظارے چونکہ گیان ہیں اس واسطے وہ گیان حقیقی چیز ہے۔ اور نظارہ ہائے کثرت خواب کی طرح جھوٹے ہیں۔ ان نظاروں کا ساکشی میں گیان سروپ آتما ہوں میرے سوائے اور کوئی نہیں۔ اس ودیا ات گیان سے ہی دوئی کا خیال اور اس کا نتیجہ خوف دور ہوتا ہے لبھے پد یعنی موکش پر پہنچنے کا رستہ گیان کے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔

بیت مکت کو گیان ایک ہے نہیں کرم نہیں دھیان رجو سرپ تب ہی مٹے ہوئے رجو کو گیان

کرم آپاسنا وبھگتی وغیرہ ابتدا میں دلچسپ اور دل خوش کن کیسے ہی کیوں نہ ہوں مگر یہ دوئی قائم رکھنے والے رستے ہیں جن سے خوف دور نہیں ہوتا۔ خوف صرف خیالِ وحدت سے ہی دُور ہوتا ہے۔ **شرتی**

وہ ڈرا اس واسطے اکیلا آدمی اب تک ڈرتا ہے۔ جب اُس نے یہ بچار کیا کہ میرے سوائے اور کوئی نہیں ہے۔ میں کس سے ڈروں اس سے اس کا خوف جاتا رہا۔ خوف ہمیشہ دوسرے سے ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہے کہ ایک آتما کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

گیتا ادھیائے ۴ منتر ۱۲

پوجتے ہیں دیوتاؤں کو غرض مند آدمی ایسے فعلوں کا ثمر ہوتا ہے۔ لیکن عارضی

اور سنو! اگر انسان پردہ پوشی اور صبر و باری اختیار کرے تو درجہ اعلیٰ پا سکتا ہے اور پانچ فضائل انسان اپنے میں پیدا کرے تو دیوتاؤں سے بھی زیادہ درجہ پاوے۔ (۱) تواضع مانند زمین (۲) شفقت مانند آفتاب (۳) سخاوت مانند دریا کے (۴) حلم مانند مردہ (۵) پردہ پوشی مانند شب جس شخص میں یہ فضائل ہیں اسکو نجات ابدی حاصل ہے۔

حصول نجات کی تدبیریں

جو لوگ برہم کی عظمت کے قائل ہیں یا جنکے دماغ میں برہم کی فضیلت اپنا رنگ جمائے ہوئے ہے وہی موکش پد ارتھ حاصل کر سکتے ہیں یا جنکے دل میں دنیا کی بے ثباتی۔ دھرم کرم کے خیالات۔ ارتھ۔ دھرم۔ کام۔ موکش کے حصول کی تدبیریں۔ وحدانیت کے شعبے تصوف کے راہ میں تصوف کے مسئلے جاگزیں ہیں وہی اس بحر نا پیدا کنار سے عبور کر سکتے ہیں۔ یا جنکے بے لوث دامن عیب جوئی۔ کور باطنی۔ غیبت۔ بغض۔ عداوت۔ جان کشی کے بدنما دھبوں سے پاک ہوں وہی اس نازک اور بسیط رستے میں گذر سکتے ہیں۔ وہ ہمیشہ گورو۔ ماں۔ باپ۔ کی خدمت گذاری کرتے بشاشت چت رہکر حواسِ خمسہ پر مسلط ہوتے ہیں کفایت شعاری سے گذارہ کرتے اور باوجود ناکافی آمدنی کے کمی معاش پر شاکر و صابر رہتے ہیں کیونکہ سکھ کو قرار نہیں سکھ کے بعد دُکھ ہوتا ہے اور دکھ کے بعد موکش ہو جاتی ہے۔ یہی وید کا مسئلہ ہے۔ اشیاء دنیا جسقدر پیش نظر ہیں سب فانی ہیں

غلام ہمت آنم کہ زیر چرخ کبود | زہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

گیانی تعلق سے فارغ ہوتا ہے اس واسطے اسکو کوئی شے گرفتار بھی نہیں کر سکتی۔ گیانی وہی ہے جو اوہام ظاہری و باطنی سے فارغ اور جمعیت خاطری و طمانیت باطنی حاصل کرچکا ہو۔

شب زندان بجز زندانیاں | شب دولت بجز سلطانیاں | نے غم و اندیشہ و سود و زیاں | نے خیال این فلان و آن فلان

گیانی کو جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ ہر حالت میں بیداری و خواب و خواب گراں میں یکساں رہتا ہے کسی وقت کی قید اسپر عائد ہو کر اُسکے سرور کو زائل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ گیانی آتما سروپ ہے۔ اور آتما قیداز منہ ثلاثہ سے مبرا ہے اور سب کا اپنا آپ ہے پس جہان کی دیگر نعمتوں سے آتم گیان بڑھ کر افضل ہے۔ اسکی مجبوری کا خوف کسی حالت کے آنے و جانے سے نہیں ہوتا خواہ جسم بھی رہے یا معدوم ہو جائے۔

گیانی نے تمام جہان و مافیہا کو بلکہ بہشت و عرش تک کو خیال سمجھکر اس سے آئینہ دل کو صاف و پاک کر کے آتم گیان سے جو ابتدا حاصل ہے نائل کیا ہے۔ گیانی کی نظر دوئی سے پاک ہوتی ہے اسکو کل جہان سے محبت ہوتی ہے اور کل دنیا کو بھلی کہنے کا مجاز حاصل ہے۔ فرض کرو کسی شخص کی عورت گیان وان ہو تو وہ جسقدر خدمت و محبت اپنے شوہر سے کریگی کوئی نادان نہیں کر سکتی۔ اسیطرح خاوند گیانی اپنی عورت سے محبت و عشق حقیقی کریگا۔

گیانی کی نگاہ کسی کے عیبوں کی طرف نہیں جاتی۔ بلکہ بجائے عیوب وہ اُسکے ہنروں پر نظر رکھتا ہے اس واسطے کیسا ہی ناپاک سے ناپاک آدمی ہو وہ اُس سے بھی محبت کریگا۔ کیونکہ ناپاک آدمی کے پس پشت بھی وہی خدائے واحد شاہد ہے۔ جس آدمی کی چھوٹی سی خودی بھی زائل ہو جاتی ہے اور بجائے اسکے خدا قائم و ثابت ہو جاتا ہے وہ دنیا کو ہلا ڈالتا ہے اور دنیا کی ہیئت بھی اسکی نظر میں بدلجاتی ہے۔ اور تکلیف و مصیبت نابود ہو جاتی ہے۔ جد و جہد جاری جاتی ہے کائنات وہ بندی خانہ نہیں رہتی جہاں لقمے لقمے کے واسطے روز ہاتھ پاؤں مارنے اور لڑنا پڑتا ہے بلکہ دنیا ایک دلفزا باغ نظر آتا ہے۔

نظم

در بازی عشق صرفہ جان
بیجان و تن است در تن جان
در راہ یگانہ خاک گشتہ

زیبا نہ بود بہ پیش جانان
آرام گہش کنار جانان
از موت و حیات پاک گشتہ
این است ولی رہ خدائی

آنکو کہ فدائے عشق یار است
در بحر فنا قدم گزارد
باید کہ دلت صفا پذیرد
جز این ہمہ باطل و ہوائی

او را بہ تن و بجاں چہ کار است
پروای وجود و جاں ندارد
جز رنگ یگانگی نہ گردد

اسے پیدا ہو کس حاصل کرنیکا رستہ کیا ہے ؟ } (جواب) جو لوگ ایشور کو اپنے سے علیحدہ شخصیت

علم وقال سے ذوق وشوق سدا — اور علم حقیقت کے معانی کھلتا
بھی ہیں گیانی کے عیش او کھتی — جان اسکے خلاف اگیانی کہلاتا

گرو نانک صاحب کی بانی

برہم گیانی کا سبھ جن گیان — نانک برہم گیانی کا برہم دھیان
برہم گیانی سدا ارلیپ — جیسے جل میں کنول الیپ
برہم گیانی سدا اندوکھ — جیسے سور سرب کو سوکھ
برہم گیانی نرمل سے نرملا — جیسے میل نہ لاگے جلا
برہم گیانی سدا سم درسی — برہم گیانی کی درشٹ امرت برسی
برہم گیانی ٹھنگ سکل او دھار — نانک برہم گیانی کو جیسے کلی سنسا
برہم گیانی سدا اسرجاگت — برہم گیانی اہنگ بدھ تیاگت
برہم گیانی کے من پرم آنند — برہم گیانی کے مہی سدا انند
برہم گیانی کے درشن بڑہ بھاگیں پایئے — برہم گیانی کے بل بل جایئے
برہم گیانی کو کھو جے مہیشور — نانک برہم گیانی آپ پرمیشور
برہم گیانی کا کیتھا نہ جائے ادہا کھرا — برہم گیانی سرب کا ٹھاکر
برہم گیانی کی مت کون بکھانے — برہم گیانی کی گت برہم گیانی جانے
برہم گیانی کا انت نہ پار — نانک برہم گیانی کو سدا نمسکار
برہم گیانی سب سرشٹ کا کرتا — برہم گیانی سدا جیوے نہیں مرتا
برہم گیانی مکت جگت جی کا داتا — برہم گیانی پورن پورکھ بدھاتا
برہم گیانی اناتھہ کا ناتھہ — برہم گیانی کا سب اوپر ہاتھہ
برہم گیانی کا سکل آکار — برہم گیانی آپ نرنکار

گیانی پرش کی بیرونی علامات تو دائرۂ قیاس و تحریر میں آسکتے نہیں۔ لیکن اسکے ذاتی نشان وہ خود ہی جانتا ہے۔ بیرونی علامات حسب ذیل ہیں۔

دشمن و دوست نیک و بد خاک و زر آب حیات و زہر ہلاہل میں یکساں نظری۔ راحت و رنج جہان سے پاک ہمیشہ درات میں محو ذوق وجد سے خاموش۔ اوضاع زمانہ سے چشم پوش۔ دین و دنیا سے بیزار۔ تمام تعینات و رسومات سے معرا۔ نہ معرفت کا غرور نہ جہالت سے عذر۔ لذت نفسانی سے گریز۔ حال و قال سے پرہیز

گر بجوئی ور نہ جوئی تو وخودی — چند وابستہ بہر نیک و بدی
طریق فقر و فنا پیش گیر و خوش میرو — زپس نظر مکن و بشر و پیش گہ میرس

صحبت پراس کا بڑا اثر ہے دنیاداروں کی صحبت سے اس کا اثر کم ہوتا ہے اور ہمنشینی فقر و عارفان سے روز افزونی ہوتی ہے۔ پس واجب ہے کہ صرف بقدر لاچاری اہالیان دنیا سے ارتباط رکھے زاہل فقر و فنا پرس و قی فقر و فنا از آنکہ ہست گرفتار مال و جاہ میرس اور اپنے دل سے بھی اسقدر بے تعلقی رکھے کہ بدن تک اپنا نہ سمجھے ہمیشہ شبک و لطیف و بے صورت و بے نشان رہے۔

چو پا بصدق نہادی ز ترک سر گردی — بگو — اگر کلاہ بیابیت از کلاہ میرس
یکتا شدن از نشان یار نیست — و ز رنگ بودن نہ دوستدار نیست
توحید نہ گفتگوے باشد — ؎ عاشق نہ دو دل و دو رشتے باشد
یکساں ہر شے میں ذات حق کا جلوہ — آنکھوں سے نظر جسے جہاں میں آیا
اور ان سب قالبوں میں وہی ہے — دیکھا جو اسی نے حق کو جیسا کہ دیکھا

گیانی بننے سے کیا فائدہ ہے

یہ گیان وہ نعمت ہے کہ تمام لذات نفسانی سے و سرد ہی زیادہ سے سیری بخشتا ہے۔ بغیر گیان کے اس ناپائدار دنیا میں سراسر آدم حیوان ہے

غلام ہمت رندان بے سر و پائم — کہ ہر دو کون نیرزد بپیش شان یک کاہ
ملک آزادگی و کنج قناعت گنجیست — کہ بشمشیر میسر نشود سلطان را

ایک بھی ہے ۔ ابیات

ما ویم ظاہر جو منود ہیم ہو ہیں — واریم وجود و بے وجود ہیم ہو ہیں
چیزے نشدیم تا بگوئیم بہ تو — القصہ ہمانیم کہ بودیم ہمیں

دیگر

از ہیم و امید و ہیم و ہیم خوشیم — الیسہ سری و سری ہدیم خوشیم

دیگر

جز وحدت حق ہیچ ندارد عارف — با ہستی خود کار ندارد عارف
از گلشن اقبال و خبر و رستہ — جز گلشن دیدار ندارد عارف

دیگر

بشناس کہ غیر حق وجود نبود — بے ذات خدا بود و نبود نہ بود
عالم خود ہیچ ندارد چیزے — لے موج سوائے بحر بودن نہ بود

زاں فقر و فنا پس فوق فقر و فنا — ازاں کہ ہست گرفتار یال جاو پر
چو پالصدق نہادی دتارک سر کردی — اگر کلاہ رہا بینت از کلاہ بپرس

عارف گیانی ہو واحد ہیں واحد کو واحد دیکہتا ہو اسکی نظر غیریت سے پاک

گیتا ادہیائے ۱۳ اشتر ۳۳

ایک سورج جو دیتا ہے جیسے سب پر روشنی — جان واحد ذاتی ہو سب کے اندر روشنی
در ہزاران جام گوناگوں شراب بیش نیست — گرچہ بسیار مند انجم آفتابی بیش نیست
گرچہ بر خیزد ملقب بحر موج بے شمار — کثرت اندر موج باشد لیک آب بیش نیست

بھجن جوگی یا بدہ من کو لگائے

جیسے پتنگ جب دیپک میں پریت سے پران جلاوے
جگ جگ جوت ہی نہیں جانے جوت میں آن سماوے
جوگی یا بدہ من کو لگاوے
جیسے نارنگیہت کو جات ہے سر گاگر بھر لاوے
سکہی سنگ سے بولت چالت سرت گاگر سے لاوے
جوگی یا بدہ من کو لگاوے
جیسے نٹ کلا کے کارن سگا اساؤ ڈھول بجاوے
اپنا بوجھ سادھ سر اوپر سرت بانس سے لاوے
من کے لگانے ہریا پے — جوگی یا بدہ من کو لگائے

برہم گیانی عقل سلیم رکھتا ہے اور غیر متحرک رہتا ہے گیتا ادہیائے ۵ اشتر ۲۰

شادی اور غم سے نہیں جسکو سرور و ملال — سب جو بے لوث ہو وہ آدمی با کمال

رباعی

قومی بتمنائے زر و مال خوش اند — بعضے بتماشائے خط و خال خوش اند
بیدل ہمہ را بحال خود می بینم — خوش حال کسے کہ با ہمہ حال خوش اند

ادہیائے دوم اشتر ۶۹

روز روشن عارفوں کا جاہلوں کی رات ہے — جاہلوں کا روز روشن عارفوں کی رات ہے

رباعی

دل میں اٹھتی ہیں آرزوئیں جو جو — سب چھوڑ دیویں خیال کر کے ہیچ جو
او اپنے آپ میں ہی سرمست رہے — ارجن کہتے ہیں قائم العقل اسکو

دیگر

جسکو نہیں دشمنی کسی سے بھی یہاں — جو دوست ہو سب کا رحم دل ہو انسان
جو بے من و ما سے ہے تحمل والا — جسکو سکھ ہو اور دکھ ہیں دونوں یکساں

دیگر

صابر جو سدا ہے یوگ میں ہے یکتا — ضابط ہو جو جس کا ہو عقیدہ پکا
خوف و حسد و فکر و خوشی جسکو نہیں — ہو وہ ہی جیون مکت مجھے ارجن پیارا

دیگر

جسکو یکساں ہیں دوست بھی دشمن بھی — تعظیم و اہانت جسے یکساں ہیں سبھی
سکھ دکھ و گرم و سرد یکساں ہیں جسے — ہے جسکو کسی شے میں تعلق نہ کبھی

دیگر

جو بے گھر رہتا ہو اور ہو قائم عقل — پیارا ہے خدا کا جیون مکتی والا انسان

دیگر

دھوکا دینا نہ کچھ برائی کرنا — بے آزاری راستبازی دھیا
کرنی دل و جان سے مرشد کی بھگت — پاکی و قرار روکنا نفس اپنا

دیگر

لذات حواس میں نہ خواہش ہوتی — اور کرنی دل سے ترک سب ادنیٰ
یہ دیکھنا تکلیف کے گھر ہیں سارے — پیدائش و مرگ و پیری و بیماری
خاطر میں سبے تعلق کا ہونا — گھر اور سپوتوں میں نہ پھنسنا اصلا
پالا جو بھلائی و برائی سے پڑے — دل رکھنا ہمیشہ ایک جیسا اپنا

جواب۔ اشنان سے رد نہو جسم کو غلاظت سے پاک کیا جاتا ہے یہ اشنان بیرونی ہے۔ اندرونی اشنان وہ کہلاتا ہے کہ انتہ کرن کو طمع۔ شہوت۔ حسد۔ کینہ۔ بغض۔ ریا۔ تکبر و نخوت۔ چغلخوری۔ بدنیتی سے پاک رکھنا۔ اور اقبال دولت و مال اولاد و دیانت پر نازاں ہو کر دل میں فخر نہ کرنا۔ یہ اشنان اندرونی ہی موکش دیتا ہے نہ کہ بیرونی۔

یہ کرم کب تک کرنے واجب ہیں؟

جواب۔ یہ کرم جبتک کہ انتہ کرن میں وشیوں کی ورشنا غرض محبت۔ ریا کا خیال شامل ہے کرنا ضروری ہیں۔ جب مدعا حاصل ہو جائے تب بھی ان کرموں کو اپنی عادت یا سبھاؤ میں داخل کر کے استحکام طبیعت کیواسطے آئیندہ جاری رکھے تو انسب اولی ہے۔ سری بھگوان برہم گیانی کی تعریف اس طرح کرتے ہیں +

جسکو سمجھو میری خاطر وہ ہے میرے لئے — سادگی ہی میرا عاشق کیا غضب ہشیار ہے
ہر وقت اسکو اں ہے مجھکو میں پیدا کروں — بے طمع ہے بے غرض ہو جب وہ میرا یار ہے
مجھ سو چاہے مجھکو اور میری پرستش میں آئے — دوسری کا ذکر ہے جب دیکھو جبھی بیزار ہے
جو بنا تا تھا بنایا دیکھ کب باقی رہا — ایک نقطہ ہے جو تیرے حق میں اب بیکار ہے
تھک کر سب میں سے مجھ اکیلے کی پناہ — یہ مراد مہ ہے سالک تیرا بیڑا پار ہے

برہم گیان کا ادھیکاری رغبت اور نفرت کو چھوڑ کر عمل کرتا ہے۔

گیتا میں آیا ہے ادھیائے سوم شلوک ۳۴

شوق و نفرت خاصہ ہی ملک محسوسات کا — دونوں ان کے پھیر میں تم آ نکے قابو میں نہ آ

ابیات

گور از دو آنہ و این ہم بشکن — ہمراہ این سنگ رہ پاسے تمام بشکن
تئی واقف ازیں دو راہ باطن — بہ نزد جان تو ہست ہم ساکن
بہ پیشت ہیچ یار ادر صفا آئینہ — ستارہ خاص تو ہر دم را بنید
تو غافل از ستارہ خانہ خود — نداری خویش یا بیگانہ خود

گیانی یعنی عارف کی کیا شناخت ہے؟

جواب۔ گیانی وہ ہے جو سب جیو و جاں میں اپنے کو دیکھتا اور اپنے میں سب کو۔ ایسا واسیہ اپنشد منتر ۶ ہے گیانی تمام جیو و جنتر چیزوں کو اپنے میں دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو سب میں دیکھتا ہے وہ کسی سے نفرت نہیں کیا کرتا۔

ایسا واسیہ اپنشد منتر ۷۔ جس حالت میں تمام کائنات کی چیزیں گیانی کی آتما ہو گئیں تو ایسی وحدانیت کی نظر رکھنے والے کو کیا موہ یعنی غفلت اور کیا شوک یعنی رنج۔

کین اپنشد نمبر ۴۔ برہم اچھی طرح اسوقت جانا جاتا ہے جب آدمی سے علم کے ہر عمل کا ساکشی جانے ایسا جاننے والا لافانیت کو پہنچتا ہے

گیانی لوگ اس دنیا سے منہ موڑ کر حیات ابدی حاصل کر سکتے ہیں۔

تا شانہ صفت سر نہی در تہ ارہ — ہرگز بہ سر زلف نگارے نرسی
تا سرمہ صفت سودہ نگردی تہ سنگ — ہرگز بصفا چشم نگارے نرسی
تا ہیچو در سفتہ نگردی با تار — ہرگز بہ بنا گوش نگارے نرسی
تا گل شدہ بریدہ نگردی از شاخ — ہرگز بہ گل حسن نگارے نرسی
تا خاک ترا کوزہ نسازند کلالاں — ہرگز بہ لب لعل نگارے نرسی
تا ہیچو قلم سر نہ نہی در تہ کارد — ہرگز بہ سر انگشت نگارے نرسی
تا ہیچو حنا سودہ نگردی تہ سنگ — ہرگز بہ کف پائے نگارے نرسی

کبیر صاحب: بولے کے من بھید ہے مور کہت ہے ایک
گیانی کا مت ایک ہے کیا پنڈت کیا شیخ

گیانی وہی ہے جو یہ جانتا ہے کہ میں آتما ہوں میری آتما میں اننت بل ہے اور اننت سامرتھ وان ہے یہی آتما کا جاننا ہے بھید ہمیشہ ہے سارے سکھ و آنند میری آتما ہی میں ہیں الکھ ست چت آنند سروپ آتما ہوں۔ میں جسم اور من نہیں ہوں۔ میں تینوں حالتوں کا

طالب حق کو کون کرم مل دوش کے دور کرنیکے واسطے کرنے چاہئیں

جواب۔ ویسے چودہ کرم ضروری ہیں۔ انکی تفصیل ذیل میں درج ہے

(۱) ودیا یعنی سب جیووں کو تن من۔ دھن۔ اور بچن سے سکھ پہنچانا۔

(۲) ست بولنا۔ جسقدر دیکھا یا سنا ہو یا جسقدر معلوم ہو اتنا ہی کہنا

(۳) آستی۔ دوسرے کے سخن کو باحوصلہ سنکر تسلیم کرنا۔

(۴) برہم چرج۔ یعنی آٹھ پرکار کے میتھن سے دور رہنا۔

(۵) سنتوکھ۔ جو کچھ پرار بدھ سے حاصل ہوا سپر شاکر و صابر رہنا۔

(۶) آہنسا۔ یعنی کسی جیو کو شریر زبان و من سے تکلیف نہ دینا۔

(۷) تپ۔ یعنی اندریوں کو منع کرکے لذات کی طرف سے ہٹانا

(۸) مانسی پوجا۔ یعنی من کو جسم کی طرف سے ہٹاکر پرماتما کی طرف لگانا۔

(۹) اشنان۔ بیرونی و اندرونی سے پاک رہنا۔

(۱۰) دان۔ خارجی و داخلی کرنا۔

(۱۱) برت۔ جسمانی۔ حواس۔ من۔ کا کرنا

(۱۲) رھیرج۔ تبدیل حالات میں مستقیم المزاج رہنا۔

(۱۳) ارجو گفتار۔ رفتار بیوہار میں عمل راست یعنی سچا برتاؤ کرنا۔

(۱۴) ست سنگ۔ بیرونی و اندرونی کرتے رہنا۔

سوال میتھن تو صرف زناکاری ایک ہی ہے آٹھ کون کون سے ہیں؟

جواب۔ (۱) غیر عورت کی بابت جو کہتا ہو کہ فلاں خوبصورت اور ناز والی ہے اس طرح سنتا شرن کہلاتا ہے (۲) شنیدہ سخنان کو دلمیں یاد کرنا سمرن کہلاتا ہے

(۳) دوسرے کے روبرو اس عورت کی تعریف کرنی کیرتن کہلاتا ہے

(۴) بار بار اس کا خیال کرنا چنتن کہلاتا ہے۔

(۵) تنہا گھر میں یا گلی وکوچہ میں اس سے بات کرنی ایکانت بات کہلاتا

(۶) دلمیں مصمم ارادہ کرنا کہ اسکو ضرور ملنا ہو نیز سنکلپ کہلاتا ہے۔

(۷) جتن کرنا یعنی تدارک کرنا۔ آدمی بھیجکر یا روپیہ خرچ کرکے بلوانا یا خود اسکے پاس جانا جتن کہلاتا ہے۔

(۸) حصولی۔ یعنی عورت کا ملنا۔

پیارے جگیاسو یہ آٹھ قسم کے میتھن ہی ہیں ان سب سے دور رہنا طالب حق کو ضروری ہے۔

سوال۔ دان دو قسم کے اور برت تین قسم کے اور ست سنگ بھی دو قسم کے تبلائے انکو سمجھا دیجئے

جواب۔ دان نمبر ۱۔ تو وہ ہے جو بنا بر اپنی نیک نامی کے یا بخواہش نتیجہ دان کیا جاتا ہے۔

رر نمبر ۲۔ داخلی دان۔ ابھمان اور ناموری کو ترک کرکے بلا خواہش نتیجہ کے ایشور ارپن کرنا۔

برت

(۱) برت غذا۔ لئے میعاد معہود کے واسطے برت رکھنا۔

(۲) برت۔ حواس کو اپنی لذات سے باز رکھنا برت اندری کہلاتا ہے

(۳) برت جیو (روح) کو دوبینی اور دووانی سے پاک رکھنا برت من یا دل کہلاتا ہے۔

ست سنگ

(۱) بیرونی وہ ہے کہ گیانی یا مرشد کی خدمت میں حاضر ہوکر انکے سخنان کو ارادتمندی سے سننا۔

(۲) اندرونی وہ ہے کہ شنیدہ سخنان کو تنہا بیٹھکر سلیم الطبع ہوکر معنے و مطلب کو سمجھنا۔

سوال اشنان دو قسم تبلائیے کونسی ہیں اشنان تو روزمرہ غسل کہلاتا ہے

وویک - ویراگ - سادہی کہٹ سمپتی کے چتور تھہ موچہتا یہ چہار سادہن ہیں یعنی چار سادہن - وویک ویراگ - سادہی کہٹ سمپتی - چہتی موکشتا ضروری ہیں یہ سب سادہنوں کی جڑ وویک یا تمیز یہ گیان کہ آتما غیر فانی وغیر متحرک ہے اور کائنات یعنی سنسار کا حال اسکے برعکس ہے - مطلب یہ کہ آتما نہ تو ناش ہوتا ہے اور نہ کچھ کام کرنیوالا ہے مگر سنسار ناش ہونیوالا ہے اور اس میں اعمال وافعال بھی ہوتے رہتے ہیں خلاصہ یہ کہ آتما غیر فانی ہے اور دنیا فانی ہے - انہیں دونوں باتوں کی تمیز بہم پہنچا لینے کا نام وویک ہے اور یہ سب سادہنوں کی جڑ اس واسطے ہے کہ اول وویک بہم پہنچ جائے تو باقی سادہن شلاً ویراگ وغیرہ بہم پہنچتے ہیں - وویک ہی نہو تو باقی سادہن بہم نہیں پہنچتے اسواسطے وویک کو مو کہہ کہا ہے یعنی ضروری -

برہم لوک کے بھوگوں کو بھی آدمی چھوڑنا چاہے تب ہی وید کے معنی جاننے والے اس حالتِ نفس کو ویراگ کا نام دیتے ہیں سادہی کہٹ سمپتی یہیں شم - دم - شردہا - سمادہان - اپرتی - تتکشا یہ چھ وصفوں کو ملا کر ایک مانا ہے - موکش یعنی نجات کی خواہش کو موکشتا کہتے ہیں - ان مذکورہ بالا چار سادہنوں میں سرون منن ندہیاس اور ملادیں تو سات سادہن ہوتے ہیں آٹھواں سادہن تت یعنی برہم اور توام یعنی جیو ان دونوں الفاظ کے معانی کا صاف طور سے بچار ہے اور ان آٹھوں سادہنوں کے کمال کو پہنچا ہوا برہم گیان کا ادہکاری کہا جاویگا -

سادہی کہٹ سمپتی میں چھ وصف شامل ہیں انکی تعریف کیا ہے ؟

(جواب) (١) شم من کو وشیوں سے روکنے کو کہتے ہیں -

(٢) دم حواس کو وشیوں سے باز رکہنا ہے -

(٣) شردہا گورو یعنی مرشد و شاستر یعنے کتب مذاہب کا قول سچے ہیں - یہ یقین واثق ہوتا ہے -

(٤) سمادہانا - سستی پریشان خاطر سے پاک ہوکر مرشد کے سخن کو گوش ہوش سے سننا کہلاتا ہے

(٥) اپرام - دنیاوی فعل و رالگیانی یعنی جاہلوں کی صحبت سے دور رہنا

(٦) تتکشا - دکھ سکھ - سردی - گرمی - بھوک پیاس - عزت بے عزتی کو برداشت کرتا ہے -

کرم اور اپاسنا سے حصول گیان میں مدد ملتی ہے یا نہیں

(جواب) ملتی ہے - چونکہ انتہ کرن یعنی دل میں تین عیوب رہتے ہیں اسواسطے ان عیبوں کو دور کرنیکے لئے کرم اور اپاسنا کا کرنا طالب حق یعنی جگیاسو کو واجب ہے کیونکہ جبتک انتہ کرن سے یہ عیب دور نہوں گیان کا پرکاش یعنے انکشاف کا رنہیں ہوتا -

سوال انتہ کرن میں تین عیوب کون کون سے ہیں ؟

جواب - مل - وکشیپ - اورن - یہ تینوں عیوب انتہ کرن میں رہتے ہیں -

(١) مل عیب رہنے سے آرزوے لذات ہوتی ہے اور لالچ وغیرہ ہوتا ہے

(٢) وکشیپ - رہنے سے من یکسو نہیں ہوتا اور پریشان خاطر رہتا ہے

(٣) آورن رہنے سے پردہ پڑا رہتا ہے کشف نہیں ہوتا یعنی جہل و نادانی

سوال - یہ عیوب کس طرح جا سکتے ہیں

جواب - جو کرم کیا جائے اس میں نتیجہ کی خواہش نہ کی جائے تو مل دوش دور ہوتا ہے اور اپاسنا سے وکشیپ دور ہوتا ہے - اور گیان سے آورن دوش دور ہوتا ہے -

قائم رکھی جاوے پس اگر بعض مروجہ مسائل پیدائش عالم میں کچھ نقص رہ گئے ہیں تو رہا کریں ویدانت کو اس سے کچھ زیادہ سروکار نہیں ہے۔ سروکار ہے تو صرف اس بات کا ہے کہ ایک ذات احد یعنی سچدانند برہم ست یعنی ہست ہے۔ اور باقی عالم است یعنے تھیا یا جھوٹ ہو۔ ویدانت میں کائنات صرف آتشبازی کا ہاتھی ہے۔ جیسے ایک لڑکے نے کہا کہ ہاتھی کے ہاتھ پاؤں سیدھے کیوں نہیں کر کان ٹیڑھے ہیں۔ ہمارا مطلب صرف آتشبازی کی کائنات ہے۔ صرف آتشبازی کو آگ لگا کر تماشا دیکھنا ہے نہ کہ کان ٹیڑھے ہونے سے کوئی سروکار ہے

برہم گیان کی تلقین

جس طرح باپ کا لڑکا فرماں بردار ہوتا ہے اسی طرح عقل کی محکوم اندریاں ہیں اندریوں پر قبضہ کر نیکا تپ اور دھرم ہے۔ عقل کے ذریعہ اندریوں کو محکوم کر کے چت پر قبضہ کرے تب اندریاں ہر طرف سے دل اُچاٹ کر برہم حاصل کرنے میں مددگار ہونگی اور فہم و ادراک کے وسیلہ سے برہم پرماتما کا جلوہ دکھائی دیگا۔ جو مہاتما گیانی ہیں سب کی آتما پرماتما سمجھتے ہیں جس طرح پھول اپنی خوشبو سے ہوا میں پھیلکر دماغ میں تازگی بخشتا ہے اور اپنی خوشبو سے واقف نہیں کہ اس میں کیا اثر ہے اسطرح عقل اپنے تئیں نہیں پہچانتی کہ وہ کیونکر پیدا ہوئی اور کہاں سے آئی۔ کہاں جائیگی۔ انتر آتما جسم کے اندر گیان کی روشنی سے آتما کو دیکھ رہا ہے۔ پس انسان کو چاہیئے کہ اندریوں کو قابو کر کے گیان کا چراغ جلا کر ہردے میں پرماتما کو دیکھے۔ دنیا میں برہم گیان حاصل کر کے ہی پاپ سے نجات ہو سکتی ہے جسطرح سانپ آسانی سے کینچلی چھوڑ دیتا ہے اسی طرح انسان تپ کر کے پاپ کو چھوڑ سکتا ہے یہ جسم ایک قسم کا دریا ہے جس میں لوبھ۔ موہ۔ ترشنا۔ کام۔ کرودھ۔ جھوٹ بولنا۔ چوری۔ دغابازی۔ کینہ۔ حسد ایسے جانوروں کا نواس و قیام ہے۔ مگر اور گھڑیال کی طرح شکار کی گھات میں تاک لگائے ہوتے ہیں۔ ان سے بچنا چاہئے اور گیان اور تپ کی کشتی پر سوار ہو کر بھوساگر سے پار اترنے کی کوشش کرنا چاہیئے برہم گیان کی پہاڑی پر چڑھ کر کام۔ کرودھ۔ لوبھ سے بھرے ہوئے لوگوں کی حالت پر افسوس کر کے ایسا اپدیش کرے کہ وہ بھی اس سنسار سے پار اترنے کی کوشش کریں۔ عورت ہو خواہ مرد جو کوئی برہم گیان کو جان لیگا وہ آواگون سے چھوٹ جاویگا۔ یہی ویراگیوں اور سنیاسیوں کا مت ہے۔ گیتا ہے

معرفت سے پاک تر دنیا میں کوئی شے نہیں خود بخود شاغل کو ہو جاتا ہے یہ عین الیقین

رباعی

در راہ خدا بجز خدا اے سالک
عقلے کہ شود مائل دنیا بند است
شوقے کہ بجز حق نبود پابند است
دنیا چہ بود خواہش عقبیٰ بند است

برہم گیان کا ادھکاری کون ہے

(جواب) برہم گیان کا ادھکاری وہی شخص ہے جسکے دل کے اندر خواہشات نفسانی و تمنائے اشیائے فانی و عادات شیطانی سے بیراگ ہو جو شخص مال۔ دولت و اسباب دنیوی کی ہوا و ہوس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ ادھکاری نہیں ہو سکتے۔ علاوہ اسکے برہم گیان کیواسطے شردھا یعنی اعتقاد اور اس کا سوچ وچار کر کے دھیان میں پختگی کرنا چاہیئے۔ علاوہ ازیں وچار ساگر میں لکھا ہے کہ پرتھم

قدرتی محبت کی تو محراب میں شمسِ غور سے — آ رہی اُدھر سے سدا تیرے بلانے کے لئے
کیوں بھٹکتا پھر رہا ہے تو تلاشِ یار میں — رہ سکتا شہ رگ میں ہے دلبر جو پانے کے لئے
مرشدِ کامل سے مل صدق و صبوری سے تقی — جو تجھے دیگا فہم شہ رگ کے پانے کے لئے
گوشِ باطن ہوں کشادہ جو کرے کچھ دن عمل — لا الہ اللہ ہے اکبر پہ جانے کے لئے
یہ صدا الحق کی ہے عامل عمل پڑھ ہیان نے — کن قرآن میں ہے لکھا اللہ اکبر کے لئے

ویدانت میں دنیا کی بے ثباتی

اپنشدوں پر نگاہ کیجائے تو کائنات کے بارے میں عجب تماشا نظر سے گذرتا ہے کہیں پیدائش عالم کی ترتیب کچھ ہے اور کہیں کچھ مثلاً ایتری اپنشد میں تمام کائنات کو ایک پرش روپ کی نظر سے دیکھا گیا ہے جس کا سر اگنی ہے۔ چاند اور سورج آنکھیں ہیں اطراف کان ہیں۔ بانی یا آواز وید ہے۔ ہوا پران ہے۔ ہر کے قلب خلا ہے۔ زمین پاؤں ہیں + چھاندوگ میں ایک انڈے سے تمام پیدائش عالم مستخرج کی ہے برہ دار نیک اپنشد میں منو اور ست روپا سے جگت کی پیدائش بتائی ہے۔ جو ست روپا طرح طرح کے روپ دھارن کرکے طرح طرح کی مخلوقات پیدا کی ہے۔ اسی اپنشد میں تو تین کہے ہیں۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی پرشن اور تتریہ اپنشد میں پانچ تتو بتلائے ہیں۔ آکاش۔ وایو۔ اگنی۔ جل۔ پرتھوی۔ اسیطرح کیا کلیات کیا جزویات دونوں میں جگہ جگہ اختلاف پائے جاتے ہیں۔ مختلف اپنشدوں میں ہی نہیں بلکہ ایک ہی اپنشد میں مختلف حصوں میں بھی یہی تماشا نظر آتا ہے پس اسکی وجہ صاف ظاہر ہے کہ اپنشدوں کا مطلب جگت کی ستیا پن یعنی قائم کرنا نہیں ہے۔ کیونکہ جگت کی بود گیان سروپ آتما میں خواب کی طرح محض نمودی ہے۔ اس بود و نمود میں سمجھانے کیواسطے جو ترتیب قائم کریں سب کھپ سکتی ہے۔ مثلاً ایک طالبعلم گورو کے پاس آکر سوال کرتا ہے۔ مہاراج جگت کی پیدائش تین ہی تتوں سے ہوتی ہے اور گورو اسی سوال کو اپنی تعلیم کا مرکز بنا کر اسکو وحدت وجود کا مسئلہ سمجھانے لگتا ہے۔ دوسرا آتا ہے کہ مہاراج جگت پانچ تتوں سے ملکر بنا ہے۔ گورو اسے پانچ تتو کو لیکر اسکو گیان سروپ آتما کا اپدیش کرتا ہے۔ اسی پر اور مسائل کو قیاس کرو۔ اس میں سے تمہاری سمجھ میں جو مسئلہ سب سے بہتر اور قرین قیاس ہے اسکو اختیار کرلو کیونکہ جگت میں فی الواقع میں کسی خاص ترتیب کا امکان نہیں ہے۔ ہاں جو مسئلہ کائنات اختیار کرو اس میں اس بات کو کبھی نظرانداز نہ کرو کہ ایک گیان سروپ آتما کا وجود واقعی ہے باقی کل بود و نمودی ہے۔ جو اس گیان کے سمندر میں بالکل اسی طرح اُٹھ رہی ہے جس طرح ایک ذاتِ واحد خواب میں کائنات خواب کے تماشہ ہائے بوقلموں اور نیرنگیہائے گوناگوں دیکھتا ہے جو اس ہستی سے علیحدہ چیزیں نہیں ہیں **ویدانت شاستر** کا کائنات بناکر کھڑی کرنے میں صرف اتنا ہی مطلب ہے کہ انجام میں اُس کائنات کو اڑا دیا جائے اور نیرنگیوں کے اختلاف کو اڑا کر صرف ایک وحدت وجود

بتلاؤ لہو کا ایک قطرہ جسم کی بوٹی بوٹی ۔ ہڈی کا ریزہ ریزہ ۔ چمڑی کا ٹکڑہ ٹکڑہ تمہارے خیال یا وجود سے نکلے ہیں ۔ یا کہ مردہ لاش سے کہ جسکو علم تشریح الابدان پڑھنے والے دیکھتے ہیں ۔

معترض ۔ ازل ۔ ابد ۔ مہاپرلے ۔ تو میری بنائی ہوئی نہیں ہیں کیونکہ میں محدود جیو ہوں ۔ میں کیا کر سکتا ہوں ۔ **جواب** عالم خواب میں خواب کا ماضی اور مستقبل تمہارے ذہن میں ہوتا ہے کہ باہر کسی اور طاقت کے ماتحت ہوتا ہے ۔ خواب میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی ۔ اسکے آباء و اجداد سات پشت تک مقام بناتے جاؤ گے ۔ لیکن وہ سب تمہارے خیال میں موجود ہیں ۔ اسیطرح جو کچھ نظر آتا ہے یہ تمہارا ہی خیال ہے مع اسکے ماضی و استقبال کے ۔

عالم خواب کی اشیاء اسی وقت پیدا ہو کر نظر آنے لگتی ہیں ۔ پر خواب دیکھنے والا ایسا جانتا ہے کہ میری پیدایش سے پہلے کی ہیں ۔ حالانکہ وہ اسی وقت پیدا ہوتی ہیں ۔ ٹھیک اسی طرح عالم بیداری کے سامان اور انکا علم بھی دونوں ایک ہی وقت پیدا ہوتے ہیں ۔ اَوِدیا کے زور سے ان اشیاء کی نسبت یہ خیال بھی ساتھ ہی پیدا ہو جاتا ہے کہ ان اشیاء کا قرار ہے یعنی یہ خیال کہ یہ چیزیں وہی ہیں جو پہلے دیکھی تھیں ۔ اسیطرح صرف دنیا ہی تمہارا خیال نہیں ہے بلکہ دنیا کی ابتدا و انتہا ر آدی و انت بھی تمہاری کلپنا ہے ۔

معترض ۔ دنیا اَنادی ہے اس کا ابتدا ہے کبھی ہی نہیں **جواب** خواب دیکھتے وقت عالم خواب ہمیشہ اَنادی ہوتا ہے ۔ گیان کی بیداری آتے تک جگت بعینہ خواب کی طرح اَنادی معلوم ہوتا ہے ۔ کیونکہ جگت خواب ہی تو ہے ۔ ایک کاغذ پر دریا کی تصویر ہے ارد گرد نہایت خوبصورت سرسبز کنارے ہیں بیچ میں کشتی چل رہی ہے ۔ کشتی میں راجہ صاحب سوار ہیں ۔ گا تا شن رہے ہیں ۔ چھوٹا لڑکا بغل میں کھیل رہا ہے ۔ اب دیکھو ۔ کنور صاحب کے والد شریف تو مہاراج ہیں ۔ لیکن کیا کنور اور کیا مہاراج کیا کشتی اور کیا دریا سب کا والد (پیدا کنندہ) مصور کا ذہن ہے ۔ اسی طرح دنیا کا بابا تو آدمی منو یا آدم ہی سہی ۔ لیکن پیارے خلقت اور اسکے بابا آدم کی ہیں سب تصویر کا بابا تو ہے کشتی دنیا تیرے ذہن میں ہے اور ناخدا کشتی یعنے خدا تیرے کن سے ظہور میں آتا ہے

میں نے مانا دہر کو حق نے کیا پیدا و لے ۔۔۔۔ میں وہ خالق ہوں میرے کن سے خُدا پیدا ہوا

گوڑپادا چاریہ نے کہا ہے ۔ " یہ سب قائم و متحرک ۔ غیریت جبھی تک ہے جب تک من دیکھنے والا بنا ہے ۔ من کے شانت ہونے پر غیریت کی بھاوتی نہیں رہتی ۔ چھاندوگیہ اپنشد ۔ ان اجسام میں داخل ہو کر بہ حیثیت جیو آتما مختلف اسماء و اشکال کو ظہور دوں "

غزل

دل کا حجرا صاف کر جاناں کے آنے کے لئے ۔۔۔۔ دھیان غیروں کا اُٹھا اُسکے بٹھانے کے لئے

چشم دل سے دیکھ یاں جو جو تماشے ہو رہے ۔۔۔۔ دلستاں کیا کیا ہیں یاں تیرے ستانے کے لئے

ایک دل لاکھوں تمنا اُس پہ اور زیادہ ہوس ۔۔۔۔ پھر ٹھکانا ہے کہاں اُسکے ٹکانے کے لئے

نقلی مسجد مندروں میں جائے صد افسوس ہے ۔۔۔۔ قدرتی مسجد کا ساکن دُکھ اُٹھانے کے لئے

میں نہیں رہتا اس واسطے است یعنی جھوٹا ہے۔

معترض۔ بچپن اوشتھا میں انسان بیخبر ہوتا ہے اسواسطے جگت دکھلائی نہیں دیتا مگر جگت موجود تو ہوتا ہی ہے۔

جواب۔ انسان بیخبر ہوتا ہے تو اسکی زندگی کون بڑہاتا ہے اور انسان خود ہی ایک نیا پن ہی تیار کر لیتا ہی تو وہ بیخبر کس طرح سمجہا جاوے

معترض۔ یہ اسکی بیخبری کی دلیل آپ خود ہی دیتے ہیں جاگتی حالت میں تو سنسار دیکھنے میں آتا ہی ہو۔

جواب۔ جاگتی حالت میں سمادہی کی ہوتی ہے اُس وقت دنیا کہاں دکھلائی دیتی۔ بموجب سانکہہ شاستر کیولیہ میں جگت نہیں ہوتا بموجب یوگ شاستر اسمپرگیات سمادہی میں سنسار نہیں ہوتا بموجب نیائے شاستر آپ گم ورگ میں دنیا نہیں رہتی بموجب ویشے شک شاستر نہ شریے یس میں جگت کہاں ہوتا ہے۔

بس جبکہ جاگتی حالت میں داوستھا ہی نہیں رہتا اسلئے جگت متیا یعنی جھوٹا ہی ہو۔ یہ دنیا اُسی وقت تک دکھلائی دیتی ہے جبتک تم دنیا کو دیکھتے ہو۔ اگر تم اپنے خیال کو متوجہ نکرو تو دنیا کا ایک ذرہ بھی نہیں دکھلائی دیسکتا۔

تمہارا ہاتہ سے اشارہ کر کے فخر کے ساتھ یہ کہنا کہ وہ دنیا دیکھو سامنے نظر آرہی ہو یہ دعل ہی دنیا کو نمودار کر رہا ہے تمہارا دکہانا اور دیکھنا ہی دنیا کو پیدا کرتا ہے۔

جب تم کسی معاملہ پر غور وفکر میں مستغرق ہو تو گو آنکھیں کھلی ہوں۔ سامنے سے خواہ کچھ ہی گذر جائے دکھائی نہیں دیتا کان اگرچہ کھلے ہیں مگر شور وغل سنائی نہیں دیتا۔ وجہ یہی ہے کہ تمہاری توجہ اُس طرف نہیں ہو۔ اگر اشکال اور آواز تم سے علیحدہ کچھ حقیقت رکھتے ہوں تو آنکھیں جو کھلی تھیں اور کان بھی کھلے تھے دکھائی کیوں نہ دیئے۔ اور سنائی کیوں نہ دیئے بعض اشخاص کی سوتے میں آنکھیں کھلی رہتی ہیں۔ اور کان تو سب کے کھلے ہی رہتے ہیں مگر سامنے کی دیوار و اشیا ار اروئی وغیرہ کھلی آنکھوں کو نظر نہیں آتے۔ اگر ساتھ سانپ لیٹ جائے معلوم نہیں ہوتا نقارے بج رہے ہوں سنائی نہیں دیتے۔ وجہ یہ ہے کہ کل ہستی تیری ذات پر قائم ہو اور تیرے کُن کی محتاج ہو۔ زمانہ بچپن میں۔ آنکھ۔ کان۔ اور سب حواس کھلے ہوتے ہیں لیکن مکان گھر۔ در و دیوار وغیرہ اسلئے اشکال نام روپ کچھ نہیں ہوتے۔ خوشبو و بدبو نہیں۔ اگر یہ اشیا دانندہ دساکشی) سے علیحدہ وجود رکھتی ہوں تو بچے پر بھی اپنی موجودگی ظاہر کر دیتیں۔ چونکہ دانندہ بغیر ان کا موجود ہونا لازم و ملزوم نہیں۔ درشٹی میں سرشٹی ہو عالم و معلوم کبھی جدا نہیں۔

معترض۔ پتھر سخت ہی کیا اسکو سخت میں نے بنایا؟ **جواب** ہاں تم خود اسکو دبا کر کہتے ہو کہ سخت ہو۔ سخت پن تم سے باہر نہیں ہے

معترض۔ جبکہ انسانی جسم میں ہڈیوں۔ پٹھوں وغیرہ کی ساخت ہم بناتے ہیں وہ تو پہلے ہی ہوتی ہے۔

جواب۔ جسم انسان تمہارا ہے کسی غیر کا تو نہیں۔ اِس جسم میں ہڈیوں۔ پٹھوں وغیرہ کی ساخت تم سے سرزد ہوتی ہے۔ غور کرکے

اور سشپتی میں دونوں حالتیں بیداری و خواب نہیں رہتیں تو اس حالت میں ستیا کس طرح کہا جا سکتا ہے ؟ **مثنوی**

تماشا خواب کا دنیا کو سمجھو
تماشے تن ہو فانی تن کی لعنت
تمنا نیک ہونے کی صدا ہو

کبھی یاں نہ ام الفت میں لہو
لگا جانا بن باقی سے محبت
داسی کوشش میں دل تیرا لگا ہو

یہ تن ہو فانی ہے بے علم و ناپاک
انانیت تکبر سے رہو دور
اگر دائم ترا نیکی عمل ہو
جیسا اکیلا آیا تھا ویسا چلا گیا

تری روح عین علم و باقی و پاک
ہوا و حرص سے دائم رہو دور
تو پھر دنیا کے غم سے کیا خلل ہو
فرزند و زن کو دیکھئے آخر چلا گیا

مسدس

آئے تھے خالی ہاتھ چلے خالی ہاتھ پھر
جان لی زری کرکے کیا ہو کیوں تماشا صبح
دنیا نہیں ہو جائے قیام او مسافرو
آیا تھا جو یہاں سو یہ آخر چلا گیا

تن پر سما سپاہی نہ جوتی نہ پاگ سر
تن تک بھی تو نہ جا سکا ہاں تیرے ساتھ پر
باندھو کمر کو گٹھری ہمیشہ کو دن ہوا
دو چار روز رہ کے مسافر چلا گیا

دنیا نہیں ہو جائے قیام او مسافرو
یہ خواب کا تماشا ہو یاں دل نہ باندھنا
گرداب خیال میں نہ بھلا کتنی موت کے
دنیا نہیں ہو جائے قیام مکت آنند

باندھو کمر کو گٹھری ہمیشہ کو دن ہوا
آب سراب خاص ہی یاں دل نہ باندھنا
دم آب میں تماشا ہی یہاں بس نہ باندھنا
باندھو کمر کو گٹھری ہمیشہ کو دن ہوا

ذرا غور تو کرو جس وقت تمہارے والدین تمہیں کھلاتے تھے پیار کرتے تھے۔ بلائیں لیتے تھے وہ حالت اسوقت خواب کے نظارے سے کم نہیں ہے۔ اور سوچو جس وقت تمہاری شادی ہوئی کیا ناچ تماشہ رنگ رلیاں تھیں اس وقت تماشہ خواب کی مانند ہیں یا نہیں۔ فکر کو کام میں لاؤ تمہارے والدین و بھائی بند و عورت بچے جب حیات تھے اسوقت وہ مانند سپنے خیال میں آتے ہیں یا نہیں ؎

غزل

سرائے دنیا ہے کوچ کی جائے
مسافرانہ ٹکے ہو اٹھو

ہر ایک کو خوف دمبدم ہے
مقام فردوس ہو ارم ہے
مکت آنند جاگو کمر باندھو

رہا سکندر یہاں نہ دارا
سفر ہے دشوار خواب کب تک
اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

رہا فریدوں یہاں نہ جم ہے
بہت بڑی منزل عدم ہے

دوہا

دھن جوبن تن ملو اور سب بیتو ہے آئے
میرا میری مان کر کہا من میں رہو بھول
کیا سووے سکھ نیند میں منزل تیری دور
یہ جگ سپن سرائے جوں سب مسافر آئے
یہ جگ سپنا رین کا بھائی بند پریوار
راون کنس اور ہرشچند راج کئے بھرپور

چیت سویرا یا ورے بیتا جیون جائے
ماٹی کو سب کھیل ہے انت دھول کی دھول
مکت آنند اٹھ جاگ رے چلنا تجھے ضرور
پرات ہوت رہ جائیں گے ات وت پنچھی ضرور
مکت آنند تک آنکھ کھول چھوٹا سکل بچار
آئے و سو چلے کال سے نچے نہ کچھ دھول

دنیا سچی کس طرح نہیں ہے ؟ } (جواب) جو چیز ست ہو وہ ہر حالت میں یکساں ہے۔ چونکہ یہ جگت سپن و سشپتی

چولہے پر لگا کر پریم کی آگ میں پکایا جائے پھر ذرات کے برتن میں رکھکر صبح شام الطاف کے چمچے سے گلقند سخاوت کے ساتھ نوش جان فرمادیں پرہیز ترشی حق فراموشی غصہ کی مرچ۔ روغن انہنکار شیرینی لوبھ وموہ۔ بدچلنی گرمی کام خواہش نفسے کا ستانا خوراک۔ دودھ نیک نیتی۔ کھچڑی۔ احسان مخلوق خدا۔ پاکیزگی اور روحانی صحت ٭

پس اس نسخہ کا استعمال تا صحت عمل میں لاکر خوش باشی وشانتی کے دریا میں غوطہ لگایا کرے۔

قسمت کسکو کہتے ہیں اور تدبیر اور تدارک میں کیا فرق ہی؟

(جواب) قسمت تو جنم گذشتہ کا تدارک ہی۔ اور تدبیر جنم حال کا تدارک ہی ورنہ دراصل ان دونوں الفاظ کے ایک ہی معنی ہیں۔ غرضیکہ تدارک وتدبیر کو ایک ہی سمجھنا چاہیئے اور انسان کو چاہیئے کہ تدبیرمیں مصروف رہے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ دنیا کی محبت سے باز رہکر صحبت عارفان وگیانیان اختیار کرکے انکے سخنان پر غور وخوض کرکے عمل پیرا ہو اور من کو قابو میں کرکے اپنا وقت تنہائی میں گذارے اور آتما کا دھیان کرکے نجات ابدی حاصل کرے۔

ابیات

از باطن تو بگذشتہ گر سہو نیست
پیش از ان کہ طبل رحلت پست وبا کمی
در انتہا کار خود از ابتدا ببیں
چون پیری شد ز ہوشیاری ماید فیہان
موہائے سفید کی نمود اری ہے

زاد رہے بر بنیادی ازین منزل جدا
زاد راہے جمع کن اے بیخبر تا فرصت
زان پیشتر کہ خاک شوی زیر پا بیں
صبح چون ناشن شود بیداری اشیدن
دنیاسے بس اب کوچ کی تیاری ہے

رباعی

غیر حق را امید ہی وہ حریم دل چرا
تا در بو تہ گل ہر آن او زمانے مہلت
یہ نو بہار جوانی اطاعت حق کن
بعیساں گمذران تیزا ایام جوانی
اگر وطن بمقام رضا توانی کرد
ہیں صبح اجل کے ستارے یہ بال

میکشی بیخود ہستی خط باطل چرا
کہ سینہ قصر ہم را کنی کا این عیار انیجا
کہ چوب خشک چو گردید غم بی گرد
کمن صرف این شور آب زندگانی را
غبار راہ شدا تو تیا توانی کرد
ہوشیار ہو کتنی تو وقت ہوشیاری ہے

یہ سنسار یعنی دنیا صاف طور سے نمودار ہے اسکو جھوٹا یعنی متھیا کسطرح باور کیا جا سکتا ہے

(جواب) جوکہ ہر ایک شخص روزمرہ خواب میں ہر ایک شے دیکھتا ہی اور اسوقت بجز خواب ہیں کے کوئی دوسرا وہاں نہیں ہوتا ہے جس طرح روز روشن میں ان ہر ایک چیزوں سے بلاس کرتا ہے خواب میں بھی اسی طرح محسوس کرتا ہی۔ اور ہوتا ہے۔ صرف اکیلا تن تنہا۔ مگر ایک دنیا پیش نظر ہوتی ہے۔ اسیطرح اگر بہ نظر حقیقت دیکھا جائے تو یہی کیفیت اس سنسار یعنی دنیا کی ہی جسے سچا جگت سمجھ رہے ہیں خواب کے نقشوں کی طرح جھوٹا ہے ہمارا جس گیان یعنی برہم میں نمودار ہو رہا ہے وہ خواب دیکھنے والے کیطرح (۳) یہی وہ شے ہو سکتی ہے جو تینوں زمانہ میں ثابت وقائم رہے۔ یہ دنیا بیداری میں دکھائی دیتی ہی۔ اور سشپتی یعنی خواب غفلت میں دکھائی نہیں دیتی اور خواب میں جو دکھائی دیتی ہی وہ سینما کے تماشہ کی طرح ہوتا ہی چونکہ خواب میں بیداری کی حالت نہیں رہتی

کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ گیان کا امکان ہی نہیں۔ اس واسطے برہم گیانی ایک ایک گیان کے ساتھ ہمیشہ برہم ساکشی کو جانتا رہے یعنے یا نو ہو کرتا ہے کہ میرا شدھ گیان سروپ آتما گیان کے ایک ایک عمل میں ہے کوئی لمحہ ایسا نہیں ہے جس میں وہ نہ ہو اور وجہ لاانتہائیت حاصل ہوتا ہو۔ کبیر صاحب کے وچن۔ سادھو جیوت ہی کر دآ سا

جیوت بیچے جیوت تو جے۔ جیوت مکتی تو ہسا — جیوت کرم کی پھانس نہ کاٹی۔ موئے موکش کی آسا
تن چھوٹت جیو ملیں کہت ہے۔ سو سب جھوٹی آسا — ابہوں ملا سو ئی جبھوں ملے گا نہیں تو جسم پور باسا
کودا۔ وواڑو ہونڈے من لوبھی۔ مٹے نہ گربھ تراسا — کہیں کبیر سنو بھی سادھو۔ پر ہو سب کی پاسا

جیون مکتی کا سروپ کیا ہے؟

(جواب) جیتے جاگتے آدمی کا کرتا بھوگتا پن۔ اور سکھ دکھ وغیرہ من کے دھرم چونکہ کلیش روپ ہیں اس واسطے یہی بندھ ہے اور اس کا دور ہو جانا ہی جیون مکتی ہے جس وقت آدمی پرم تو یعنے سناتن برہم کو جان لے تو اُسے چاہیئے کہ ڈنڈا تو رہنے دے اور جنیو کے ساتھ چوٹی کا ترک کر دے پھر برہم کو اچھی طرح جان کر ہر چیز کا ترک کرکے پھرے۔ قلب کی گانٹھ آتما کے چیتن یعنے ساکشی ہونے میں ٹوٹ جاتی ہے۔ اور تمام شکوک رفع ہو جاتے ہیں اُسوقت کرم نہیں رہتے ہیں سب سے اونچا پد ایشور کا ہے۔ مگر آتما اس سے بھی پرے ہے اِس آتما کا جاننا جب ہی ممکن ہے جب یہ شکوک رفع ہو جاویں کہ آتما ساکشی ہے یا نہیں۔ اگر ساکشی ہے تو برہم ہے یا نہیں۔ برہم ہے تو کیا بدہی یعنی عقل سے جان سکتے ہیں یا نہیں جان سکتے ہیں تو صرف جاننے سے ہی موکش ہو سکتی ہے یا نہیں۔

کرم وہ ہیں جنہوں نے موجودہ جنم دیا ہے اور آئندہ جنموں کے کارن پڑینگے۔ یہ تینوں اودیا کی گانٹھ یعنی شکوک اور کرم آتم درشن سے ناش ہوتے ہیں۔ اپنشدوں اور سریمد بھگوت گیتا میں یہ مضمون بار بار آتا ہے کہ جس برہم گیانی کو اپنے شدھ گیان سروپ آتما میں اہنکار یعنی خودی و محدودیت کا وہم باطل نہیں ہے اور عقل کی لوث یعنی شک و شبہات نہیں ہیں وہ پاپ پن سے باندھا نہیں جاتا۔ اور کرم اُسے پھل نہیں دیتے۔ یہاں پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب صورت حال یہ ہے کہ جگیاسو کے سنیاس کے پھل تو گیان سے آئندہ جنم نہیں ہونے پاوینگے اور موجودہ جنم کے باقی کرم بھوگ کے بغیر ختم نہیں ہو سکتے تو پھر گیانی کے سنیاس سے حاصل ہی کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گیانی کا سنیاس جیون مکتی کا باعث ہوا کرتا ہے۔ جس طرح جگیاسو کا سنیاس گیان حاصل کرنے کے لئے ہے اسیطرح گیانی کا سنیاس جیون مکتی کے آنند لینے کے لئے ہے۔ ایک نسخہ ہے اگر کوئی اسکا استعمال کرے تو جیون مکتی کا فائدہ اُٹھائے۔ برگ پرستی۔ بیخ دنیاداری۔ آوند عاجزی۔ بہیڑہ اتفاق۔ سفوف سادگی۔ جو ہر دود عرق پارسائی۔ حب الرحم دلی۔ تخم پر اپکاری۔ گل شیریں زبانی۔ نمک ملائی۔ روح پریم و محبت۔ ثمر شگفتگی۔ ست صحبت نیک فرمانبرداری بزرگان کی دعا۔ وہم دویا کے کاسنے سے تو کر جاندار کی سیوا کر اودیہ یاد خدا کی ہانڈی میں عشق الہی کے

کہیں سورج ہو کب کیا تیز جلوہ اپنا دکھلایا
کہیں ہو چاند چمکا اور کہیں خود بن گیا سایہ

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

ترا ہی حکم ہے اندر جو برساتا ہے یہ پانی
ہوا اٹکھیلیاں کرتی ہے تیرے زیر نگرانی

تجلی آتش سوزاں میں تیری ہی ہے نورانی
پڑا پھرتا ہے مارا مارا ڈر سے مرگ حیوانی

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

تو ہی آنکھوں میں نور مردمک ہو آپ چمکا ہے
تو ہی ہو عقل کا جوہر سروں میں سب کے دمکا ہے

تیرے ہی نور کا جلوہ ہر قطرہ میں جو نم کا ہے
تو رونق ہر چمن کی ہے تو دلبر جام جم کا ہے

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

کہیں طاؤس زریں بال بنکر رقص کرتا ہے
دکھا کر ناچ اپنا سورنی پر آپ مرتا ہے

کہیں ہو فاختہ کو کو کی سی آواز کرتا ہے
کہیں بلبل ہو خود ہی باغباں پھر اس سے ڈرتا ہے

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

کہیں شاہیں بنا شہپر کہیں شکرا ہے مستانہ
شکاری آپ بنتا ہے۔ کہیں ہے آب و دانہ

لٹک سے چال چلتا ہے کہیں معشوق جانانہ
صنم تو برہمن۔ ناقوس تو۔ خود تو ہے بتخانہ

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

تو ہی یاقوت میں روشن تو ہی پکھراج اور دریا میں
تو ہی لعل بدخشاں میں تو ہی ہو خود سمندر میں

تو ہی کہسار ہو دریا میں۔ تو دیوار میں در میں
تو ہی صحرا میں آبادی میں تیرا نور نیر میں

تو ہی باطن میں پنہاں ہے تو ظاہر ہر مکاں پر ہے
تو منیوں کے منوں میں ہے تو رندوں کی زباں پر ہے

برہم کے انوبھو ہونیکا کیا طریق ہے؟

لذائذ دنیوی اور ہوا و ہوس سے منہ موڑ ہر چیز کو اس نظر سے دیکھے کہ میرا اپنے آتما کا اسیطرح سروپ ہے جس طرح خواب کی ہر ایک صورت خواب بیں کی ذات محض ہے جب سب میں آپ کو اور اپنے آپ میں سب چیز نظر آنے لگیں اُسوقت اپنے آپکو لافانی انوبھو کرینگے۔ اور یہ حالت زندگی میں ہی ہم پہنچانی چاہیئے۔

(۲) تمام چیزیں نام اور صورت کے مجموعے خواب کے نقشوں کی طرح جھوٹے ہیں۔ انکا انوبھو جب ہوگا گیان میں ہوگا۔ گیان برہم کا سروپ ہے۔ پس جس جس شے کا گیان ہوتا ہے اس ایک ایک گیان کے پس پشت چیتن یعنی شدھ ساکشی

بہن سب برہم ہیں۔ خویش و اقارب ہیں تو برہم۔ حاکم و محکوم ہیں تو برہم محبت کرنے والے عداوت رکھنے والے ہیں تو برہم۔ اسکے قلم و تلوار ہیں تو برہم۔ باغ و گلزار برہم۔ اسکے لئے تو برہم ہی فقیر کی گدڑی ہے سارا گھربار جائداد برہم ہے

اپنی تو سحر ہے یہی اور شام یہی ہے

فقیر لاپرواہ گدائے شاہنشاہ اپنے تجربہ سے تصدیق کرتا ہے کہ ایک ہی ذات مطلق ہر رنگ میں نمودار ہو رہی ہے۔ وہی سورج بنکر چمکتا ہے۔ وہی بحر ظلمات میں اچھلتا ہے۔ گل میں۔ خار میں۔ آب میں۔ نار میں۔ شہر میں صحرا میں۔ ہر مکان و ہر زمان میں ایک ہی ذات مطلق بلاتقسیم جلوہ کناں ہے۔ اس ایک ہی اندھا لی (مداری) کی پٹارہ (تھیلے) میں سے ہر شئے برآمد ہو رہی ہے۔

تتریہ اپنشد۔ اناج پران۔ آنکھ۔ من۔ بانی۔ سب برہم ہیں۔

شرح۔ برہم دیکھتا ہے۔ برہم ہی سنتا ہے۔ برہم ہی سونگھتا ہے۔ چھوتا ہے تو برہم۔ سوچتا ہے تو برہم۔ سمجھتا ہے تو برہم غرضکہ جو کچھ دید و شنید و فہمید و قیاس میں آتا ہے سب برہم ہی برہم ہے۔

نہ آسمان و نہ مہ آفتاب و خلد بریں — نہ انجم و نہ ملائک نہ کس عیاں نہ نہاں
نہ دوزخ و نہ بہشت و نہ ملک نے مملوک — وے یکے ست کہ در جملہ ظاہر ست نہاں
وہ کون اوست دلے بوالعجب کمال ہست ہیں — نہ عقل داند نے وہم سے خرد نہ بیاں
چگونہ عقل بہ وے کمال حسرت اوست — نہ ظاہر ست نہ باطن نہ آشکار و نہاں

چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں
شد جہاں آئینہ رخسار دوست

از پس ہر ذرہ حق جلوہ عیاں
ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست

ہر کہ او در صورت ہر خیر و شر
محو کن از روح ہستی نقش غیر

دوست بینا او بود صاحب نظر
تا بہ بینی ہست کعبہ عین دیر

آپ ہی کو دیکھنے کو۔ آپ ہی ترگن بھیو — ست رج تم ہوئے۔ جگت کو پسار یو ہے
کوؤ اونچ۔ کوؤ نیچ۔ کوؤ راؤ۔ کوؤ رنک — کہوں داس۔ کہوں ٹھاکر آپ ہو پدھاریو ہے
پن پاپ بھاؤ کر۔ کرم کو بھاگ بھیو — کرم اوپاسن۔ کہوں گیان ہو دچاریو ہے
تین گن آپ بھیو۔ تینوں سے ورے ہک — مکت آنند آپ مانہ۔ آپ ملیتا نہ نیارو ہے

نظم

تصور بندھ گیا تیرے قد و قامت کا دل میں جب — تری تصویر ہی آنکھوں میں مردم بن کے پھرتی ہے
خدا جانے یہ کیا نشہ چڑھا آنکھوں میں میری ہے — جدھر دیکھوں ادھر پیارے تری تصویر پھرتی ہے
کہیں کیواں ستارہ ہوکے اپنا نور چمکایا — زحل میں جا کہیں چمکا کہیں مریخ میں آیا

عاجز ہے البتہ ایک مثال سے ظاہر کیا جاتا ہے۔ ایک فقیر کی گدڑی چوری ہوگئی۔ چورائی کس نے کانسٹبل نے بطور تمسخر
کے دیا (بطورِ امتحان) فقیر تو پلیس سٹیشن کے قریب ہی رہتا تھا۔ موج میں آکر تھانہ میں رپورٹ لکھوانے گیا۔ اور پکار
میں لٹ گیا۔ میرا کل مال چوری گیا۔

مال مسروقہ کی رپورٹ

داروغہ۔ تمہارا کیا مال چوری گیا؟
فقیر۔ سب کچھ۔ ایک تو رضائی گم ہوگئی ہے
داروغہ۔ اور کچھ ؟
فقیر۔ بچھونا ۔
داروغہ۔ اور کیا؟
فقیر۔ چادر۔

داروغہ۔ اور کچھ ؟
فقیر۔ کوٹ اور انگرکھا۔
داروغہ۔ آور کیا ؟
فقیر۔ تکیہ۔
داروغہ۔ آور کچھ ؟
فقیر۔ آسن۔

داروغہ۔ اور کیا ؟
فقیر۔ ہاں چھتری بھی جاتی رہی ہے
تھانیدار۔ بس اتنا ہی اور تو نہیں ؟
فقیر۔ تہبند (دھوتی) بھی چوری گئی ہے
تھانیدار۔ خوب یاد کرے۔
فقیر۔ آور۔ آور

وہ کانسٹبل بھی جسنے چوری کی تھی پاس ہی کھڑا تھا۔ جبکہ مال مسروقہ کی اتنی لمبی فہرست سُنی تو وہ بے اختیار ہنس پڑا۔ اور
فقیر کو تحکمانہ لہجہ میں بولا۔ اور۔ آور۔ بولے جاتا ہے۔ تیرا مال مسروقہ بس بھی ہوگا کہ نہیں۔
تیری جھونپڑی ہے کہ سوداگر کی دوکان۔ اتنا اسباب آ کہاں سے گیا؟ یہ کہکر کانسٹبل فقیر کی گدڑی اُٹھا لایا۔
اور داروغہ کیطرف مخاطب ہوکر۔ حضور بس اتنا تو اس کا مال مسروقہ ہے۔ اور اسنے اسقدر لمبی رپورٹ جھوٹی تحریر کرائی
تھانیدار۔ کیا یہ گدڑی تیری ہے ؟
فقیر۔ ہاں میری ہے۔ اتنا کہکر جھٹ پٹ گدڑی کندھے پر ڈال۔ تھانہ سے باہر دوڑ چلا۔ تھانیدار نے سپاہیوں کو
حکم دیا کہ اس فقیر کو گرفتار کرلو۔ جانے نہ دو۔ اور فقیر کو دھمکا کر کہا کہ تیرا چالان ہوگا۔ جھوٹی رپورٹ کیوں لکھوائی۔ کیا ہم کو
دھوکا نہیں دیا۔ فقیر جو جسم و جان کی فکر و بندِ کفر و ایمان سے بالکل آزاد تھا۔ گرفتاریم ورجا تھانیدار کی دھمکی کو کیا سمجھتا تھا۔
ہنسکر جوابدیا کہ ہم جھوٹ بولنے والے نہیں ہیں۔
اور جھٹ پٹ اس گدڑی کو اوپر اوڑھ کر بتایا۔ کہ یہ دیکھو میری رضائی۔
اِسی گدڑی کو نیچے بچھا کر بتایا۔ یہ دیکھو میرا بچھونا۔
اسی گدڑی کو دھوپ میں سر پر رکھکر کہا۔ یہ دیکھو میری چھتری۔
اِسی گدڑی کو تہ کرکے زمین پر ڈالا۔ اور اوپر بیٹھکر کہا یہ دیکھو میرا آسن وغیرہ وغیرہ۔
وہ شخص جس نے پشت پناہ و تکیہ گاہ عالم (برہم) خدا کو جانا ہے اس کا تو سب ہی کچھ برہم ہی برہم ہوگیا۔ ما۔ باپ۔ بھائی۔

جو شخص نہ گیانی ہے نہ اگیانی بلکہ خود غرض اور نفس پرست ہے اسکا کیا حال ہوگا

(جواب) ایسے لوگ آتم ہتیارے ہوتے ہیں یعنی اپنی آتما کو مار ڈالنے والے یا یوں سمجھو کہ اپنے آپ کو پہچانتے نہیں ہیں کہ میں شدھ بدھ مکھیان سروپ ہوں اسلئے ایسے لوگ آتم ہتیارے ہمیشہ نرک میں جو سخت اندھیرے کے لوک ہیں انہیں رہینگے اور بھوگوں میں پھنسا رہنے والے ہونیکی وجہ سے ہمیشہ شانتی سے دور رہیگا۔ اور دکھ اٹھاتے رہینگے +

(نظم)

بشر کیا سرکشی کرتا ہے تھوڑی زندگانی پر
غرور اسکو مٹا دیتا ہے قصر آسمانی پر +

گماں عمر ابد کا کرتا ہے دنیائے فانی پر
نہیں یہ جانتا میں بلبلا ہوں یک فنی

(دیگر)

قضا کی موج سے جو ایکدم پامال ہوتا ہے
لب ساحل سے ٹکرا کر پریشاں حال ہوتا ہے

(دیگر)

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسی کے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسی کے

(مثنوی)

جہاں کا شونکا جنگل ہے عزیزا
سنبھل کر پاؤں دھرنا اپنا ہرجا

اگر صحبت کا ہو دنیا میں ہرجا
رہو نیکوں میں بیٹھو ورنہ تنہا

تعلق سے رہو آزاد گھر میں
ہے مرغابی جوں دریائے تر میں

حقیقت داں کی باتوں پر یقیں ہے
شبانہ روز تو سیر فکر حق کر

ہمیشہ چشمۂ دل میں غسل کر
بجھا دل کی تپش کو اے برادر

(دیگر)

ہمیشہ رکھ زباں پر اسم اعظم
طبیعت تا کہ ہو شے تیری محکم

یہ تن ہے فانی و بے علم و ناپاک
تری روح حسین علم و باقی و پاک

انانیت تکبر سے رہو دور
ہوا و حرص سے ہو دوا ناگور

اگر و ام تیرا اسکی عمل ہو
تو پھر دنیا کے غم سے کیا خلل ہو

رکھو نیکی سے دائم آشنائی
کہ بد صحبت سے ہوتی ہے تباہی

بجد جہد نفس اپنا سنوارو
انانیت کو سب دل سے نکالو

قناعت راستی و ترک و تجرید
حقیقی فکر کہہ تو دل میں جا دید

ہمیشہ کتب حق کو تو پڑھا کر
منور ہوگی تیری اسسے خاطر

مناجات خدا کا ورد کر تو
صفائی دل کا پا دیگا ثمر تو

تماشا خواب کا دنیا کو سمجھو
کبھی پابند ام الفت میں نہ الجھو

مشائے تن سے فانی تن کی الفت
لگا جانان باقی سے محبت

تمنا نیک ہونے کی صدا ہو
اِسی کوشش میں دل تیرا لگا ہو +

گیتا ادھیاے دوم منتر ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ میں سری بھگوان فرماتے ہیں۔

(نظم)

طالبان عیش جنت۔ عقل سے نا آشنا
یوں بتاتے ہیں خلاصہ وید کے اسرار کا

عشرت و تن پروری ہے زندگانی کا حصول
اِس سے اعلیٰ ساری دنیا میں نہیں کوئی اصول

سرائے مدرسہ و علم بحث۔ طاق در رواق
چہ سود چوں دل دانا و چشم بینا نیست

سرائے قاضی یزد ارچہ منبع کرم است
خلاف نیست کہ علم نظر۔ در انجا نیست

ادویت بادی کی کیا تعریف ہے؟

(جواب) ادویت بادی کی تعریف میں زبان گنگ اور قلم

محسوس ہو تو سب کو چھوڑ دو ترک کر دو اور اپنی آتما کو بچاؤ۔ اس سے ظاہر ہے کہ آتما سب سے زیادہ عزیز و پیارا ہے۔ پس آتما کو سب سے زیادہ پیارا مان کر اسکی اپاسنا کرنی چاہئے اور وہ اپنا آپ ہی ہے۔ شرتی بھوانی اسکے دو پھل یہی بتاتی ہے کہ جو شخص سوائے آتما کے اور کسیکو پیارا بتاتا ہے اگر اسکو شراپ دیوے تو اسکی پیاری چیزیں نہیں رہتیں سو دوسرے اسکے پیارے یعنی ماں باپ۔ بھائی۔ بہن وغیرہ وغیرہ پوری عمر نہیں پاتے بیچ میں ہی مر جاتے ہیں۔

اصلی مسکن کون ہے جہاں ہمیشہ سب رہتے ہیں اور کسطرح ملتا ہے؟ { اصلی مسکن وہ ہے کہ جہاں نہ دن ہے

نہ رات نہ سردی ہے نہ گرمی۔ نہ مذہب ہے نہ ملت۔ نہ بندہ ہے نہ خدا۔ نہ استاد نہ شاگرد۔ نہ باپ ہے نہ بیٹا۔ نہ گیان ہے نہ اگیان۔ نہ کچھ اختلاف ہے نہ یکیائی۔ نہ دنیا ہے نہ آخرت۔ نہ میں نہ تو۔ غرضکہ وہ مکان دائم وقائم ہے وہاں چون وچرا کی گنجایش نہیں ہے۔ اسکو صرف صرف محض محض کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔ اور ہم سب لوگ اسی جگہ کے متوطن ہیں۔

اسکی حصولی کیواسطے طالب ارادتمند و عقیدتمند دنیا سے دل برداشتہ ہو کر عارف کامل کی خدمت میں جاتا ہے اور اسکی ہدایت سے راہ راست پاکر مسکن مذکورہ بالا کی طرف طبیعت لگاتا ہے۔ اسوقت عارف کامل اپنے ہمراہ دنیائے ناپائدار سے نکالکر لاہوت کے درجہ پر پہنچاتا ہے۔ جہاں بالتسکین و تمکین ہمیشہ سرور ابدی کا لطف حاصل کرتا ہے۔

(کٹھ اپنشد ولی ۵ منتر ۱۵) نہ وہاں سورج چمکتا ہے نہ چاند تارے نہ بجلی بھلا آگ کا تو کیا کہنا ہے۔ اس درخشاں و درخشاں کے سہارے ہی سب چیزیں درخشاں و درخشاں ہیں۔ اسکی ہی چمک سے یہ سب چمکتے ہیں۔

بھجن داب موہنے دودیت پد بہاسے

نا کچھ مایا نا سنسار اکلپ کارن سون ہے سارا
چندر بھان درسے نہیں تارا جیت جیوت روت ہی ابھیا
درشٹا درشن دور نغمہ بہانا آپ ہی ایک بہو روپ جگنا
جیو برہم میں بھید نہ راکھو برہم پونیت ہی رس ہوا کہو

سیتل ہر دا ہوا ہمارا۔ سکل دوئیت بھرم نا سے
چیتن آنند روپ نیارا۔ برہم پرکاش پرکاسے
کوٹن بہانت جتن یہ جانا سگر و سپن تماسے
سرو ٹھور رکت آنند یا نکوست گور و رام کریا سے

نظم

زخلوت چون اصبوراز و علم را
منور ساخته لوح و قلم را
بجان جسم و جان مرات ذو الفش
چہ باشد جسم جان عکس صفاتش
زباطن ظاہرش چون سر کشیدہ
لباس ظاہری در برکشیدہ
دو عالم چیست عکس نور رویش
زعکس او پدیداین ہائے مویش

صفات از ذات و ذات از وصف ظاہر
بجز دانش نہ دانش نیست ماہر
زباطن ظاہرش چون گل شگفتہ
درسے پیدا بہ پیدائے نہفتہ
من جہلہ منود از بود او شد
دوعالم را وجود از جہاد و شد
ہمہ حق ہست و حق از حق ہویدا
بجز حق ذرۂ خود نیست پیدا

چیتن اور اودیا دونوں کو ایک جاننا اودیا گرنتھی ہے۔ اننتہ کرن اور چیتن کو ایک جاننا بڑے گرنتھی ہے۔ اور یہ جاننا کہ میں برہم ہوں اسی طرح کئی طرح کے شک اور کرم اور ایسی سمجھ کہ میری خواہش پوری ہوئی۔ اور پیدائش و موت سب بندھن ہیں۔ گیان سے ان سب بندھنوں کا ناش ہو جاتا ہے۔

(۱) گیانی جو اپنے جسم میں استھت آتما کو جانتا ہے اسکی اودیا گرنتھی نہیں رہتی۔

(۲) جسکو نرگن سرگن برہم کا گیان ہے اس کا نہ کوئی کرم رہتا ہے اور نہ شبہہ اور نہ اودیا کی گانٹھ۔

(۳) برہم ست ہے۔ گیان گھن ہے۔ اننت روپ ہے۔

(۴) جسم میں استھت برہم کو جاننے والے کی ایک ہی وقت میں سب خواہشیں پوری ہو جاتی ہیں۔

(۵) آتما کو جان کر موت کا ڈر نہیں رہتا۔

(۶) جو من سے رہت سدا پوتر رہتا ہے۔ وہ اس پد کو پہنچ جاتا ہے جہاں پھر جنم نہیں۔

(۷) جو یہ جانتا ہے کہ میں برہم ہوں وہ سرب روپ ہو جاتا ہے۔ برہم کا جاننے والا برہم ہی ہے

عزیز کون ہے جو ہمیشہ ساتھ نبھاتا ہے

(جواب) اپنا آپ۔ عزیز وہ ہے جو اپنے ساتھ اسقدر ملحق ہے جیسے دودھ میں پانی یا شہد میں خوشبو بلکہ اس سے بھی تجاوز کر کے یوں سمجھنا چاہیئے کہ جیسے دھوپ و سایہ۔ نہ کہ ماں۔ باپ۔ بھائی بہن و لڑکا و جورو۔ جسقدر زیادہ قریب تر جو شے ہوگی وہی عزیز ہوگی۔

مثلاً ولایت جو اپنے ملک ہندوستان سے دور ہے عزیز نہیں ہے۔ ہندوستان ہی ہمکو جہاں ہم رہتے سہتے ہیں عزیز ہے۔ ہندوستان میں اپنا صوبہ جس میں خاصکر سکونت ہو بمقابلہ ہندوستان کے عزیز ہے اور بمقابلہ صوبہ کے اپنا ضلع عزیز ہے اور ضلع میں اپنا شہر اور شہر میں اپنا محلہ۔ اور محلہ میں اپنا قبیلہ جس میں ہر وقت رہتے اور کام کرتے ہیں۔ عزیز ہے۔ اور اپنے کنبہ میں خاص اپنے لڑکے بالے سگر ان سے بھی پیارا جسم ہے۔ اور جسم سے بھی پیاری اندریاں ہیں جو کہ بہت ہی قریب ہیں۔ مگر اندریوں سے پیاری کوئی چیز ہے جو کہ اس سے زیادہ قریب تر ہے وہ اپنا آتما ہے۔ کیونکہ اگر ہاتھ پاؤں میں یا کہ کسی دیگر اندری میں تکلیف ہوتی ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسکو کاٹ دو علیحدہ کرو میں زندہ رہوں۔ پس یہ "میں" جو اپنا آپ ہے عزیز ہے۔ مثل مشہور ہے کہ ایک شخص سیر کو گیا واپس مکان پر آیا تو اپنا جوتہ دوشالہ پڑا ہوا تھا اُس سے صاف کیا۔ یہ کیوں اسقدر قیمتی دوشالہ سے جوتا کیوں صاف کیا۔ تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ دوشالہ باپ کا تھا۔ اپنا نہ تھا۔ پس اس سے صاف ثابت ہے اپنی چیز ہی عزیز ہوتی ہے۔

عاقلوں کا قول ہے کہ ایک کی بہتری کے خیال سے گاؤں کو چھوڑ دو۔ گاؤں کی بہتری کے خیال سے شہر کو شہر دو شہر کی بہتری کے خیال سے ملک کو چھوڑ دو۔ لیکن اگر اپنے آتما کی بہتری کے لئے گاؤں۔ شہر ملک اور دنیا کے چھوڑنے کی ضرورت

ہے کیونکہ وہ ایشور ہے پس آتما کی اپاسنا پیار اور مان کر کرنی چاہیئے جو شخص آتما کو پیارا مان کر اپاسنا کرتا ہے اسکے پیارے کبھی مرتے نہیں ہوا کرتے۔ ویدہی خبر دیتا ہے۔ آتما غیر فانی ہے شدھ گیان سروپ ہے۔ غیر محدود یا پورن ہے پرم آنند سروپ ہے

گیتا ادھیائے ۹۔ منتر ۱۸

مصدر عالم مقدس اسم اعظم اونکار | منزل مقصود اکاسب شاہد و پروردگار

میں ہی ملجا اور ماوا اور مربی خلق کا | تخم لافانی کی صورت موجب خلق و فنا

ایکہ شاہد دیار یکتائی | جلوہ گر گشت دامن وائی

غیر تو نیست تا ترا بیند | در حقیقت ترا تو بینائی

چوں بصحرا شدی زخلوت شہر | عالمے شہر گشت صحرائی

در حجاب از کہ ماندہ ہر گاہ

روز وحدت بکثرت آوردی | اے تو پنہاں ز بس ہویدائی

ہمہ سوئی چرا ہمہ سوئی | ہمہ جائی چرا ہمہ جائی

دیدہ و نور دیدہ جملہ توئی | او کہ بر قعہ ز روئے بکشائی

خود تماشا و خود تماشائی

آتما کو کس طرح جان سکتے ہیں؟ آتما چونکہ شدھ گیان سروپ انوبھو روپ ہے اس واسطے آتما کو نہیں جان سکتے جس طرح کہ میز کرسی نہیں۔ صرف اسی طرح جان سکتے ہیں کہ (میں ہی آتما ہوں) اور اسکو زبان سے بیان کرنا ناممکن ہے جس طرح کہ شکر میٹھی ہے مصری میٹھی ہے۔ شہد میٹھا ہے۔ مگر انکے ذائقے آدمی انوبھو ہی کر سکتا ہے جس شخص نے اس کا انوبھو نہیں کیا اسکو الفاظ کی مدد سے کون بتا سکتا ہے۔

گیان جلد حاصل ہونیکا طریق بتلایئے؟ (جواب) گیتا میں سری کرشن مہاراج ادھیائے ۴ منتر ۳۹ میں اس طرح فرماتے ہیں۔

طالب روشن ضمیر و صادق و پرہیزگار | علم کی تحصیل سے فی الفور پاتا ہے قرار

جو شخص ویدانت شاستر اور گورو کے وچنوں پر شردھا اور یقین رکھتا ہے اور اسپر عمل کرتا ہے اور اندریاں جیت بھی ہو ان باتوں کے عمل سے جلد گیان ہوتا ہے۔ اس طریقہ سے گیان پاکر جس طرح چراغ سے اندھیرا دور ہوجاتا ہے اسی طرح جلد شانتی پالیتا ہے۔ اسی کے ساتھ یہ بات بھی ہے۔ شک و شبہ دل میں نہ لائے کیونکہ اگیانی جسکو نہ شاستر کی خبر ہے اور نہ آتما کی اور نہ شاستر اور گورو پر اعتقاد ہے اور ہر کام میں یہ شک رکھتا ہو کہ یہ ٹھیک ہے یا نہیں۔ اسلئے یہ تینوں باتیں ناش کرنیوالی ہیں۔ اور جو صرف شکی ہے اسکو یہاں اور وہاں دونوں جگہ آرام نہیں ہے بے اعتقاد کو گو دنیا میں آرام معلوم ہوتا ہے مگر پرلوک میں بالکل آرام نہیں ہے۔

گیتا ادھیائے ۴۔ منتر ۴۰

جہل اور بے اعتقادی کا نتیجہ ہے فنا | راحت دائم کو کھو دیتا ہے بندہ وہم کا

صفت مرشد ہے بے حد و حساب
خانۂ کعبہ ہے دلِ پیرِ ہدیٰ
رہبر نیک کا راہِ عرفاں میں ہو ثمر
بات کا پیری ہی مطلب صاف صاف
حاجت مرشد نہیں ہو جو ہے سب
پیری گر ہو گئی تجھ پر نگاہ
پائیگا ہی مکت تو اپنی مراد

بیحد ہیں بے شمار لاجواب
مظہر ذات و صفاتِ کبریا
راہ کب طے ہو سکے بے راہبر
کچھ تعلّی ہو نہ یاں لاف و گزاف
آ سمجھ گر تُو بجبے توفیق رب
پھر تو کیا کہنا ہے تیرا واہ وا
ہے اسی میں بہتری کہہ دلکو شاد

دیگر

مد اشہر و پوش کرد ست آفتاب
مسجدے ہست اندرونِ اولیا
پیر را بگزیں کہ بے پیر ایں سفر
طلِ پیر اندر زمین چوں کوہِ قاف
مرد مجی ہمہ وہ حاجی طلب
اولیا را ہست قدرت از اللہ

فہم کن واللہ اعلم بالصواب
سجدہ گاہِ جمیع ہست آنجا خدا
ہست بس پر آفت و خوف و خطر
روح او سیمرغ و بس عالی طواف
خواہ ہندی خواہ ترکی خواہ عرب
تیر جستہ باز گرداند ز راہ

جو کچھ نظر آرہا ہے سو کیا ہے؟

(جواب) جو کچھ نظر آرہا ہے آتما ہی آتما ہے۔ آتما تمام اپنے آپکا ہے سب اپنا ہی نظارہ ہے۔ سب کا پیارا ہے۔ سب کی جان ہے فرش سے عرش تک عین ذاتِ حق ہے۔ اور کچھ نہ تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا۔ گو بصورت مختلف جلوہ نما ہے۔ مگر اسکی وحدانیت میں سر مو فرق نہیں۔ جسکی تائید میں عدالتوں میں انگوٹھے کی چھاپ لیجاتی ہے کیسی مستند ہے کہ ایک انگوٹھے کے نشانات دوسرے سے نہیں ملتے۔ یہ وحدانیت ہے۔ جاہل اسکو دنیا کہتے ہیں مگر عارف کی نگاہ میں یہ ظہورہ جلوۂ خدا ہے گو شے واحد ہے مگر نام و صورت کے تفاوت ہوکر بھی اصلیت میں فرق پیدا نہیں کر سکتا۔ دیدار دنیا و دیدار خدا ہے۔ بغیر دیدار دنیا خدا کا دیدار ناممکن ہے۔ بلکہ خدا کو ظاہر کرنیوالا انسان ہی ہے (دیکھو نظم جو آگے تحریر ہے)

عارف معرفت کے طفیل سے کل کو ذاتِ حق یقین کر کے دائماً دیدار کا لطف اٹھاتا ہے۔ اگیانی (جاہل) کل کو ذاتِ حق سے جدا جان کر ہمیشہ تکلیف اٹھاتا ہے۔ پھر بھی ہاتھ خالی اندھوں کی مانند ٹھوکریں پر ٹھوکریں کھاتا ہے۔ اِسی واسطے بہ نظرِ حقیقت عارف کو بینا اور اگیانی کو نابینا کہا ہے بقول لیکہ شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ جیسی سشپتی (وستھا نیند (خواب گراں) میں شاہ و گدا عارف و اگیانی برابر ہیں۔ اور انجام بھی دونوں کا ایک ہے۔ مگر درمیان میں طاقت خیال و لطق نے واحد میں کثیر کا وہم پیدا کر رکھا ہے اسکو دور کر کے آغاز و انجام کی طرح یکسانی سے وقت گذارنا چاہیئے ع ہرچہ آید در نظر از خیر و شر بجز ذاتِ حق بود ہیچ چیز

بقول مہاتما پلٹو داس

چہار کہان میں لکھ چوراسی۔ اور نہ کوئے دوجا
آپ ہی داتا آپ ہی منگتا۔ آپ ہی جوگی بھوگی
آپ کارج آپے کارن۔ بشو روپ درسایا
آنکھوں میں جوت اسی کی من میں اسی کی مایا

دیگر

آپ ہی ٹھاکر آپ ہی سیوک۔ کرت آپنی پوجا
آپ ہی بشو آپ ہی شبی آپ وید آپ روگی
پلٹو داس اورشٹ جب آئے سنت کریں جب دایا
سب تو پ میں اسی کے جس کا ہے جگ رچایا

اسواسطے گویائی میں نہیں آسکتا۔ اس میں سنکلپ بکلپ نہیں ہیں۔ اس سبب سے من کی رسائی سے باہر ہے اسلئے
آتم گیان کے بغیر ہر شخص مطمئن نہیں ہو سکتا۔ جب طالب حق عارف کامل کی سرن میں جائیگا اور انکے سخنان کو راست مان کر
ارادت صادق وعقیدت صادق سے علم الیقین۔ حق الیقین وعین الیقین کے درجہ پر پہنچے گا تو وہ بھی ساکن ومطمئن
ہو جائیگا۔ گورو برہما۔ گورو وشنو۔ گورو دیو مہیشرم۔ گورو ساکشات پرم برہم تسمی سری گورو بے نمہ موج کرے گورو دیو دیا کرے
شبد سنائے کہو ہر تیرے ہو جون رب کے پھر گئے ست جات سوں۔ دو دکیو بھرم بھاں اندھیرو۔ برہدارنیک اپنشد ادھیائے ۴
برہمن ۴ منترہ ۲۵ تحقیقاً یہ ذات عظیم بے پیدائش آتما اجر امر امرت ابھے برہم ہے۔ تحقیقاً ابھے برہم ہے جو ایسا جانتا ہے وہ برہم ہے
یعنے اپنے آپ کو آدمی برہم محسوس کرتا ہے تو اچھے یا بُرے کرموں سے اپنے آپ میں کچھ کمی وبیشی نہیں دیکھتا یعنی
سکھ دکھ نہیں اٹھاتا۔ اس مقام پر پہنچنا چاہیے۔ آدمی پہنچ جاتا ہے تو پھر کرم اُسے ملوث نہیں کر سکا کرتے۔ یہ جیون مکتی
کی حالت ہے۔ اسکے مرید ساد من سم یعنی من کا شانت رکھنا۔ دم یعنے اندریوں کا دمن یا ضبط کرنا اُپرتی یعنے لیشوں سے
سیری۔ تتکشا یعنے سکھ دکھ کا سہ لینا اور اُن سے نہ گھبرانا اور سمادہی یعنی سب طرف سے چت ہٹا کر ایک برہم میں لگائے
رکھنا ہیں۔ یہ کوشش کر کے برہم پہنچے چاہئیں۔ برہم پہنچ گئے تو آدمی آتما سے یعنے بدہی سے آتما کو یعنے اپنے آپ کو محسوس
کریگا کہ میں جسم خاکی نہیں ہوں۔ بلکہ شدھ بدھ مکت آتما ہوں۔ اور اپنے آپ ہی کو نہیں بلکہ سب کو آتم روپ دیکھیگا یعنی
جو کچھ ہے سب میں ہی ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پاپ اُسپر قادر نہیں ہو سکے گا اور پچھتاوے سے اُسے نہیں جلا سکے گا۔ اُلٹا
وہ خود پاپ پر قادر ہو کر اُسے جلا ڈالیگا۔ کیا وجہ کہ مایا کے کاریہ آپ اُسکی نظر میں ہیں نہیں۔ سروآتم بھاؤ کو پہنچ گیا ہے اور دوئی
تمام بکمال اُٹھ گئی ہے پس وہ بے پاپ و بے میل ہے۔ اور دل میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں رہا ہے۔

گر ازیں ردائے عنصری از تیغ عرفانی بری
شمشیر عرفاں صاف کن۔ قطع ہمہ وصاف کن
از خود گزر در خود نگر بیخود بنو وشو باخبر
از خود اگر یکسو شوی بیخود سراپا او شوی
جویائے خود در خود خود او۔ خود جلوہ ہائے او برو
او در نشاں بے نشاں او بے نشان بے نشاں

قند حقیقت میخوری۔ بر خود ببیں در خود ببیں
رو با حقیقت یاف کن بر خود ببیں در خود ببیں
زیں ہر دو بالا کن نظر بر خود ببیں در خود ببیں
از سوئے خود بے شو شوی بر خود ببیں در خود ببیں
صرف نمود ما و تو۔ بر خود ببیں در خود ببیں
بل برتر از وہم و گماں بر خود ببیں در خود ببیں

شوق ہو کتنی تجھے عرفان کا
ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا

آشنا ں قول مردانِ صفا
گو نشیند اندر حضورِ اولیا

ہوں اگر انساں کے گوشِ ہوش وا
ہمنشینی ساعتے با اولیا

غیب سے آتی ہے ہر دم یہ ندا
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کے خیالات جو اُسکے پیدا ہونے اور ایک جسم سے دوسرے جسم میں منتقل ہونے کی نسبت ہیں وہ ٹھیک و درست نہیں ہیں۔
اور علم حقیقت سے ناواقفیت ظاہر کرتے ہیں۔

معترض۔ گیتا ادھیائے ۱۴ کے منتر ۱۴ و ۱۵ سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ انسان تناسخ میں مبتلا ہوتا ہے۔ اُنکا مطلب یہ ہے کہ جو انسان ستوگن کے غلبہ کے وقت جسم کو ترک کرتا ہے وہ عارفوں کے پاک عالم میں پہنچتا ہے منتر نمبر ۱۵۔ انسان رجوگن کے غلبہ کیوقت وفات پا کر نیک عاملوں میں پیدا ہوتا ہے ستوگن کے غلبہ کیوقت رحلت کرنیسے جاہلوں میں پیدا ہوتا ہے ⁕

جواب منتر ۱۴ و ۱۵ کے معنی اسقدر دقیق ہیں کہ عوام اُسکے مطلب کے سمجھنے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ جو اشخاص کہ علم حقیقت سے کافی واقفیت رکھتے ہیں وہی اُسکے مطلب و حقیقت سے واقف ہیں جو معنی وید کے ضمیر اور عارفوں کے کلمات کے موافق حل ہوئے ہیں وہ معقولات کے بھی خلاف نہیں ہیں۔ اِن منتروں کا مطلب اصلی حسب ذیل ہے۔

"علم و راستی انسان میں ستوگن سے پیدا ہوتی ہے۔ اور دنیوی اشیاء سے وابستگی ہونے کے سبب رجوگن نمودار ہوتی ہے پس جو لوگ ستوگنی غلبہ کیوقت جسم ترک کرتے ہیں وہ ستوگن میں جذب ہو جاتے ہیں وہ عارفوں کا پاک طبقہ ہے اور حرص و ہوا کے پابند گرفتار رجوگن کے طبقہ میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جہالت اور ناراستی تموگن سے پیدا ہوتی ہے۔ اسلئے مرتے دم تک جہالت اور ناراستی سے رہائی نہیں پاتے اُنکی صفات ذمیمہ تموگن کے ادنیٰ طبقہ میں جذب ہو جاتے ہیں غرضکہ وقت وفات انسان کی جو صفتیں ہوتی ہیں وہ اُس طبقہ میں جہاں سے کہ اُنہوں نے نمود پایا ہوتا ہے کھنچ جاتی ہیں یعنی جزو سے کل کی صورت اختیار کرتی ہیں جس طرح پر کہ کہا ہے کہ

ماٹی کی ماٹی نیر اگن جل پون پون کی پوں ہوئی ۔۔۔۔۔ اب کس سے پوچھوں کون ہوا اور کسکو کہئیے کون ہوئی

پیارے سالک یعنی طالب! تناسخ یعنے آواگون کا مسئلہ بعض متقدمین نے نا سمجھوں کی بد افعالی سے بچانے کے لئے بیم و رجا کے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔ مگر اہل دانش اسکو بیم و رجا سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ آجکل آواگون کے معنی عام طور سے یہ لئے جاتے ہیں کہ جان ایک جسم ترک کر کے دوسرے جسم میں پیدا ہوتی ہے اور جسم سابق کے فعلوں کا نتیجہ وہاں پاتی ہے۔ مگر اس خیال کے ثبوت میں کوئی کافی دلیل نہیں دیجاتی ہے۔ اور جو دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ غور و فکر کرنے پر پایۂ ثبوت سے گر جاتی ہیں ⁕

جبکہ بندہ گیانی کو نہیں ہے صرف گیانی کو ہے تو ہر شخص اپنی آتما کا گیان حاصل کر کے مطمئن کیوں نہیں ہو جاتا

آتم گیان بغیر مرشد گورو کے اُپدیش کے محال ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے کیونکہ گیان سروپ آتما تک اندریوں کی رسائی نہیں ہے۔ آتما بے شکل و بے صورت ہے اس لئے آتما کو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ چونکہ اس کا بیان نہیں ہو سکتا وہ ناقابل بیان ہے

جیسے انسان پیدا ہوتا ہی آتما بھی اسکے ساتھ پیدا ہوتی ہی اور جب انسان مرتا ہی تو آتما بھی اسکے ساتھ مرجاتا ہی یہ کسطرح صحیح ہی؟ حقیقت میں آتما نہ پیدا ہوتا ہی اور نہ مرتا ہی۔ یہ خیال خام ہی کہ آتما پیدا ہوتا اور مرتا ہی جیسے گھڑے کی پیدائش سے اکاس نہ پیدا ہوتا ہی نہ اسکے فنا ہونے سے فنا ہوتا ہی۔ اگیانیوں کی درشٹی میں گھڑے کی پیدائش و فنا آکاس میں دکھلائی دیتی ہی یہ سب مغالطہ و غفلت ہی۔ کیونکہ حسب ذیل چھ تبدیلی جس میں ہنوں اُس کا ناش نہیں ہوا کرتا ہے۔

(پیدا ہونا۔ نظر آنا۔ بڑھ جانا۔ گھٹ جانا۔ بدل جانا۔ ناش ہونا۔) آتما ان چھ بکاروں سے رہت ہے۔ مثلاً خلو کی پیدائش سبو کے علم سے مانی جاتی ہے اور سبو کے ٹوٹنے پر خلو کی فنا مانی جاتی ہے۔ یہی توبھرم (دھوکہ) واقع ہوا ہے۔ دراصل خلو برابر موجود رہتی ہے۔ سبو ہی کا بننا بگڑنا ہوتا ہے۔ یہ ان اگیانیوں کا بھرم ہے جنھوں نے آتما کو جسم مانا ہے جسکے سبب اُنکی نظر جسم پر محدود ہوگئی ہے۔ گیتا میں سری کرشن بھگوان فرماتے ہیں۔ (گیتا۔ ادھیائے ۲۔ ۱ شلوک)

حق فنا سے پاک ہے باطل نہیں رکھتا وجود — عارفوں نے خوب کھولا عقدۂ بود و نمود
گو فنا ہے جسم کو لیکن بقا ہے جان کو — یہ اتفاقی شے نہیں تو جنگ سے بے خوف ہو
اس کا جینا اور مرنا۔ مان لیتے ہیں کبھی — زندگی اور موت سے یہ درحقیقت ہی بری
یہ کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ فنا ہوتی نہیں — جسم میں آتی نہیں۔ آکر جُدا ہوتی نہیں
گردش ارض و سما کی اسکو پابندی نہیں — پیکر خاکی کے پنجہ سے یہ مٹ سکتی نہیں
مرگ و پیدائش سے برتر مانتا ہے جو اسے — وہ کسے دیتا ہے ایذا قتل کرتا ہے کسے
آدمی جیسے پرانے کپڑے دیتا ہے اُتار — اور پہنتا ہے نیا پاکیزہ جامہ باربار
جان بھی اپنے پرانے قالبوں کو چھوڑ کر — ڈالتی ہے روشنی دیگر نئے اجسام پر
آگ میں جلتی نہیں تلوار سے کٹتی نہیں — سیل میں گلتی ہوا سے سوکھکر گھٹتی نہیں

سری کرشن بھگوان نے تیرھویں ادھیائے گیتا میں چھیتر و چھیترگیہ یعنی جسم و جان کی تشریح بخوبی طور سے کردی ہے اور چودھویں ادھیائے میں اُس تعلق کا بیان ہی جو کہ جسم و جان کے درمیان واقع ہوا ہی اور اس تعلق سے لوازمات صفات کا جو اثر ذات پر پڑتا ہی ظاہر کیا گیا ہی۔ دراصل ذات باوجود اس صفاتی تعلق کے موجود ہونے کے اُسکے اثر کو قبول نہیں کرتی اور جو عقل اس اثر کو حواس کی شہادت سے تسلیم کرتی ہی وہ ناقص اور محدود ہی۔ ذات محیط۔ بے زوال۔ پاک اور صفات سے برتر ہی اور جو کچھ ظاہر ہو رہا ہی وہ سب صفات میں شامل ہی۔ چونکہ جان ذات کا جلوہ ہی اور جسم صفات کا کرشمہ ہے پس جان ہمیشہ جسمانی قیود سے آزاد ہی اور ایک حالت پر قائم ہی۔ جبکہ جان جسم میں مقید اور محدود نہیں ہی اور پیدائش و فنا کے حیطہ سے باہر ہے تو عوام

خیالات انسان متفرق رہتے ہیں یعنے کبھی خوش کبھی سنجیدہ وکبھی روتا کبھی ہنسنا اس کا کام ہوتا ہے۔

طالب مفصل اس راز سے آگاہی فرمایئے **جواب** جسوقت دل اُس پتے پر جاتا ہے جس کا رخ شمال کی طرف ہو تو انسان کو مجامعت کا ارادہ ہوتا ہے اور عیاشی کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے اور اسی قسم کی حرکات کرنا اُس کا فعل ہوتا ہے

(۲) جب دل اُس پتے پر جو کہ سمتِ شمال مغرب میں ہے اور اسکو نائب کہتے ہیں سوار ہوتا ہے تو ارادہ سفر کرنے اور چلنے پھرنے اور دوڑنے اور اسی قسم کی حرکات ارادی میں مشغول ہوتا ہے۔

(۳) اور جسوقت پتے کنول کا منہ جو مغرب کی طرف ہے اس میں دل آتا ہے تو ہنستا کھیلتا خوش و خورم ہوتا و ناچ تماشہ دیکھتا یا پتنگ لڑاتا۔ اِس قسم کے حرکات انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔

(۴) اور جسوقت کنول کے پتے کا منہ جو گوشہ مغرب جنوب کی طرف ہے جسکو نیرت کہتے ہیں۔ اُسپر دل جلاس کرتا ہے تو خواہش گناہوں کے کرنے کی ہوتی ہے۔ مثلاً چوری ڈکیتی جعلسازی رشوت خواری وغیرہ وغیرہ جرائم صغیرہ و کبیرہ اسکی تفصیل خیال کرو (۵) جسوقت کنول کے پتے کا منہ جنوب کی طرف والے میں دل مقام کرتا ہے تو انسان کو خلق آزاری غضب سنگدلی کی ہمت ہوتی ہے اور اس قسم کے سرانجام کو جھیلا کرتا ہے پس یہ حرکت زیادہ نظر آوے وہ اسکی شرح میں درج کرنیکے قابل ہے

(۶) جسوقت دل اُس پتے کیطرف جاتا ہے جو کہ گوشہ مشرق و جنوب یعنی اگنی کون میں ہے تو دل خواب کا طالب کاہلی و سستی و آرام طلبی کو چاہتا ہے پس پست ہمتی وغیرہ لوازمات میں انکا شمار ہے۔ (۷) جسوقت دل مشرق کیطرف والے پتے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو انسان نفع رسانی خلائق و نیک افعال خاص عام کے کام انجام دیتا ہے اور اس قسم کی حرکات میں شمار کرو۔

(۸) جسوقت انسان کا دل اُس پتے کی طرف رجوع ہوتا ہے جو کہ گوشہ شمال و مشرق کی طرف ہے اور وہ "ایسان" کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے تو انسان سے سخاوت و فضول خرچی وغیرہ کا ارادہ سرزد ہوتا ہے (۹) جسوقت دل کنول کے پتے کی ڈانڈی میں پہنچتا ہے تو ترک لذات و تجرد وغیرہ کے خیالات کی خواہش کرتا ہے۔

(۱۰) جب دل کا مالک دروازہ سوراخ دل پر آتا ہے اُس وقت جاگرت یعنی بیداری میں تماشا جہان کا دیکھتا ہے۔

(۱۱) جب اندر دائرہ دل کے آتا ہے تو حالت سپن کی ہوتی ہے اور خواب دیکھتا ہے

(۱۲) اور جسوقت چھوٹے سوراخ میں جو کہ چاول کے برابر ہے پہنچتا ہے تو حالت سکھپت یعنے خواب غفلت کہ بیخبری عالم سے مراد ہے ہوتی ہے آرام سے ہوتا ہے مگر خودی ہی غیر دار رہتا ہے

(۱۳) جسوقت استاد لکو چھوڑ دیتا ہے جسکو مرتبہ تریا کا ماتا گیا ہے تب یہ جیو آتما آتما میں داخل ہو کر آواز ناد سنتا ہے ✤

شمال (۱)

کنول پھول (۹)

پانچ پرانوں کی تفصیل اور اُنکے مقامات

پران کی قسم	پران	اپان	ویان	اودان	سمان
مقام	ہردے	گدا	سراونگ	کنٹھ	ناف

پس یہ جسم پانچ مہابھوتوں یعنے عناصروں سے بنا ہے اور اسکے اندر پانچ گیان اندری اور پانچ کرم اندری اور چار انتہ کرن و پانچ پران ہیں - چونکہ یہ سب اندریاں ستھول وسوکشم یعنی جڑ ہیں - ان سب اندریوں کو پرکاش کرنیوالا پران ہے کیونکہ اندریوں نے آپس میں بحث کی کہ ہم بڑے ہیں لیکن ایک ایک سال یہ اندریاں جسم سے باہر رہیں اور جسم بدستور بنا رہا - لیکن جسوقت پران نے باہر نکلنا چاہا تو اُسکے ساتھ سب اندریاں بھی باہر ہونے لگیں - اُسوقت اندریوں نے پران کو افضل قرار دیا اور اپنا راجہ مان کر بھینٹ دی - یہ شرتی بھگوتی کا قول ہے -

اِس سے ظاہر ہے کہ پران ہی جسم کو دھارن کرتا اور تحریک پہنچاتا ہے - اب رہا یہ معاملہ ان عناصروں واندریوں اور انتہ کرن وپران کا پرکاش کرنیوالا کون ہے - شرتی بھگوتی کہتی ہے کہ ان سب کے پس پشت ایک طاقت چیتن گیان سروپ آتما کی ہے کہ جسکے سبب سے یہ سب اندریاں وپران وغیرہ کام کرتے ہیں اور وہ ذاتِ مطلق اپنا آپ ہے ؞

چکشو جنہیں دیکھیں نہیں - چکشو کی رکھ جان
سو پرماتم دیو تو کر نشچہ میں آن
جاکو بانی نہ سپچے جو بانی کی جان -
ایضاً
سروتر جاکو نہ سنیں جو سروتر کی جان
سو پرماتم دیو تو کر نشچہ میں آن
پرانوں کو جیوت نہیں جو پرانوں کی جان
ایضاً
من بدھ جاکو نہ لکھیں پرکاشت پچھان
سو پرماتم دیو تو کر نشچہ میں آن

دیہہ نہیں تو برہم ہے - اسنیاسی زبان
نت نیارو تو دیہہ سے - کرم دیہہ سب جان
پاوک پانی پہنو ہے - دھرتی اور آکاس
پانچ تتو کے کوٹ میں آن سکئے ہے باس
پانچ پچیسوں دیہہ سنگ گن تینوں سات
گھٹ اُپادھ سے جانئے کرت رہت اوتپات
آپ بھولا تو آپ میں بندھو آپ سے آپ
جاکو ڈھونڈت پھرت ہے سو تو آپ ہی آپ
اچھیا ودیا بسار کر کہو نہ ہووے نراس
تو تو جیون مکت ہے تجو مکت کی آس

انسان گاہ خوش وگاہ بیزار ہوتا ہے - اسکا کیا سبب ہے

دل کے اندر ایک کنول کا پھول ہے اور اُسکے آٹھ پتے ہیں اُن پتوں کی سیر میں دل مشغول رہتا ہے - اسی سبب سے

قلاب بشد ز جملہ عالم   آخر خبرے زکاں کہ دروزد   شادست زاں پشمس تبریز   آخر بنگر رساں کہ درود

یہ جسم کن چیزوں سے بنا ہے؟ اس میں پرکاش کرنیوالا کون ہے؟ اِن سب میں فضل یا برا کون ہے؟

یہ جسم پانچ مہابھوتوں (یعنی عناصروں) سے بنا ہے

وہ عناصر پرتھوی (خاک) (۲) آب (پانی) (۳) آتش (آگ) (۴) باد (یعنی ہوا) (۵) آکاس (خلو) ہیں۔

اِن عناصروں کے ہر ایک کے پانچ پانچ تتو ہیں جسکی تفصیل یہ ہے

(۱) پرتھوی کے ۵ تتو - استخوان - گوشت - چرم - ناڑی - بال -	(۲) آب کے ۵ تتو - خون - منی - کف - پیشاب - پسینہ
(۳) آتش کے ۵ تتو - بھوک - پیاس - آلس - نیند - کرانت (جلوہ) -	(۴) باد کے ۵ تتو - دوڑنا - اچھلنا - پسرنا - سنکوچنا - ہلنا -
(۵) آکاش کے ۵ تتو - شہوت - غصہ - طمع - الفت - بخل -	

اور اس جسم میں پانچ گیان اندری اور پانچ کرم اندری - اور پانچ پران - اور چار انتہ کرن ہیں - جو نقشۂ ذیل سے ظاہر ہیں

(۱) گیان اندری ۵ - کان - آنکھ - ناک - قوت ذائقہ - قوت لامسہ	(۳) پران ۵ - اپان - ویان - اودان - سمان -
(۲) کرم اندری ۵ - ہاتھ - پاؤں - منہ - آلہ تناسل - گدا -	(۴) انتہ کرن ۴ - من - بدھی - چت - اہنکار -

اندریوں کے کرموں کی تشریح سب پسکے صفحہ پر دیکھو! - گیتا - دھیائے ۱۳ منتر ۶

پانچ عنصر - پانچ اعضا - دس - حواس مدرکہ - شوق و نفرت - رنج و راحت - ہوش و غفلت - اور خودی | چار قوت یعنی عقل و دل و خیال و حافظہ | مختصر الفاظ میں تفصیل ہے جسم کی

اندریوں کے کرموں کی تفصیل

قسم	قسم اندری	دیوتا	دشا	ووقت جسکا یہ کارج ہے
انترکرن	ادھیاتمک	ادھی دیوتک	ادھی بھوتک	
	من	چندرمان	سنکلپ وکلپ	
	بدھی	برہما	تشخیص کرنا	
	چت	وشن	چیتنا	
	اہنکار	رودر	میں میری	پانچ تتو کے مشترکہ ستوگن کے انس ہے

گیان اندری	کان	سمت	شبد	آکاس	[illegible]
	آنکھ	سورج	روپ	اگن	
	ناک	اشونی کما	گندھ	پرتھوی	
	قوت ذائقہ (رسنا)	ورن	رس	جل	
	قوت لامسہ (جلد)	پون	سپرش	ہوا	
کرم اندری	ہاتھ	اندر	لینا دینا	ہوا	[illegible]
	پاؤں	وشنو	چلنا	اگن	
	منہ (واک)	اگن	بولنا	اکاس	
	آلہ تناسل	پرجاپت	ست سکھ	جل	
	گدا	یم	مل تیاگ	پرتھوی	

اے کہ عمرے در پئے او میدویدم سو بسو ناگہانش یافتم با دل نشستہ رو برو
آخر الامرش بدیدم معتکف در کوئے دل گرچہ بسیارے دویدم در پئے او کو بکو
دل گرفت آرام چوں آرام دل در بر گرفت جاں چو جاناں را بدید آسودہ گشت از جستجو
ایکہ عمرے آرزوے وصل او بودت چرا از پے آں آرزو بگذشتی از ہر آرزو
تا بکے سرچشمۂ خود را بگل انباشتن جوئے خود را پاک کن تا آید آب آبجو
آب حیواں در درون و انگہ برائے قطرہ ریختہ در پیش ہر ناداں۔ ز دانا آبرو
مطرب آں مجلسی دف را منہ ہر جا گرو طالب آں بادہ بشکن صراحی و سبو
ناظر آں منظری۔ بردار از عالم نظر عاشق آں شاہدی بردوز چشم از غیر او
نیست بے او ہیچ تا بے روئے او دیدہ متاب بے وے چوں نیست آب دست را از وے شستشو

دیگر

جانِ من و جانِ تو گوئی کہ یکے بودست سوگند بدیں یک جاں کز غیر تو بیزارم
از باغ جمالِ تو یک بند گیاہم من در خلعت ترک تو یکبارہ گلہ دارم
بر گرد تو ایں عالم خار سر دیوار است بر بوئے گلِ وصلت من مشتغل خارم
خارت چو چنیں باشد گلزار تو چوں باشد اے خوردہ و لے بردہ اسرار تو اسرارم
خورشید بود مہ را بر چرخ حریف ایجاں دانم کہ نہ بگذاری در مجلس اغیارم
دیدم ہمہ عالم را آشفتہ و سرگرداں اے بردہ تو دستارم ہم سوئے تو دستارم
ہر جنس سوئے جنسش زنجیرے دارد من جنس کیم کاینجا۔ در دام گرفتارم
گر وہ دلِ من ایجاں در دیدہ ہمی گردی دانم کہ چہ میجوئی۔ اے دلبرِ عیارم
در زیر قبا اے جاں تو شمع نہاں داری خواہی کہ زنی آتش در خرمن و انبارم
از قند تو مے نوشم پابند تو می کوشم من صید جگر خستہ تو شیر جگر خوارم

دیگر

امروز ہمہ مست ز مے ہائے خدائیم امروز ہمہ محتشم و شاہِ عطائیم

دیگر

از دلبر ما نشاں کہ دارد در خانہ ہمہ جہاں کہ دارد
آں تیر کہ دل شکار دلہاست بنمائی کہ آں کماں کہ دارد
ایں صورت خلق جملہ نقشند ہم جان و ہم جاں کہ دارد

بے دید جمال او کہ بیند بیروں ز جہاں جہاں کہ دارد
در ہر طرفے یکے نگاریست سوئی تو نگر کہ آں کہ دارد
ایں جملہ گدا و خوشہ چینند آں دستِ گہر فشاں کہ دارد

پرش اسکی حقیقت سے واقف ہیں انکو تلاش کی ضرورت نہیں ہو اور تلاش کرنے میں تلاش ترب کیا بلکہ حبیب وہیں دور ہے بقول لیکہ سے دل کے آئینہ میں ہو تصویر یار ٭ جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی ٭ جس کا پیٹ بھرا ہو وہ روٹی کی تلاش نہیں کرتا شہنشاہ ہو کر کوڑیوں کو کون ہاتھ پھیلا سکتا ہو۔ کتب مقدس تادان جہلا کے واسطے ہوتی ہیں اور انکو ہی یہ خواہش ہوتی ہے کہ ہیں کچھ کرکے ہی سرگ لوک کو پہنچ سکتا ہوں۔ عارف کامل کو دگیانی کو نہ کتاب کی خواہش ہو نہ کمال کی وہ اپنی ذات پر قانع ہے اور اسکی نشست منزل لاہوت پر ہوتی ہے شمس تبریز کا قول ہے

عجب این شمس تبریزم کہ عاشق گشتہ ام بر خود ٭ چو خود را خود نظر کردم ندیدم جز خدا در خود

دوسرے یہ کہ کمال کا خیال تمہارے اندر گھر کئے ہوئے ہے۔ خدا تمہارے دل کے اندر بیٹھا ہوا تمہارے دل سے کچھ کہہ رہا ہو اور تحریک دیتا ہو کہ مجھے ڈھونڈو مجھے تلاش کرو مجھے محسوس کرو۔ یہاں بھی مندر میں بھی مسجد میں بھی۔ کلیسا میں بھی جس طرح سبکے تلاش کرو۔ آخر دائرہ کے چکر کی طرح ہر طرف سے تلاش کرکے آخرکار آتما پر آکر تمہیں معلوم ہوگا کہ جسکو دنیا بھر میں ڈھونڈا جسکے واسطے مندر و مسجد و گرجا میں ٹکریں ماریں۔ جسکو ابتک پوشیدہ سے زیادہ پوشیدہ سمجھتے رہے اور آسمان سے زیر زمین تک کہیں سراغ نہ پایا۔ وہ تم سے قریب سے قریب تمہاری زندگی کی حقیقت تمہارا جسم و روح ہے۔

کعبۂ مقصود را در نقطۂ دل یافتم ٭ چون روم بیرون ز خود اکنون کہ منزل یافتم

دیگر

آپ ہی آپ ہوں یاں غیر کا کچھ کام نہیں ٭ ذات مطلق میں میری شکل نہیں نام نہیں

دیگر

کیا خدا کو ڈھونڈتا ہے یہ بڑی کیا بات ہے ٭ تو خدا ہے تو خدا ہے تو خدا کی ذات ہے

دیگر

مجھ میں سب کچھ ہے سب مجھی میں ہے ٭ میں ہی سب کچھ ہوں۔ غیر من لاشے

دیگر

آپ ہی یار ہوں میں خط و کتابت کیسی ٭ مستیٔ کل ہوں میں حاجت نہیں میخانہ کی

دیگر

اسم اعظم ہوں میں الفاظ کی صورت میں نہاں ٭ ہر لب میں مجھے سمجھے روشن ہجو

دیگر

منم خدا و بہ بانگِ دہل ہمے گویم ٭ ہر آنکہ نور دہد مہر و ماہ را آویم

رہتی ہے کس نور کی مجکو تلاش ٭ آپ تو اے شخص شمع طور ہے

ہر گھڑی تھی جسکے جلوہ کی تلاش ٭ نور اس کا آنکھ میں وہ دل کے کاشانہ میں تھا

جہاندہ کا قول ہے۔ میں ڈھونڈتے ڈھونڈتے ڈھونڈ ڈھونڈ میں ڈھونڈ ہو جو ڈھونڈتے ڈھونڈ کہ اسی ڈھونڈ میں ڈھونڈ مطلب یہ کہ جب تو ڈھونڈ رہا ہے۔ اسی ڈھونڈ یعنی جسم میں ہو جسکی تجھے تلاش ہو وہ تلاش نہیں ہو ڈھونڈتے ڈھونڈتے جا

طفل می گرید چہ دارد کعبہ را گم می کند ٭ چون شکر یم من کہ صاحب خانہ را گم کردہ ام

اے عاشقاں اے عاشقاں من عاشق یکتاستم
من عاشق یکتاستم من والہ و شیداستم
عالم نبود و من بودم۔ عالم نبود و من بُدم
عالم منور شد زمن۔ آدم مصور شد زمن
قاضی بمن نازد ہمے۔ فتوی زمن سازد ہمے
بر عرش و بر کرسی منم۔ الاصل لا یخلی منہم
زانجا کہ بیروں آمدم۔ سرمست بیروں آمدم
یرلا یلہ۔ یرلا بگو۔ ترلا تلہ۔ ترلا بگو
ہم عاشق شیداستم۔ ہم دلبر زیباستم

دیگر

عشقم چو سر بر میزند من والہ و الہ شیداستم
اینجاستم آنجاستم۔ ہم زیر و ہم بالاستم
آن نور وحدت من بدم۔ ہم خضر و ہم الیاستم
ہم فہم ہم فاضلم۔ ہم قاضی القضاستم
فتوی بنا خن میدہد زین رنہ زانہاستم
با جاہلاں عرش گو من پیش ازیں برخاستم
دانی کہ من چوں آمدم۔ افزوں شدم نہ کاستم
خواجہ براین خواجہ راکمتر زہر لا لاستم
اندر مکان لامکاں۔ پنہان و ہم پیداستم

اپنے کو خدا یا برہم کہنا تو آسان ہے۔ مگر اُسپر عامل ہونا مشکل ہے } دراصل یہ بات سچ ہے۔ مگر یہ

بھی ٹھیک نہیں ہے کہ کوشش کیجائے اور رٹ چھوڑ کر توہمات میں مبتلا رہے۔ اگر فرض کیا کہ امرت نہ ملے تو زہر کھانا کب روا ہے جب انسان خود کو خدا بنائیگا تو خدا کی طرح تمام ذمہ داری بھی اُسپر عاید ہوگی اور پھر کام سب اچھے ہی انجام ہونگے اور زندگی ہی دوسری ہوجائیگی مثلاً اگر کسی نابالغ کا سرپرست بنایا گیا تو اس حالت میں تمہارے دل سے خودی کے خیالات جاتے رہینگے اور اسکی حفاظت اور اسکی تعلیم اور اُسکی نگرانی میں لگے رہیں گے اور سوائے نیکی کے بدی ہرگز نہیں ہوسکیگی۔ پس ذمہ داری بڑی چیز ہے جو ذمہ دار ہوتا ہے وہ ہمیشہ اچھے سے اچھے کام کر دکھاتا ہے۔ جب انسان خود اپنی تقدیر کا قادر ہوگا تو پھر وہ اپنے تئے خواہ بُرائی بنا یا کرے خواہ بھلائی اُسکو خوف کسکا ہے اور اُسکا دوست کہاں ہے کون اُس کا باپ اور کون اُسکی ماں۔ ایسا انسان نہ کبھی پیدا ہوتا ہے نہ مرتا ہے اسکا نہ کوئی دوست ہے نہ دشمن اسکی قریب خوشی و رنج نہیں ہوتی نیکی اثر کرتی ہے نہ بدی۔ خواہ وہ تیرتھ یاترا کرے خواہ رسوم دنیا ہی ادا کرے۔ پس مقصود پر پہنچنے کا یہ طریقہ ہے کہ اہم برہم آسمی خود کہیں اور دوسروں سے کہلاویں اور یہی تعلیم ہر فرد بشر کو دیں جسقدر اس کا ابھیاس ہوگا اسی قدر مضبوط و طاقتور ہونگے۔ جسقدر زیادہ درد ہوگا روشنی بڑھتی جاوگی اور اندھیرا دور ہوتا جاویگا۔ بالآخر اگیان دور ہوکر گیان کا نور چمکے گا۔

اگر آدمی خود ہی خدا ہے تو خدا کو تلاش کیوں کرتا ہے اور کتب مقدس میں اسکا ذکر کیوں آیا ہے کہ خدا کو تلاش کرو

(جواب) چونکہ انسان پردہ غفلت و مایا سے جہالت میں پھنسا ہوا ہے اسواسطے اسکو بجز تلاش کے کوئی چارہ نہیں ہے جو گیانی

چاہیئے۔ اپنے سے باہر تلاش کرنا نادانی ہے۔ **رباعی** ذاتت بہمہ صفات جامع در تو ٭ زاں نور حقیقت است لامع در تو
بر خود تو عبث تہمت ہستی داری ٭ حق ہست کہ شد قائل و سامع در تو ٭ گیتا اوپدیسئے ۸ اشتر ۱۳ میں صاف کرشن بھگوان
فرماتے ہیں کہ قلب میں ہی تما دمطلق کی تلاش واجب ہے۔

اے دلا اور ہر نفس میں لے اسی کا آسرا ٭ مرکز تسکین و استغنا تجھے مل جائے گا۔

سالک کہ ز راہِ چشم دل بینا شد ٭ دیگر در چشم دلش حقیقتے پیدا شد
دانست کہ من قلزم دریا ہستم ٭ دانستہ جانِ چشم زاں دریا شد
تا چند تو پس روی بہ پیش آ ٭ دیگر در کفر مرو بسوئے کیش آ
در نیش تو نوش بیں بہ پیش آ ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
تا چند بصورت از زمینی ٭ بر رشتہ توبہ یقینی
بحسنِ نورِ حق امینی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
خود را چو بے خودی ببستی ٭ میداں کہ تو از خودی برستی
وز بند ہزار دام جستی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
عمریست کہ اسیر غربتی تو ٭ پا بستۂ دام محنتی تو
چوں گوہرِ کانِ دولتی تو ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
بشکن بلند کالب را ٭ آزاد کن از زمانہ خود را
رو ترک بگوئے نیک و بد را ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
دنیا چو نیست زود بگذر ٭ زانسوئے جہان باز بنگر
بیں عہد قدیم یاد آور ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
از پشت خلیفہ زادی ٭ چشمے بجہان دوں کشادی
آوخ کہ بدیں قدر تو شادی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
ہر چند طلسم این جہانی ٭ در باطنِ خویشتن تو کانی
بکشائے دو دیدۂ جہانی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
چوں زادۂ پیر تو جلالی ٭ از طالع سعد نیک فالی
از بہرِ عدم تو چند نالی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
لعلی بہ میانِ سنگ خارا ٭ تا چند وہی غلط تو مارا
در چشم تو ظاہر ست یارا ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
چوں از بر یار سرکش آئی ٭ ہر ست و لطیف و دلکش آئی
با چشم خوش و پر آتش آئی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
حقا کہ پر تو حقے تو ٭ وز جوہرِ فقر مطلق تو
وز بادۂ روح راوقی تو ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ
در پیش تو ہشت جام باقی ٭ شمس تبریز شاہ ساقی
سبحان اللہ رہی رواقی ٭ آخر تو باصل اصلِ خویش آ

دیگر
طوطی خوش الحانم سیمرغ سخن دانم ٭ ہم افضل انسانم ہم شرف حیوانم
ہم فتحم و ہم نصرت ہم حجت ربانی ٭ ہم روحم و ہم راحت ہم حجت یزدانم
ہم سایۂ خورشیدم ہم زادہ جمشیدم ٭ ہم جنتم ہم حورم ہم روضۂ رضوانم
ہم علوی ہم سفلی ہم عرشی ہم فرشی ٭ ہم حامل افلاکم ہم حامل ارکانم
یک غنچہ نیلاہوتم یک نیمہ زناسوتم ٭ ہم لؤلؤم ہم بحرم ہم گوہرم ہم کانم
ہم ماہم و ہم مہرم ہم گلشن گلچہرم ٭ ہم زہرہ و بہرامم ہم تیرم و کیوانم
ہم نورم و نورانی ہم ظلمت ظلمانی ٭ ہم ظاہر و ہم باطن ہم اینم و ہم آنم
ہم پیر شہنشاہم ہم عاشق اللّٰہم ٭ ہم طالب اللّٰہم ہم صاحب عرفانم
ہم زادۂ روحم من ہم اہل فتوحم من ٭ ہم باعث یارانم ہم نوح طوفانم
ہم قوم و ہم آدم ہم خرقہ ورثانم ٭ ہم دینم و اسلامم ہم کفرم و ایمانم

گر شناسی خویش را اے نوجواں ✤ سرپائے دو جہاں گرد و عیاں ✤ انسان اگر موافق وید و شاستر و مرشد (گورو) کی ہدایت کے موافق پیار و حیرہ اختیار کرے اور راستگو اور راست جو و راست دین ہو تو ہر ایک بات وہ کر سکتا ہے۔ جو کمی ہے وہ خود انسان کی غفلت و خود بینی سے ہے۔ کبیر صاحب نے کیا اچھا فرمایا ہے سہ ارے او مور کہہ کھیتی وارا ✤ جتن بن مرگوں نے کھیت اجاڑا ✤ پانچ مرگ پچیس مرگنی سنگ سے تین چکارا ✤ اپنے اپنے رس کے لوبھی چرتے بھریں نیارا نیارا ✤ کام کرودھ دو اصل مرگ ہیں نت اٹھ چرت سویرا ✤ پریم بان سے چڑھ سوار دہی بہاؤ جگت کرمارا ✤ بیدی بید سکل سب باچیں جاسے بید نرالا ✤ اٹل جوت شن گھڑ اپنے پرستے پریم پیارا ✤ ست کی باڑھ دھرم کی کھیتی گرو کا شبد دکھارا ✤ کہے کبیر سنو بھئی سادھو برپاں ہلی سنبھارا ✤ جتن بن مرگوں نے کھیت اجاڑا ✤ گیتا ادھیائے ۱۳ منتر ۲۵

دیکھ لیتا ہے جو چشم دل سے جسم و جان کا حال ✤ معرفت کی راہ سے پاتا ہے وہ اوجِ کمال

تفسیر۔ جو لوگ جسم و جان کی حقیقت کو اپنے بطون میں مشاہدہ کرتے ہیں اور جسمانی افعال کی قید سے رہائی پانے کا طریقہ جان لیتے ہیں۔ وہ کمال کا درجہ پاتے ہیں ✤

جیویا انسان خود خدا ہی تو پرستش کس کی کرتا ہی؟

(جواب) اپنی آپ۔ کیونکہ انسان اپنے آرام و خوشی کے واسطے اپنی آپ خدمت کرتا ہے۔ مثلاً خود ہی غسل کرتا ہے اور خود ہی فرحت حاصل کرتا ہے۔ خود ہی روٹی پکاتا ہے اور خود ہی کھاتا ہے اور سیری آ نند لیتا ہے۔ خود ہی کنگا کرتا ہے اور سرمہ لگاتا ہے اور پاکیزہ و نفیس کپڑے پہن آئینہ سامنے رکھ اپنا آپ مشاہدہ کرتا ہے اور خوش ہوتا ہے اور کہتا ہے جس قدر میں خوبصورت ہوں دوسرا نہیں ہے۔ انسان خود ہی بستر بچھا کر پھولوں سے اپنی سیج آراستہ کرتا ہے اور خود ہی لیٹ کر میٹھی نیند سو کر مزے سے خواب لے لیتا ہے۔ انسان خود ہی علم خود شناسی حاصل کر کے اپنا حجاب و جہل و نادانی خود ہی دور کرتا ہے۔ خود ہی انسان اپنی عبادت آپ کرتا ہے اور خوشی کے راگ گاتا ہے۔ خود ہی انسان اپنا تصور خود ہی جا کر (مراقبہ) سمادھی میں آنند ہوتا ہے ✤ میرے پیارے جگیا سو یہ انسان خود اپنا آپ ہی جو یہ تمام سرور خود مناتا ہے ۔

سرب نام آپ ورتارا
سرب پھگری جانکا تاہا
برہم گیانی کا سکل آکارا
گر کنی نظارہ ہر دو جہاں
گر شناسی خویش را اے نوجواں

دیگر

سرب روپ آپ آکارا
آپن جیس آپ ہی سنتا
برہم گیانی آپ نرنکارا
خود خود چیزے نیابی درمیاں
سرپائے دو جہاں گرد و عیاں

گیتا ادھیائے ۱۰ منتر ۲۱

قادر مطلق ہے کل جیووں کے اندر جلوہ گر | سب کو حکمت سے پھراتا ہے صفاتی چرخ پر

مطلب یہ کہ واجب الوجود آتما سب مخلوقات کے دل پر مقیم ہو کر انکو اپنی قدرت کاملہ کے چرخ پر پھراتا ہے۔ پس اے طالب آتما اس جسم میں مقیم ہے تو اپنی آپ ہی پرستش کرنی

جیسا کہ تم اپنے کو الپہ سکتی اور کمزور مانتے ہو اور خدا کو قادر مانتے ہو تو یہ تمہاری غلطی ہے اور اسی غلطی کے سبب سے ہی اس سے تو کاہتے ہو۔ کیا اس میں تمہارے واسطے کوئی بہتری ہے۔ کم ہمتی کے سوائے کوئی نتیجہ نہیں۔ ہمت کرو۔ مدد خدا بھی کرےگا۔

علم کوئی شخص پیدا نہیں کرتا۔ سب آسکے اندر موجود ہے۔ جو موقعہ اور وقت پر اظہار میں آتا ہے کل علوم ہستی علم کہلاتا ہے اور مفرد یعنی جدا جدا ہستی علم ہے۔ جیسے ایک دانہ پیپل کا اس قدر گراں بہا درخت اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی طرح ایک عظیم طاقت و قدرت انسان کے اندر بھری پڑی ہے۔

اے غلامت عقل و تدبیرات و ہوش | چوں خمی خویش باز ازاں فروش
خاست ہر حیلہ ہستی مفترض | جوہری چوں نزد خواہد از عرض
علم جوئی از کتب ہائے فسوس | ذوق جوئی تو ز حلوائے سبوس
بحر علمی در نمی پنہاں شدہ | در سہ گز عالمے حیراں شدہ
مے چہ باشد یا جماع و یا سماع | تا بجوئی زاں نشاط و انتفاع
آفتاب از ذرہ کے شد وام خواہ | زہرہ از خمرہ کے شد کار خواہ
جان بے کیفی شدہ محبوس کیف | آفتابی حبس عقد اینت حیف

نظم
خیال گرات ہوا ز بسکہ خوشگوار مجھے | حقیقت اور ہوئی آج آشکار مجھے
میری سوا نہیں ہستی کسی کی عالم میں | غرور جو میں کہتے ہیں خاکسار مجھے
مری ہی رنگ سے نیرنگی عناصر کی | سمجھو لو خاک ہوا اور بادِ نار مجھے
مری ہی شکل ہے سب تو کسی کی پردہ ہیں | جہاں نظر کرو دیکھو گے بار بار مجھے
مری ہی نور سے خورشید و ماہ روشن ہیں | دکھاتے رہتے ہیں تارے بیشمار مجھے

نظم
ہر جگہ ہر گھر میں ہر جلوہ آرائی تیری | تو تماشا ہے خدائی ہے تماشائی تیری
غیر ممکن ہے کہ ہوں اہل عالم پر نگاہ | میری چشم شوق میں ہر تی تجلی ہے نادیدہ تیری
ہے وہ دل ہی کیا نہ ہو جس میں کہ تیرا ہی لب | وہ نظر ہی کیا ہے جو دیکھے نہ رعنائی تیری
یہ تصدق وہ نچھاور یہ فدا وہ شیفتہ | ایک دنیا ہو رہی ہے دل سے شیدائی تیری
دیکھتا ہے تجھ کو شکر ہر کوہ و دشت کا | صبح میدان ہر کو ہو تمنائی تیری
تب کہ میرا رام ہوا اس سے کچھ مطلب نہیں | جلتی ہے ہر گھر میں پھر شمع یکتائی تیری

او رکے ہوتا نہیں ہرگز علاج و دلیل | آخر تو کام آتی جو مسیحائی تیری
ذوق چپ کیوں ہو گیا ہے شکر ہر نظر | جب کلام سے ہو گئی مشہور گویائی تیری

جبکہ انسان قادر مطلق برہم ہے تو ہر ایک بات کیوں نہیں کرسکتا؟

چونکہ انسان اپنے کو کمزور و ضعیف البنیان سمجھ رہا ہے اور اپنی حقیقت ناآشنا ہے اور قوت ارادی کو کام میں نہیں لاتا ہے یہی سبب ہے ہر ایک بات نہیں کرسکتا ہے یہ کمزوری کا جال مثل مکڑی کے خود اپنے ہی منہ سے تار نکال کر اور خود پھنس جاتی ہے اپنے اوپر کیا ہوا ہے جو اس آگیا تھا کو دور کرو تو روشنی ہی روشنی نظر آوے اور جو بات کہ ناممکنات سے ہے ممکن کر دکھلا سکتا ہے (ایشور سمپورن ہے یعنے کل سرشٹی میں ویاپک ہے اور اتر آتما ہے۔ اس حساب سے بھی جو کام تمام مخلوقات کر رہی ہے اسکو نظر کرو کہ وہی کرا رہی ہے۔ اپنے کو فرد واحد ہستی سمجھ کر تم سمجھ رہے ہو کہ نہیں ہو رہا ہے ہستی کے حالات میں کل کام سر انجام ہو رہا ہے وہ۔

دنیا میں آدمی کار خدائی می کند | آدمی را خود اپنا ہستی کا و قدرت نہ
دنیا مگر کہ جو رضا سے جس کی | اے دوست وہ صاحب فرق تو ہے

ویدوں میں ہر بات کا حساب لاکھوں کروڑوں اور اربوں سال سے ہی لگایا گیا ہے۔ بلکہ صاف تحریر کیا ہے اور جونوں کا شمار بھی صحیح ہے کہ چوراسی لاکھ قسم کی جون یعنی جسموں کی چوراسی لاکھ قسمیں ہیں۔ ان سب کو جیو بھوگتا ہوا۔ کروڑوں بلکہ اربوں سال بعد منزل انسانی جسم کا حاصل کرتا ہے۔ انکا انتظار سخت مصیبت سمجھنا غلط ہے۔ کیونکہ انتظار اسکو کرنا پڑتا ہے جسکو معلوم ہو کہ مجکو فلاں منزل پر پہنچنا ہے۔ سب جیو اس منزل سے بیخبر ہو گئے ہیں۔ قدرتی نیم (قاعدہ) خود انکو اس منزل پہلے آتا ہے انکو تکلیف بھی نہیں ہوتی کیونکہ قدرت کے کسی کام میں تکلیف نہیں۔ سب جیو ہر جون میں بیخبری و آزادی سے زندگی گذارتے ہیں۔ قدرت نے انکی خواہشات انکے مطابق بنا دی ہیں اور دل بہلانے کے ذریعے انکے موافق ہر جون میں پیدا کر دیئے ہیں۔ یہ وچار کہ اسقدر جیو امیدوار اور ایک انسانی قالب۔ اس کا جواب یہ ہے کہ دروازہ ایک ہی ہوتا ہے گذرنے والے ہزاروں ہوتے ہیں جو باری باری سے گذر جاتے ہیں۔ انسانی جسم ایک دروازہ ہے جس میں سے گذرنے والے کروڑہا ہیں۔ موجودہ مذہبوں و دیگر خیالات کے آدمیوں میں لاکھوں برس کا نام تعجب سے لیا جاتا ہے مگر ویدوں میں صاف بیان ہے کہ لاکھوں جونوں کو بھوگتا ہوا "جیو" عرصہ دراز میں کروڑوں اربوں سالوں تک موکش بھی پاتا ہے۔ گویا دونوں پلہ ترازو کے برابر ہیں

اگر ہم میں سے ہر ایک خدا ہوا تو ہم سب کے افعال و اقوال نیک اور اچھے ہونے چاہئیں۔ اور غیب کی باتوں کا علم ہونا چاہیئے۔ کیونکہ پرماتما میں یہ سب اوصاف ہیں

(جواب) جب انسان اپنے من کو یہ من نشین کرے کہ کوئی دوسرا نہیں ہے ہم علحدہ علحدہ ہستی رکھتے ہوئے ایک ہیں تو پھر ایک آتما و ایک معلوم ہوا۔ اور پھر کون کسکو دیکھے۔ اور کون کسکو سنے۔ وہی تمام و کمال سب ہے جہاں علحدگی دیکھی جاتی ہے وہیں دوسرا دوسرے کو دیکھتا ہے اور دوسرا دوسرے کو سنتا ہے۔ یہ بداخلاقی دوئی سے ہی پیدا ہوتی ہے جس وقت قلب مصفا ہوتا ہے تو آتم گیان بھی ہوتا ہے اور آواز غیب بھی قلب میں محسوس ہوتی ہے ❋ برہدارنیک اپنشاد ادھیائے ۴ برہمن ۵ منتر ۱۵

جہاں دوئی ہوتی ہے وہاں اور اور کو سونگھتا ہے۔ اور آور کو دیکھتا ہے۔ اور آور کو سنتا ہے اور اور کو کہتا ہے۔ اور آور کو سوچتا ہے اور آور کو جانتا ہے۔ جہاں سب کچھ اس کا آتما ہی ہو جاتا ہے وہاں کسکو کس سے سونگھے۔ کسکو کس سے دیکھے۔ کسکو کس سے سنے۔ کس سے کسکو کہے۔ کس سے کسکو سوچے۔ کس سے کسکو جانے جس سے آدمی اس سب کچھ کو جانتا ہے۔ اسے کس سے جانے یہ نیتی نیتی آتما بے گرفت ہے اسلئے پکڑا نہیں جاتا۔ بے ٹوٹ پھوٹ ہے اسلئے ٹوٹتا پھوٹتا نہیں۔ بے لوث ہے اسلئے ملوث نہیں ہوتا بے بندھ ہے اسلئے تکلیف نہیں اٹھاتا۔ اس کا ناش نہیں ہوتا۔ اے میتری جاننے والے کو کوئی کس سے جانے۔ اے پیاری تجھے تعلیم دی گئی۔ یہ کہکر یاگیہ ولک جنگل کو چلا گیا ❋

میں بدلنے کے لئے جسقدر علمی روشنی اور جذباتی گرمی مطلوب ہے وہ سکھی سب انسانی جیون میں حاصل ہو سکتی ہے۔

انسانی جسم کو کرم کرنیوالا اور دیگر جسموں کو بھوگنے والا کیوں کہا ہے؟

جواب۔ دکھ سکھ بھوگنے والے کرم دیگر ہیں۔ جونی بدلنے والے دیگر ہیں۔ بابی کے اور روحانی ترقی کے کرم ہی جونی بدلنے کے کام آتے ہیں۔ بدی سے ہی جنم ملتا ہے اسلئے اِس جونی بدلنے کے سلسلہ میں کرم کرنیسے مراد روحانی ترقی کے کرم ہیں ورنہ لاکھوں دیگر جونوں کے جیو پسو پچھی وغیرہ سب کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہیں یہانتک کہ درختوں میں بھی ایک قسم کی جاندارشکتی ہے۔ جو یہ سب کام کرتی ہے فرق صرف یہ ہے کہ درختوں وغیرہ سے وہ باریک باریک کروڑہا قسم کے جسموں والے جیو اس لئے بہتر ہیں کہ وہ چلتے پھرتے سمجھتے اور مختلف کام مثل انسان کے بخوبی انجام دیتے ہیں۔ مگر انسان سب سے اعلیٰ و افضل اسلئے ہے کہ اس میں سب سے زیادہ دماغی طاقت ہے جس سے کہ یہ اعلیٰ روحانی ترقی بھی کر سکتا ہے جو کہ جیو کا اصلی کرم ہے۔ کھانا پینا سونا وغیرہ کرم صرف جسم کو قائم رکھنے کے لئے ہیں یہ کرم وہ کہلاتے ہیں جو قدرت خود بخود سب کرا لیتی ہے کیونکہ بلا اُنکے کوئی شریر قائم نہیں رہ سکتا۔ درخت بھی پانی پیتے اور غذا کہلاتے ہیں۔ اِس قسم کے کرم قدرتی عادت میں شریک ہو کر سب کے لئے مساوی درجہ رکھتے ہیں اسلئے یہ کرم مجبوری اور قدرتی شمار کئے جاتے ہیں اسلئے کوئی جاندار مبرا نہیں۔ انسانی جسم میں آنیوالا جیو مجبوری قدرتی کرموں کے علاوہ کرم اختیاری بھی کر سکتا ہے یعنے جیو کرم کرنے میں سوتنتر (خود مختیار) ہے اور وہ اس اختیار و طاقت کو پورے طور سے انسانی جسم میں ہی آکر حاصل کرتا اور کام میں لا سکتا ہے۔ اسی وجہ سے اِس جونی کو ویدوں میں کرم یونی قرار دیا ہے۔ ایک جنم کے کرموں کے بھوگ دوسرے لاکھوں جسموں میں بھوگنا ہے یہ درست نہیں ہے۔ دکھ سکھ اور آنند سب کچھ بھوگ سکتے ہیں۔ اِس سے مراد ہے کہ بِنا وقت کسی حالت میں گذارنا مثلاً ہم کہیں کہ ہم آنند بھوگ رہے ہیں مطلب یہ ہوا کہ آنند میں وقت گذار رہے ہیں یا سکھ میں وقت گذار رہا ہے۔ اسلئے انسانی جسم کے بعد یا انسانی جسم کے قبل جو وقت کروڑوں جونوں میں جیو گذارتا ہے وہ کہا جاتا ہے کہ لاکھوں جونوں کو بھوگتا ہے یعنی لاکھوں جونوں میں وقت گذارتا ہے۔ اِن جونوں کے اندر بطور سزا کے اگر وقت گذرتا ہوتا تو تمام دیگر جاندار دکھی ہی نظر آتے لیکن ایسا نہیں ہوتا ہے بلکہ ہر جاندار خوش و خورم اپنے اپنے جسم میں مگن نظر آتا ہے اِس لئے وہ سزا نہیں کاٹتا بلکہ جونوں میں بموجب قاعدہ کے وقت گذرتا ہے انسانی جسم کے خراب کرموں سے یہ جنم ملتے ہیں اسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ اس میں جو کہہ ہیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ اگر انسانی جسم میں عمدہ و آتمک کرم کرتا تو یہ موکش کو حاصل کر لیتا اب پھر لاکھوں جونوں کے چکر کے بعد انسانی جسم حاصل کریگا۔ اسی لئے کہا ہے کہ یہ انسانی سخت غلطی ہے یعنے برا کرم ہے جس سے دوبارہ ان جونوں میں چکر لگانا پڑا۔ اب یہ خیال کہ ایک انسانی جسم اور لاکھوں امیدوار تو آخری جیو کا نمبر بہت دنوں میں آتا ہوگا قیاس سے خارج نہیں بلکہ ٹھیک اور مناسب ہے۔

احکام کی تعمیل کرنا ہی اوپر چڑھنے کا ذریعہ ہے نہ کہ عدم تعمیل احکام۔ ایک افسر دنیوی کو بھی جب اُس کا ماتحت اُسکے حکم کی تعمیل نہیں کرتا ہے تو وہ اُسکو اپنی نظر سے گرا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جاؤ ہمارے سامنے سے چہ جائیکہ پرمیشور جو کل مخلوق کا خالق ہے اُسکے احکام کی تعمیل نہ کرنا۔ پس ایشور کی تعمیل میں ہمیشہ انسان کو مستعد اور کمر ہمت باندھنا چاہیئے پرمیشور کوئی لالچی تو ہے نہیں جو یہ خیال کیا جائے کہ وہ ہمسے نذرانہ و بھینٹ لیکر خوش ہوگا۔ وہ تو صرف یہی چاہتا ہے کہ اپنے فرائض ٹھیک وسلوبی سے انجام دو کہ جس میں تمہارے ہم جنس بھی تمکو اچھا کہکر پکاریں۔ جو شخص فرائض سے مستعد ہو وہ کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کا تارک ہوگا۔ اور شہوت۔ و غصہ۔ طمع۔ الفت کاموں سے دور ہوگا۔ اور صحبت بد سے پرہیز کر کے صحبت عارفان و یادگاری موت و محویت ذات بچار و چار میں اپنا وقت صرف کریگا۔

جسقدر ہشیار چاہ کے لائق ہیں اُن میں موکش کا درجہ سب سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ ہر انسان دُکھ سے رہائی اور پرم آنند کی حصول کا خواستگار ہے۔ اور یہ موکش ہی میں ممکن ہے اور کسی حالت میں نہیں۔ کیونکہ جسم انسانی چوراسی لاکھ جسموں کے بعد ملتا ہے اور پھر انسانوں میں بھی مرد کا جسم۔ عورت کو تو پرورش اطفال و چولھے چوکے و خانگی امور سے ہی فرصت نہیں ملتی۔ عورت کی آزادی عنقا ہے۔ تو بھی آزادی حاصل ہو اگر وہ کام میں لائے تو تعلیم یافتہ طبقہ میں جنم ہو۔ اور انسانی طبقہ میں بھی ویدک تعلیم پائی ہو۔ اور ویدک تعلیم پا کر بھی عامل بعمل ہو اور اپنی ذات کا انوبھو بہم پہنچائے۔ اور انوبھو پہنچا کر بھی برہم بھاؤ میں قیام کرے۔ نتیجہ یہ کہ موکش ایسی چیز ہے کہ کروڑوں جنموں کے اعمال نیک کے بغیر نہیں مل سکتی۔ اس لئے انسان کا فرض ہے کہ اُس کا خواہشمند رہے۔

(۱) اپنے آپ میں جاگ کر ہر طرف ہر حالت میں اپنا آپ دیکھتا ہوا اپنے گیان کو سپھل کرے۔

(۲) سب کے ساتھ اپنے آپ کی طرح محبت کرتا ہوا اپنے پریم کو سپھل کرے۔

(۳) سب کو اپنا آپ جانکر سب کی بھلائی میں اپنی طاقتوں کو لگا کر سپھل کرے۔

(۴) یہ خیال ہر وقت قائم رکھے کہ انسان کا جینا صرف پریم و سیوا کے لئے ہے۔

(۵) انسانی زندگی کا مقصد اپنی روحانی ہستی کو ٹھیک طور پر جاننا اور ظاہر کرنا ہے جیسے جب کوئی بیج زمین میں اُگتا ہے اور پھیلتا پھولتا ہے تو اس کا مقصد اپنے آپ کا اظہار ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح انسان بھی کسی غیر ہستی کو ماننے اور ظاہر کرنے کے لئے پیدا نہیں ہوا اور نہ ہی اسے کسی غیر ہستی نے پیدا کیا ہے مکان اور زمان میں اسکا بیرونی وجود اسکی اپنی ہی لامکان اور لازمان ہستی سے پیدا و ظاہر ہوا ہے جس طرح بیج کو اپنے کمالات کے اظہار کی مٹی۔ پانی۔ ہوا کی ضرورت ہے اور اسکی شگفتگی کے لئے سورج کی گرمی اور روشنی و بارش درکار ہے اسی طرح انسان کو بھی اپ چیتن مل (انسانی زمین)، والی چیتن من (آسمان)، سیوائی فرد کو روحانی صفات میں

اگر کوئی شخص در اصل نیکی سے بھرپور نہ ہو اور گمان کر بیٹھا ہو کہ میں سراپا خیر ہوں۔ مثلاً جو خالص کی بجائے ملمع ہو تو اسکو آتش امتحان سے ضرور نقصان پہنچے گا۔ مگر خالص سونا تو آگ میں اور بھی چمکے گا۔

ایک پریمی کے بچن

جو گھر بیٹھوں تو بیٹھ رہے ڈھنگ

جو گھر جاؤں تو بیٹھ رہے ٹھنک — جو کہوں جاؤں تو لگے ہی جاوے
سوئے رہوں تو سپنے میں — چونک پڑوں تو کنٹھ لگاوے
سوتی ہوں تو بول اٹھے گھٹ — نین موندوں تو مکھ دکھلاوے
یا سر پر بن رہے من ماہیں — ہاتھ پساروں تو ہاتھ نہ آوے
بیٹھ رہوں ہٹ کر گھٹ میں — دیکھ بے کو کوئی گھات نہ پاوے
سو جن کہوں من سو جن بولے — ہاتھ لگاؤں تو ہاتھ نہ آوے
نین تو بین سو نین ہر چھین — جو بین سے بین بیان بتاوے
پیاری کے پران ہیں بس ہیں پیارا — پریت کی ریت نہ کاہو لکھاوے
جادن سے گو بن لکھو ہے — دیگر — وادن سے چپ اور نہ بھاوے
تن من جیون جوبن بھوشن — او لبستر کچھ ناہیں سہاوے
تارے شیشے نا کہوں کیونکر ہوں — سندر چیون من چپ دکھاوے
گت آنند کہو کیسے کروں — پکڑت ہوں پر ہاتھ نہ آوے
ہر گھڑی تیرا تصور ہر گھڑی تیرا خیال — تیرا نقشہ آئینہ میں تیری صورت دل میں ہے
جبتلک جیتا رہوں تیرے تصور میں رہوں — بھولوں تجھ کو میں قائل ہو کے میں رہتا ہوں

پریم ایسا چاہیئے جیسے میراں بائی

میں تو رے رنگ رانچی سانورے تو رے رنگ رانچی
جے پیا پردیس بست ہیں لکھ بھیجیں پاتی
میرے پیا میرے گھٹ ماہیں نہ کہن کرت سواتی
ہنس کا تیل پران کا دیولا اور صورت کی باتی
انہو جوت ایک رس نہاری ایسے جگے دن راتی
سنگ کی سکھیاں مہرا پی پی ہو رہی ساتاتی
میں مدہو پی پریم بھٹی کا ست رہوں دن راتی
میں تو رے رنگ رانچی سانورے میں تو رے رنگ رانچی

دیگر — میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ کوئے
آنسوں جل سینچ سینچ پریم بیل بوئی
اب تو پہ بہو سے لگن رہی لاگی ہونی ہو سو ہوئی
سنتن سنگ بیٹھ بیٹھ لوک لاج کھوئی۔
اب تو بات پھیل گئی جانت سب کوئی
میرے تو گردھر گوپال دوسرا نہ کوئی

دیگر — میں تو بھئی رے باوری میرا مرم نہ جانے کوئی
چھتری اوپر سیج ہماری پوڑھن کس بدھ ہوئے
گھائل کی گت گھائل جانے اور نہ جانے کوئے
میں تو بھئی رے باوری میرا ابہرم نہ جانے کوئے

فرائض انسان

جس قدر سکہ ایشور کی رچی ہوئی سرشٹی ہے یعنی خداتعالیٰ کی جس قدر مخلوق ہے اسمیں انسان کو ہی وہ شرف حاصل ہے کہ جسکے سبب سے وہ اشرف المخلوقات کہلاتا ہے اب انسان کو اشرف المخلوقات کہلا کر اونچے چڑھنے یعنے بام بلند پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیئے نہ کہ نیچے گرنے اور تحت الثریٰ میں پہنچنے کی۔ چھ شوروں کے نیموں یعنی آئینے

درگا بھوانی

کی سواری شیر کی ہے۔ کیوں؟
اسکو محبت یعنی پریم سے ÷
پریم کے بس شیر ہے

وشنو بھگوان کو نرم بستر کا کام اژدہا سے
ہوجاتا ہے۔ اور زہریلی پھنوں سے وشنو کے
روئے خنداں پر چھتری بناتا ہے۔ کیوں ؟
وہی پریم۔ وہی محبت۔ وہی یکتائی۔

شیوجی مہاراج کے گلے کا بھوشن زیور
سانپ بنے ہوئے ہیں۔ اور محبت سے دیال
بھوشن کے گرد لپٹ کر شانتی کی تاثیر کی
تصدیق کر رہے ہیں۔

یہ سب کچھ یکتائی و محبت و پریم سے ہو سکتا ہے۔ ادہر تم ڈرے اور ادہر وہ جانور ڈرا۔ آپس میں جنگ و جدال ایک دوسرے کا دشمن۔ پھر کیوں نہ سانپ کاٹیں گے اور شیر پھاڑ کھاوینگے۔ اگر تمہارے دل میں ایک آتما کا پریم ہے تو وہ تمہاری گود میں لڑکوں بچوں کی طرح کھیلیں گے۔ بھگوان بدھ (بودھ اوتار) نے ایک راجہ کو ہرن پکڑتے ہوئے دیکھا۔ اوہر معصوم مرگ کی سہمی ہوئی صورت۔ ادہر چلتا ہوا تیر بے پناہ۔ نظر آنے کی دیر تھی کہ بھگوان بدھ مارے رقیقی کے راجہ کے سامنے چت گر پڑے اور پر اثر دعائی گداز کے ساتھ راجہ سے عرض کی کہ آپ بیشک میرا جسم حوالہ تیر کر لیجئے۔ لیکن اس متوالی آنکھوں والے آہو کو ایذا رسانی سے درگذر کیجئے۔ مجھے اپنے جسم سے محبت نہیں۔ لیکن اس غزال بیچارے کو زندگی بڑی پیاری ہے۔ خیال کرو کہ ایسے موقعہ پر راجہ صاحب کا پتھر دل پر کس قسم کا کلہاڑا چلایا ہوگا۔ بدھ کی قربانی نفس (جان نثاری) نے راجہ کے شکاری دل کو کس قدر سعید کیا ہوگا۔ ہزارہا سال منقضی ہو گئے کہ وہ بدھ جو ہرن کی خاطر جان دینے کو تیار تھا آج کروڑہا آدمیوں پر راج کر رہا ہے وہ مسیح جس کا مقولہ ہے کہ ایک گال پر کوئی طمانچہ مارے تو دوسرا گال اسکے آگے کر دو وہ عیسیٰ ملک کے ملک قبضہ میں لے آیا آنند پریم بھرے مہاتماؤں کے قریب غضب مجسم اصحاب بھی پانی پانی ہو جاتے ہیں۔ جنگل کے بھیڑیئے۔ شیر وغیرہ انہیں دیکھ کر الفت زدہ ہوتے ہیں۔ سانپ بچھو وغیرہ اپنے موذی پن کو بھول جاتے ہیں ۔

برمن از روشن دلی ہو ضع جہان ہموار شد
خار در پیراہن آتش گلستاں میشود

وہ بہارستان ہے اور تو ہے گل　شن ذرا عالم میں کیا ہے شور و غل

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

بجز ذاتِ حق ہے اور تو ہے حباب　کیوں سمجھ کر فرق ہوتا ہے خراب

جب ہوئی وا تیری چشمِ نیم خواب　کچھ نہ آئیگا نظر تجھ کو حجاب

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

جزو و کل ہے قطرہ و دریا ہے تو　باغ و بستان دشت و صحرا ہے تو

جام و مینا بادہ و صہبا ہے تو　آپ ساقی آپ متوالا ہے تو

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

ہر جگہ مستور ہے تیری ہی ذات　جس جگہ دیکھو عیاں تیری صفات

واہ کیا کہنا ترا کیا تیری بات　تو نہ ہوتا تو نہ ہوتی کائنات

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

تیرے دم سے ہے وجود ما سوا　تیرے دم سے یہ طلسم امکان کا

سن تو کیا کانوں میں آتی ہے صدا　مرحبا اے ذاتِ کامل مرحبا

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

تو ہے ظاہر اور تو مستور ہے　تو ہی پاس اور تو ہی سب سے دور ہے

صفدر و شن ہے شبِ دیجور ہے　تو ہی تاریکی ہے تو ہی نور ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

آپ تو ہے گلشن باغ و بہار　آپ شہر و دشت و کوہ و لالہ زار

تجھ میں ہے مستور سیر کوہسار　تجھ میں مخفی بحر نا پیدا کنار

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

کیوں ہے شیدا عالمِ ہستاں کا　یہ تماشا سب ہے اندرجال کا

چھوڑ بھی جنجال حیل و قال کا　تیرا مرجع ہے ہمیشہ حال کا

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

شان تیری ہے ہمالہ سے بلند　وہم کی جس میں نہیں پہنچی کمند

تو ہے لا محدود کیوں ہے دردمند　یہ تماشے کی تجھے پاؤں میں بند

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

ابر و باد و برق و رعد و مہر و ماہ　سال و ماہ و روز و شب شام و پگاہ

دید کی تیری فقط رکھتے ہیں چاہ　کس طرف ہے اے بشر تیری نگاہ

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

حکم سے تیرے رواں ہے ابر و باد　گشت میں ہیں آفتاب و ماہتاب

موت تیرے حکم سے پا در رکاب　دوڑتی پھرتی ہے یاں پر مضطراب

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

حور و غلماں کی تجھے کیوں چاہ ہے　کیوں ہوس کے دشت میں گمراہ ہے

عرش و کرسی کا تو شاہنشاہ ہے　یہ جہاں تیرا ہی جلوہ گاہ ہے

ہے تماشاگاہِ عالم آپ تو

طالب - آپنے تو پھر وہی وجود ہی بتلا دیا -

عارف ایں جہاں خم ہست و دل چوں جوئے آب
ایں جہاں خانہ است و دل شہر عجاب
چشم بینا ہر کہ دارد در جہاں
از پس ہر ذرہ حق بیند عیاں
ہر کہ او در صورت ہر خیر و شر
دوست بیند او بود صاحب خبر
محو کن از لوح ہستی نقش غیر
تا بہ بینی ہست کعبہ عین دیر

طالب - تو جو نظر آرہا ہے سب آتما ہی آتما ہے ؟

عارف - ویدانت میں برہم ایں کو ایسا ہی لکھا ہے (سربم کھلودم برہم) جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام نام روپ کائنات برہم یعنے ذات حق ہی ہے -

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر ❊ جملہ ذات حق بود اے بیخبر ❊

طالب - شعر بالا سے تو پھر یہی سمجھا کہ انسان کو ہی آتما تبلایا ہے - میری سمجھ اس سے زیادہ نہیں پہنچی -

جواب عارف -

کون کہتا ہے کہ تو انسان ہے ۔۔۔ کس طرف اللہ تیرا وہ بیان ہے
تو حقیقت میں خدا کی شان ہے ۔۔۔ تیرے دم سے عالم امکان ہے

ہے تماشاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

کون کہتا ہے کہ تو ناپاک ہے ۔۔۔ کون کہتا ہے تو مشت خاک ہے
خوف کس کا تجھکو تو بیباک ہے ۔۔۔ خود سرور مستی و ادراک ہے

ہے تماشاگاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

کون کہتا ہے چراغ نور ہے ۔۔۔ دل ترا اے شخص کوہ طور ہے
یہ وہ فانوس سراپا نور ہے ۔۔۔ جس میں نور کبریا مستور ہے

ہے تماشاگاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

طاقتیں تجھ میں ہیں بیحد و حساب ۔۔۔ قوتیں ہیں بیمثال و لاجواب
دل ترا ہے قدرت حق کی کتاب ۔۔۔ اے شہ والا گہر عالیجناب

ہے تماشاگاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے جستجو

تو نے دنیا بے وفا دیکھی نہیں ۔۔۔ سیر اس گلزار کی دیکھی نہیں
یاں کی کیفیت کبھی دیکھی نہیں ۔۔۔ ایکہ تو نے روشنی دیکھی نہیں

ہے تماشاگاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

منعکس آئینہ میں چرخ بریں ۔۔۔ اندر آئینہ کے ہے باہر نہیں
یہ خلا اور یہ ملا سب بالیقین ۔۔۔ ہیں تجھی میں تو ہے کیوں اندوہگیں

ہے تماشاگاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

چاند کی سورج کی تاروں کی چمک ۔۔۔ رعد کی آواز بجلی کی کڑک
موتیوں کی آب ہیروں کی جھلک ۔۔۔ سب تجھی میں ہیں عبث ہو تیرا شک

ہے تماشاگاہ عالم آپ تو
کس تماشے کی تجھے ہے آرزو

جز و تو ہے امر ذات حق ہے کل ۔۔۔ جام تو ہے اور وہ مینائے کل

(۶) اگنی سے جل

(۷) جل سے پرتھوی

(۸) پانچ عناصر یا مہا بھوت کے جو گن انش سے اندریاں پیدا ہوتی ہیں جو گیان اندریاں و کرم اندریاں کہلاتی ہیں۔

(۹) ستو گن انش سے ہم انتہ کرن پیدا ہوتے ہیں۔

(۱۰) اناج

(۱۱) طاقت جو اناج سے پیدا ہوتی ہے۔

(۱۲) آدمی جو طاقت سے پیدا ہوا اور اُسنے تپ کیا

(۱۳) تپ سے وید منتر۔

(۱۴) وید منتر سے یگیہ۔

(۱۵) یگیہ سے اونچے لوک۔

(۱۶) اونچے لوک پرشوں میں نام یعنے نام والے جیو۔

عارف جس آتما کا ظہور یا پرکاش پاؤں کے انگوٹھے سے لیکر سر کی چوٹی کے بال کی نوک تک ہو رہا ہے اور وہ ہمہ و ویاپک ہے۔ مدہم پران اور پران نہیں ہے ایسی آتما کا خاص استھان پوچھنا و کہنا حقیقت و دانائی کے خلاف ہے۔ کیونکہ وہ آتما عام ہے خاص نہیں ہے۔ خاص مقام والا محدود ہوتا ہے۔ عام والا لا محدود ہوتا ہے۔ وید بھگوان نے مبتدی جگیاسو کو سمجھانے کی غرض سے اُسکے مقام یعنے آتما کے مقام بردے۔ تا ہی کنٹھہ۔ یہ ہم اندر تبلاتے ہیں۔

عارف اِس امر سے آگاہی رکھتا ہے کہ اُس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ کیونکہ اگر خاص مقام ہوتا تو ہم پوچھتے ہیں تمہارے پاؤں میں ایک ذرا سا کانٹا لگنے پر تمکو فوراً محسوس ہوتا ہے۔ جہاں کہ مقام آتما کا نہیں لکھا ہے۔ اگر تمہارے بدن پر ایک مچھر آکے بیٹھے تو فوراً تمہارا دھیان اُس طرف جائیگا اور مچھر کو اُڑائے بغیر چین نہیں آئیگا۔ اِس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ آتما روم روم میں ویاپک ہے۔ بدن کا کوئی حصہ اُس سے خالی نہیں ہے۔

طالب۔ بدن کا کوئی حصہ اُس سے (آتما سے) خالی نہیں ہے تو کیا جسم آتما ہے۔

عارف۔ نہ این جسم نہ این جانم نہ این کفرم نہ ایمانم — دگر پایم نہ خندانم۔ بروں از چار ارکانم
چہ شخصم من نمیدانم۔ کہ ہم دانا و نادانم — چو این و آں بگذشتم۔ نہ این دانم نہ آں دانم
عجب شکلے گرفتارم۔ کہ نہ بندہ نہ آزادم — نہ از خوابم نہ از آدم۔ نہ از جسمم نہ از جانم
چو با ہر نقش و ہر رنگم۔ نہ از نقش و نہ از رنگم — نہ از گوہر نہ از سنگم۔ نہ از بحرم نہ از کانم
نہ مردم نام و ننگم من۔ نہ با اس صلح و جنگم — نہ دل شاد و نہ دل تنگم۔ نہ دنیا نم نہ ز انسانم
نہ از اقوام خراباتم۔ نہ از اہل مناجاتم — نہ مرد دیر و طاعاتم۔ بروں از کفر و ایمانم

طالب۔ آپنے تو فرمایا کہ جسم و جان وغیرہ وہ نہیں ہے تو وہ اصل کیا ہے؟

عارف۔ مستفید کہ [illegible] طبیب ✦ [illegible] بگوش ہوش خطاب ✦ کہ جز او نیست در سراے وجود ✦ بہ حقیقت کسے دگر موجود

(۱) [illegible] بیدار کے صورت [illegible] صورت [illegible]

بصر کیلئے۔ سوچ رہنا کا ظہور۔ حق چند دماں وجود کا ظہور ہے

حضرت انسان کہ [illegible] [illegible] معنی او را نظیر این جا کہ از حق صورت است

جسمِ انسانی میں آتما یا خدا کہاں رہتا ہے؟

ایتادو اسیا اپنشد منتر ۵

جواب: آتما تمام کائنات کے اندر ہے اور وہی باہر ہے۔ ایشر سب میں وہ ایک ہو۔ منتر ۱

کٹھ اپنشد۔ ولی ۳۔ منتر ۳ و ۴۔

آتما کو اس جسم کا سوار جان جسم رتھ۔ بدھی رتھ بان۔ من لگام

کٹھ اپنشد ولی ۴ منتر ۴

خواب و بیداری ہر چیز جس سے دیکھتا ہے وہی برہما وہ ایک آتما ہے

کٹھ اپنشد ولی ۵ منتر ۲

آدمیوں میں، دیوتاؤں میں۔ آکاش میں ستیہ میں وہی رہتا ہے

کٹھ اپنشد ولی ۵ منتر ۸

جو پرش یعنی گیان سروپ آتما سوتے ہوئے آدمیوں میں جاگتا ہے۔

کٹھ اپنشد ولی ۵ منتر ۱۲

آتما ایک ہو۔ سب کا منتظم ہے۔ سب کا اندرونی ہے۔

پرشن اپنشد منتر ۶

سولہ کلا والا پرش ہی جسم انسانی ہے۔

منڈک اپنشد منتر ۱

پرش ہی ہ کل کائنات ہے۔

پرش کے ۱۶ کلا کون ہیں؟

سنو! (۱) پران یعنی قوتِ منطقی جو ہستی کا سبب ہے۔

(۲) شردھا یعنی یقین جو تمام کرم کی جڑ ہے

(۳) آکاش جو تمام مادی مرکب کا عنصر شئ کا وسیلہ ہے

(۴) آکاش سے ہوا۔

(۵) ہوا سے اگنی۔

سادیو - بایاں کان میں	جمدگن - بایاں آنکھ میں	کشیپ - بایاں ناک
بسوامتر - دایاں آنکھ میں	وسشٹ - دایاں ناک	اتری - منہ

جسم انسانی میں وید کیا مانے گئے ہیں - (رگوید بانی) - (یجروید من) - (شام وید - پران)

جتنے دیوتا اس آدمی کہاں مانے گئے ہیں - (بانی - دیوتا) - (من - پتر) - (پران - آدمی)

کہہ کا کنبہ انسانی جسم میں ہے - (ماں - بانی) - (باپ من) - (لڑکا - پران)

کتنے دیوتا اِس جسم کو اٹھائے رکھتے ہیں - (پرشن اپنشد منتر - ۲)

(۱) آکاس (۲) وایو (۳) اگنی (۴) جل (۵) پرتھوی (۶) بانی (۷) من (۸) آنکھ (۹) کان ÷

سات اعضار

(۱) رس لبوامتر - آتما کا سر جگمگاتا لوک یعنی دیولوک ہے -

(۲) آنکھ - سب کو پرکاش کرنے والا سورج ہے -

(۳) پران - سب طرف چلنے والا ہوا ہے -

(۴) درمیانی حصہ جسم پھیلا ہوا آکاس ہے

(۵) جائے پیشاب - اناج پیدا کرنے والے بادل یا بارش ہے -

(۶) پاؤں یہ زمین ہے -

(۷) آگ جو پائی ہوئی اُسے منہ سمجھنا چاہیئے -

۱۹ منہ

۵ - گیان اندری - ۵ - کرم اندری - ۵ - پران - ۴ - انتہ کرن ÷

انسانی جسم میں چاروں ورن یعنے ذات

برہمن - اگنی - چھتری - اندر - ورن - سوم - رودر - پرجنیہ - یم - مرتیو - اشان ÷

ویش - اسو - رودر - آدتیہ - وسوے دیوا - مرت - شودر - پرتھوی -

سیمن انسان کہ نقیبند از میاں ÷ اول و آخر نماند غیر آن ÷ ملا بس گر دی کار خدائی میکند ÷ آں ای طرف اینجا دستگاہ و قدرت

حق جان جہان ست و جہاں جملہ بدن ÷ اقسام ملائکہ حواس ایں تن ÷ اجرام و عناصر و موالید اعضا ÷ توحید ہمین ست دگر حیلہ و فن

شد جہاں آئینہ رخسار دوست ÷ ہر دو عالم در حقیقت عکس اوست

ادھی بھوتک و ادہیاتم - اور ادھی دیو - کسے کہتے ہیں

جواب - ادھی بھوتک وہ چیزیں ہیں جو پانچ مہابھوتوں یا عناصروں سے ملکر بنی ہیں اور وہ انسانی اندریوں کے بشے ہیں -

ادہیاتم - اندریاں کہلاتی ہیں - کیونکہ جسم میں رہتی ہیں -

مرے ذہن نے تیرے بت کو تراشا — تصور نے تجھ کو دکھایا تماشا
ہنسی آتی ہے سوچ کر یہ تماشا — نہ ہوتا جو میں تو رہی ہے تماشا
تجھے میں نے مسجود جب سے
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا
یہ کفر اور دینداری میری اپج ہے — یہ دین و ریاکاری میری اپج ہے
ذرا دیکھ کیا پیاری میری اپج ہے — تیری کچھ نہیں ساری میری اپج ہے
تجھے میں نے مقصود جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

وہاں [illegible] ہوا حیراں — [illegible]
یہ جبر و تکلف ہے یا اتفاقی حیراں — یہ چون و چرا میں [illegible]
تجھے میں نے خلاق جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہوا سب کا خدایا
نہ تو ظلمت شب نہ تو ماہ تاباں — نہ تو روز روشن نہ مہر درخشاں
نہ خلوت نہ جلوت میں تیرا ہی ہالا — یہ میں ہوں کہ جس سے ہوا تو نمایاں
تجھے نے مشہود جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہوا سب کا خدایا

نفس انسانی دیوتاؤں کے چار دروازے

دروازہ			
مشرقی دروازہ	پران	یہی آنکھ میں سورج	چھاندوگیہ اُپنشد - آنکھ کا پرش پرم ہے - اس پرش کی یہی شکل ہے جو اس پرش کی ہے - وہی جوڑ ہیں جو اس پرش کے
جنوبی دروازہ	دیان	یہی کان میں چاند	ہیں - وہی نام ہے جو اس پرش کا ہے -
مغربی دروازہ	اپان	بانی - اگنی	اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان ہی سب کچھ ہے -
شمالی دروازہ	اودان	ہوا - اکاس	

انسان کا وجود ہی مسجد خدا کی ہے — وحدت میں ہو کے محو گزارو نماز کو
افسوس اُن پہ ہو جو کہ ایسے وجود میں — دلدار کا وصال نہ دل کھول کر سکیں
دیکھنے لایق تماشا ہے یہ مکت — خاک کے پتلے میں پنہاں نور ہے

گیتا ادھیائے ۱۳ منتر ۱۴

جتنے انسان کے ہاتھ پاؤں آنکھ سر اور منہ ہیں - یہ سب اسی علیم کے ہیں جو سب میں محیط ہے ۔

ذات تو بہمہ صفات جامع در تو — زان نور حقیقت ہمہ لامع در تو — بر خود تو بجست جمعیت ہستی داری — حق است کہ شد قابل و سامع در تو

انسان کی آنکھ میں دیوتاؤں کی قیام گاہ

رودر - آنکھ کے لال ڈورے	اندر - سفیدی آنکھ کی -	دیولوک - اوپر کی پلک
بارش - آنکھ کا پانی	سورج - پتلی آنکھ کی	سپت رشی یہی انسان کے جسم میں موجود ہیں
آگ - سیاہی آنکھ کی	زمین - نیچے کی پلک	گوتم رشی - دایاں کان ہیں -

تجھے میں نے مرغوب جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ کاشی فلک اور نہ املاک تھا تو   زمین و فضا اور نہ افلاک تھا تو
نہ آتش و باد و خاک تھا تو   نہ پاکی تھی تجھ میں نہ ناپاک تھا تو
تجھے میں نے مبسوط جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ جن و ملک اور نہ انسان تھا تو   نہ دانا تھا ہرگز نہ نادان تھا تو
نہ اشکال تجھ میں نہ آسان تھا تو   نہ عین حقیقت نہ امکان تھا تو
تجھے میں نے منسوب جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ مقصد تھا تو دیر کا اور حرم کا   نہ مرکز تھا تو خلد کا اور ارم کا
نہ داتا تھا تو گبروں میں ہرم کا   نہ تو بھوگتا تجلیہ کا اور کرم کا
تجھے میں نے معبود جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

ہوا میرے سجدہ سے مسجود عالم   ہوا میرے مقصد سے مقصود عالم
بنا عبد میں تو ہے معبود عالم   ہوا نیست میں تو ہوا بود عالم
تجھے عین حق میں نے جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

ہمہ اوست کہتے ہیں وہ جو ہیں نادان   نہیں ہمہ اوست کہتا ہے شیلیاں
نہ تو ہے سب تجھ میں اے میرے جاناں   کسی کا نہ تو کالبد تھا نہ ہے جان
تجھے جان جاں میں نے جب سے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ تو جلوہ میں اور گل میں ہے پنہاں   نہ تو جام میں اور نہ مل میں ہے پنہاں
خموشی میں ہے اور نہ قل میں ہے پنہاں   نہ بلبل میں ہے اور نہ گل میں ہے پنہاں
تجھے میں نے محبوب جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

نہ ہوتا جو میں تو نہ اظہار ہوتا   ظہور دو عالم نہ زنہار ہوتا
کسے تیری ہستی پہ اقرار ہوتا   نہ ملتا جو میں تو نہ دوچار ہوتا
تجھے میں نے موجود جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

یہ ہے شان میری - تو کبریا ہے   مرے دم کی برکت ہے یہ تو خدا ہے
زباں نے مری تجھکو سب کچھ کہا ہے   مرا کام ہے تجھکو سب کردیا ہے
تجھے میں نے مطلوب جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

جو قدرت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا   جو صنعت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا
جو کثرت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا   جو وحدت ہے تجھ میں عطیہ ہے میرا
تجھے جزو کل میں نے جب سے بنایا
اسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

تجھے شکل اور نام میں نے ہے بخشا   یہ آغاز و انجام میں نے ہے بخشا
دھرم ارتھ اور کام میں نے ہے بخشا   غرض موکش کا نام میں نے ہے بخشا
تجھے میں نے سب کچھ ہے جب سے بنایا
اُسیوقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

کہیں عرش و کرسی پہ تجھکو بٹھایا   کہیں میں نے بتخانہ میں بت بنایا
نہ تو نور روشن نہ تاریک سایا   ترا کیا ہے جو کچھ ہے سب ہے میری مایا
تجھے ایشور جب سے میں نے بنایا
اُسی وقت سے تو ہے سب کچھ خدایا

دیگر

زبان بلبلاں آنانکہ میدانند میدانند ... کہ زاغ شوم دشمن نالہ موزوں چہ میداند

طبیدن ہا چہ میداند دلِ افسردۂ زاہد ... ادائے کاوشِ نشترِ رگِ بے خوں چہ میداند

فلاطوں علتِ بیتابیِ مجنون چہ میداند ... تو ایں حکمت ز مجنوں پُرس افلاطوں چہ میداند

تغافل ہائے یوسف بازلیخا دیدم و گفتم ... کہ طفل نازپرور لذتِ شبخوں چہ میداند

گرامی ہم نشینی دیگرست و ہم چیشی دیگر ... تو اسرارِ خم از من پُرس افلاطوں چہ میداند

پیارے جگیاسو! برہدارنیک اُپنشد میں برہم کے دو روپ صورت بتائی گئی ہیں۔

باصورت وہ روپ ہے جو ہوا و خلا کے علاوہ ہے یہ فانی ہے اور ساکن ہے

باصورت	بےصورت
فانی	غیرفانی
ساکن	متحرک
ظاہر	باطن

تجلی ہاست حق را در نقاب ذاتِ انسانی ... شہود غیب گر خواہی جو بے نیاست پہلو کانی

حجاب جلوہ ہم یکسر ہجوم جلوہ ہست اینجا ... نقاب نیست در یار اگر طوفانِ عریانی

کمالِ خود شناسی شد دلیل قدرتِ عارف ... تو گر ایں رمز شناسی تو نیز اے بیخبر آنی

چمن را شوخی از نازت فلک را پردہ سازت ... دو عالم محوِ اندازت بہ فہم اے قطرۂ داتی

ہر چہ آید در نظر از خیر و شر ✦ جلوۂ ذاتِ حق بود اے بیخبر ✦ پیارے طالب یہ جو کچھ تجھے دکھلائی دیتا ہے اسکو سب کو باصورت برہم جان۔ بے صورت برہم کا جاننا سخت مشکل ہے۔ نہ تیری اسقدر سمجھ ہے۔

خون خالص خود خور کہ شرابی بہ ازیں نیست ... دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

در کنز و ہدایا نتواں یافت خدا را ... در مصحفِ دل بیں کہ کتابے بہ ازیں نیست

اے بوالہوس سوز کہ آن عشق آتش ست ... ما آن سمندریم کہ آتش حیاتِ است

پیارے جگیاسو! آتما کا رنگ ہلدی رنگا کپڑا۔ خاکستری۔ اونی کپڑا۔ سرخ بیر بہوٹی۔ آگ کا چمکارا چمکتا ہوا سفید کنول کا پھول یا یکدم بجلی چمکے۔ ایسا ہی یعنی شغل کرنیوالے کو اسطرح کی شکل دکھائی دیگی۔ اور آتما کا جلوہ جسم انسانی میں اسطرح ہوتا ہے جس طرح آئینہ میں عکس صاف نظر آتا ہے مگر اس میں پھنس جانا مناسب نہیں ہے بلکہ شغل مستحکم طور سے جاری رکھا جائے پھر آخر کار اصل حقیقت کی شناخت ہوگی۔ اور خود اپنا دیدار اپنے دل میں مشاہدہ کروگے۔ اور حقیقت کھلنے پر مستی کیحالت میں درویشِ کامل سے ایسے الفاظ بھی زبان سے نکلجاتے ہیں کہ نہ خدا کی ہستی اور۔ خدا کے اوصاف ہم سے ہی ظاہر ہوئے ہیں۔ ورنہ خدا کو جانتا ہی کون تھا۔ جیسا کہ نظم ذیل سے ظاہر ہے۔

ہر کہ صاحب شود از بادۂ عرفان سرمست ... ہمچو خورشید دریں دائرہ تنہا گردد

انسان کیا چیز ہے؟ جواب۔ انسان کیا ہے
تینوں لوک کا مجموعہ اکمل یعنی دسو کسم ہیں مشوۂ۔
انسان کیا ہے۔ ذاتِ مطلق کی مہا عظمت کا مظہر
انسان کیا ہے۔ دیوتاؤں کی قیام کی جائے
انسان کیا ہے۔ ذاتِ عالی کی جائے رہائش
انسان کیا ہے۔ منبع اظہار ذات باری۔
انسان کیا ہے۔ اپنا آپ۔
مطلع دیدار حق دیدار ما   منبع گفتار حق گفتار ما
ساشتر لوکا پکار کر کہتا ہے
کہ انسان کا سر   آسمان

انسان کے پاؤں	زمین
انسان کے دونوں ہاتھ	اطراف (سمت)
انسان کے دونوں آنکھ	سورج و چاند
انسان کے بال	درخت و بناسپتی
انسان کی ہڈی	پہاڑ
انسان کا مادہ رقیق	پانی یا سمندر
انسان حرارتِ غریزی (جٹھراگن) آگ	

بے شبہ جلوہ جو سب جا ہی کا   ماہ و بادل میں قیام اس کا
ملکہ ہے ٹھیک ٹھیک بات تو یہ
اس میں ہے بود و باش عالم سے۔

کیا امیر۔ کیا غریب۔ کیا عالم۔ کیا جاہل کیا شاہ۔ کیا گدا۔ کیا حکیم کیا بیمار۔ کیا گیانی۔ کیا دھیانی۔ کیا جوگی۔ کیا بھوگی۔ کیا دانا۔ کیا نادان۔ کیا میں کیا تو۔ کیا یہ۔ کیا وہ۔ کیا انسان کیا حیوان۔ کیا نباتات کیا جمادات۔ کیا پہاڑ۔ کیا سمندر۔ غرض کہ جو کچھ دید و شنید و گفت و فہمید میں آتا ہے سب کچھ اس کا ہی ظہور ہے۔ اور اسی کی مہا عظمت ہے۔ بقول گسائیں تلسی داس جی۔

آکر چار لاکھ چوراسی	جاتی جیو تھ چل تھل باسی	سیا رام میں سب جگ جانی	کروں پرنام جور جگ پانی

چرنداس جی

جب لگ تتو بچار کے کہے ایک اور دوئی میں تو ہو وہ بھول کر رہے جو یچ سمجھاؤ گیان رہت گیا نا رہت اور رہت گیہ جان چار کہاں میں لکھ چوراسی اور نہ کو اور دوجا آپ ہی دوتا آپ ہی منگتا۔ آپ ہی جوگی بھوگی آپ کارج آپ کارن وشو روپ درشایا	مہاتما پلٹوداس	برہم برت باندھے رہے تب لگ دھیان تو ہوئے آیا دیہہ ابھلائے کہ گیان سمادھ لگائے لگی کبھی چھوٹی نہیں یہ سمادھ و گیان آپ ہی ٹھاکر آپ ہی سیوک کرت آپنی پوجا۔ آپ ہی شنو آپ ہی شنی آپ وید آپ روگی پلٹو داس درس جب آوے سنت کریں جب دایا

سوال۔ انسانی جسم میں تین لوک کون ہیں؟ جواب۔ دیو لوک۔ پران ہے۔ انتر کس لوک من ہے۔ دنیا۔ پانی ہے

{جسم انسانی میں دیوتاؤں کے باسے کس طرح ہیں؟}

نقشہ صفحہ ۱۴۸ سے تفصیل دیوتاؤں کی معلوم کریں

ویدانتی - جوتی - چت - برہم - کہتا ہے - سورج - چاند - ستارے - بجلی - آگ - روشنی نہیں کہلاتے - روشنی گیان ہے جیسے نطق کہو، کالسشن کہو، برہم کہو، جیو کہو - یا جو چاہو نام رکھ لو - اسی روشنی کا ذکر برہدارنیک انپشد میں بڑی خوبصورتی سے آیا ہے

مکالمہ - راجہ جنک و یاگیہ ولکھ مُنی

سوال - اے یاگیہ ولکھ اس پرش یعنی آدمی کی جوتی کون ہے ؟

جواب - اے راجہ سورج ہے - کیونکہ سورج روپ جوتی سے پُرش - چلتا - پھرتا - اور کام کرتا ہے -

سوال - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - لیکن جب سورج غروب ہو جاتا ہو - اُس وقت اسکی جوتی کون ہے -

جواب - اے راجہ چاند ہے - چاند روپی جوتی سے پُرش چلتا - پھرتا - اور کام کرتا ہے -

سوال - ای یاگیہ ولکھ سچ ہے - مگر جب سورج غروب ہو جاتا ہے اور چاند چھپ جاتا ہو اس وقت جوتی کون ہے ؟

جواب - اے راجہ اگنی - اگنی روپی جوتی میں آدمی چلتا ہے - پھرتا ہے - اور کام کرتا ہے -

راجہ جنک - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - مگر جب سورج غروب ہو - چاند چھپ گیا ہو - آگ بجھ گئی ہو - اُس وقت آدمی کی جوتی کون ہے ؟

جواب رشی - اے راجہ بانی یعنے کلام - بانی روپی جوتی سے پرش چلتا - پھرتا - کام کاج کرتا ہے - جہاں ہاتھ کو ہاتھ دکھائی نہیں دیتا - وہاں آواز آئے تو آواز کے سہارے پہنچ جاتا ہے

جنک - اے یاگیہ ولکھ سچ ہے - مگر جب آواز بھی نہ ہو - اُس وقت جوتی کون ہے ؟

جواب رشی - اے راجہ آتما ہی اسکی جوتی ہوتی ہے -

اِس مکالمہ سے صاف ثابت ہے کہ اصلی روشنی گیان سروپ آتما ہے - سپن و سشپتی میں آتما جوتی ہی باقی رہتی ہے اور سب جوتیاں شانت ہو جاتی ہیں -

طالب - مہاراج اب میں سمجھا - شدھ گیان کا نام برہم ہے -

عارف - ہاں شدھ گیان کو ہی برہم کہتے ہیں - آپ میرا اپنا - سارے جہان کا شدھ گیان لیا جائے تو ایک گیان سے دوسرے گیان میں کیا فرق ہوگا - کچھ بھی نہیں - کیونکہ فرق ڈالنے والی کوئی چیز نہیں ہے -

گیان کیا ہے ؟

جواب - آپکو تیار تھ (علم حقیقی) جاننا کہ میں تین شریر (۱) استھول (کثیف) ۲ سوکشم (لطیف) ۳ - کارن (غفلت) اور تین اوستھا (حالت) ۱ - جاگرت (بیداری) ۲ - سپن (خواب) ۳ - سکھوپت (خواب گراں) اور پانچ کوش (غلاف یعنی خول) سے اتیت (فارغ) ہوں - اسی کا نام گیان ہے -

یہی کہنا کہ تعین ہے کہ تو خلاق ہے خالق و مخلوق ہو سکتا ہے کب تو بسیط	تو وہ ذات لاتعین بیچگون و بیچرا لم یلد کے اور لم یولد کی ہے لب پر صدا	جو ہے تو وہ ہے مگر کیا ہے یہ کہہ سکتے نہیں دعویٰ باطل نہیں ہے دعویٰ ارباب کشف	اعتراف ہے اہل سے قول مردان صفا ذات جسکی علم ہے معلوم وہ کب ہو سکا

سترِ عرفانِ الٰہی ہے مگر گونگے کا گڑ
آدمی کھاتا ہے لیکن کہہ نہیں سکتا مزا

پیارے طالب۔ اب بھی سمجھا یہ تو "نیتی نیتی" کی تعلیم نہیں ہے۔

جواب طالب۔ مہاراج مجھے اسقدر سمجھ نہیں ہے۔ مجھے تو تشریح میں سمجھائیے۔

عارف۔ تو موٹی سمجھ کا آدمی ہے تجھے موٹے ہی طریق سے برہم سمجھاتا ہوں۔ ایک سوٹا اُسکے بدن پر رسید کیا۔

طالب رویا۔ چلایا۔ او۔ کہا مہاراج کیا کرتے ہو!! **عارف**۔ تو چلایا کیوں ؟

طالب۔ چلاؤں کیوں نہیں۔ مجھے چوٹ لگی درد ہوا۔

عارف۔ پیارے جیسا سو ٹھیک ہے۔ یہ معلوم ہونا۔ یہ گیان ہی تو برہم ہے۔ اور کیا جاننا چاہتا ہے

طالب۔ اس سے تو یہ ثابت ہوا کہ برہم گیان فانی ہے۔ کیونکہ میرا درد اب جاتا رہیگا۔

عارف پیارے طالب یہ درد ماضی تھا جو گیان آگیا تھا اُس کا ناش ہوا۔ نہ کہ گیان کا۔ گیان تو جوں کا توں بنا ہوا ہے باہر کی چیزیں سب گیان کے سمندر میں اُبھر اُبھر کر ناش ہو جاتی ہیں۔ مثلاً پہلے تو شیر خوار بچہ تھا۔ پھر نوجوان ہوا۔ پھر ادھیڑ بنا۔ اب بوڑھا ہے۔ یہ جسم کی حالتیں بدلتی رہتی ہیں یعنی ناش ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن ان حالتوں کا جاننے والا ویسا کا ویسا ہے۔ تیرا تو ناش نہیں ہوگیا۔ اسی طرح جگوں سے کلپوں سے تو گیان سروپ آتما موجود ہے اور جگوں اور کلپوں تک رہیگا۔ ناش ہوتا ہے صورت کا اور نام کا۔ کیونکہ یہ خواب کے نقشہ کی طرح وہمیہ ہیں۔

طالب۔ مہاراج مجھے اور سمجھائیے۔ ابھی اچھی طرح نہیں سمجھ آئی ہے۔

عارف۔ ذرا غور کرو ایک مکان میں چراغ جل رہا ہے۔ اس روشنی سے آدمی جانور گذر رہے ہیں۔ جبتک روشنی کے سامنے ہیں سب پر روشنی پڑتی ہے۔ جب روشنی سے دور ہوئے اندھیرے میں سب مخفی ہوگئے اب روشنی کا ناش نہیں ہوا۔ روشنی بدستور ویسی کی ویسی قائم ہے۔ چونکہ گذرنیوالے روشنی میں نہیں ہیں اس وجہ سے روشن نہیں ہیں اندھیرے میں ہیں۔ اسیطرح یہ سارا سنسار اندھیرا ہے گیان کی روشنی صرف برہم ہے۔ اگیان کے جو جو ورت اس روشنی میں آتے ہیں مثلاً سکھ دکھ۔ خواب۔ بیداری سشپتی۔ سماوھی۔ سب کا پرکاش ہوتا ہے۔ جو چیزیں اس روشنی سے ہٹ جاتی ہیں وہ اندھیرے یعنی اگیان میں لے ہو جاتی ہیں۔ پس ناش اُس چیز کا ہوا نہ کہ روشنی کا۔ اس روشنی کو صوفی نور کہتا ہے

کہو تم شیخ و برہمنوں سے کیا کریں نہ گلا کبھی　　جو تو ہوشیار ہے تو نہ کہنے میں ان کے آ دلا کبھی

نہ عدم میں ہے نہ وجود میں کوئی چیز ہو تو بتا میں ہم

پیارے جگیاسو! اب سمجھا؟ **طالب**۔ مہاراج اس تعلیم سے کوئی کیونکر سمجھ سکتا ہے۔ یہ تو "نیتی نیتی" کی تعلیم ہے۔ یعنے برہم یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ مجھے تو یہ بتائیے برہم کیا ہے؟

ایک تیرے نور سے پرنور ہے ارض و سما
اس تماشاگاہ میں چشمِ تماشا بیں ہے تو
جس طرح سے عالمِ رؤیا میں کوئی آدمی
کوہ و صحرا باغ جنگل شہر و بازار و مکان
مختلف افعال اور ان کے نتائج مختلف
ذاتِ بینا ہے یہاں جمع عالم و معلوم و علم
خالق و مخلوق دونوں ایک اس عالم میں ہیں
عالمِ اسباب میں بھی شانِ خواب ہیں
غیر ہے پر خاص کس کو وہ تو زیب حسن ہے
جس طرح شاہی محل میں کاخ عالیشان ہو
سقف پر اور سطح پر دیوار و در پر ہر طرف
واں ہے مصروفِ خود آرائی کوئی زیبا نگار
آئینہ خانہ ہے عالم تو ہے وہ زیبا نگار
گرچہ تو سب میں ہے سب اور سب پر محیط
جس طرح ہے گرچہ جنبش میں ہی امواج سراب
جھٹپٹے میں جس طرح رستی نظر آتی ہے سانپ
جس طرح ہے خواب کی کیفیت امید و بیم
جس طرح ہے برگ نیلوفر نہیں ہوتا ہے تر
تو بھی ہے اس طرح ہر شے میں مگر سب سے الگ

پرتو تیرا ہے شاہنشاہ خاور کی ضیا
دیکھتا ہے تو ہے وحدت میں کثرت رونما
اپنی اضافات میں ہے سیر کثرت دیکھتا
آدمی ہر وضع کا اور جانور ہر قسم کا
مختلف اعمال اور ان کی جزا ان کی سزا
ذاتِ واحد میں ہے کثرت کا تماشا ہو رہا
بلکہ کثرت آپ ہے آئینہ وحدت نما
خالق و مخلوق دونوں ایک کا ہے پرتوا
زینت محفل ہے محفل نشیں تو کب تھا
اٹھیں آئینہ خانہ سوچ پر دل فزا
راست و چپ پائیں بالا ہو شیشہ جڑا
جس طرف دیکھے نہ دیکھے دوسرا اپنے سوا
تو ہی تو ہے ہر طرف کوئی نہیں ہے دوسرا
پھر اسی سے ہے سب الگ سب سے جدا
لیکن جیسے ریگ صحرا تر نہیں ہوتی ذرا
اصل میں لیکن سن یار رسن سے ہو جدا
بن نہیں جاتی ہے وہ حصہ خواب بیں کی ذات کا
سب طرف سے گرچہ وہ پانی میں ڈوبا ہو گھڑا
تو بھی ہے اس طرح ہر شے میں مگر سب سے جدا

پاک ہے آکاش جیسے ہر طرح کی لوث سے
پھر اسی آکاش میں جب ابر ہوتا ہے محیط
دمبدم بجلی چمکتی ہے گرجتا رعد ہے
مینہ برستا ہے چھما چھم اور اک دریائے آب
کون کہہ سکتا ہے اس حالت کو دم بھر دیکھ کر
ٹھیک جو طوفان کے پہلے تھا وہی طوفان کے بعد
ابر و باد و برق و رعد و بارش و باران آب
یوں ہی تجھ میں کائناتیں اٹھ کے ابر و لوٹ بیٹھ
کیوں اٹھیں اور پھر کیوں بیٹھے آخر گئیں سب
فہم قاصر ہے یہاں ادراک قاصر ہے یہاں
گرچہ ہے ہے ہو لیکن پھر بھی کہتا ہے وجود
کارخانہ تیری قدرت کے سمجھتا کون ہے
قادر مطلق ہے تو ہر جزو اور کل پر قدیر
ایک شمہ تیری قدرت کا ہے ساری کائنات
ہے مکان تجھ میں مقیم افلاک ہیں تیرے تا خاک
تیری ایوان شہی کا کمترین حاکم قدر
تابع فرماں ہیں تیری سب عجائب ہر اور عقول
خوف سے تیرے تپاں ہے مہر روشن ماہ ہے
اپنی قدرت میں ہے تجھ خواہش ...

کوئی شے اس کو ملوث کر نہیں سکتی ذرا
اک اندھیرا سا نظر آتا ہے بس چھایا ہوا
زور ہے اور شور ہے چلتی ہے طوفانی ہوا
چشم بینا دیکھتی ہے موج زن اُمڈا ہوا
یہ وہی آکاش ہے جیسی کہ پہلے تھا
اور طوفان میں بھی ہے آکاش جوں کا توں کھڑا
ایک سے بھی وہ ملوث ہے نہ ہوگا اور نہ تھا
اور کچھ دم ٹھہر کر ہو جاتی ہیں آپ ہی فنا
اعترافِ عجز کرتی ہے یہاں طبع رسا
یہ تماشا کیوں جلوہ گر تجھ میں ہوا
چشم بینا دیکھ تو ہے کیا تماشا ہو رہا
اے تماشا دوست بس قدرت ہے تیری آنکھ کا تماشا
صانع بے منت اسباب بے چون و چرا
اک کرشمہ تیری صنعت کا ہے یہ ارض و سما
ہے زماں پر تو محیط از ابتدا تا انتہا
تیرے ایوان شہی کا کار کن ادنیٰ قضا
ہیں مطیعِ حکم تیرے سب عناصر اور قویٰ
خوف سے تیرے رواں ہے آب چلتی ہے ہوا
اپنی صنعت میں نہیں محتاج تو آلات کا

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ عتیقہ اس کا جدید ہے۔ نہ جدید ہو کے کہن ہوا — نہ کلام اس کا مجید ہے وہ کلیم اب ہے نہ پہلے تھا
نہ کسی صحیفے میں ہے نشاں نہ کسی کتاب میں کچھ پتا — نہ ملا رچاؤں میں وید کی نہ وہ پوتھیوں میں ہمیں ملا

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

کہو شیخ سے کہ وہ کعبہ میں نہ تو اب ہے اور نہ پہلے تھا — کہو برہمن سے کہ مندروں میں ملے گا اس کا نہ کچھ پتا
کہو گیانیوں سے کہ گیاں میں نہ وہ جب ملا نہ وہ اب ملا — کہو یوگیوں سے کہ یوگ سب ہے نظر میں میری ڈھکوسلا

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ ہست ہے نہ وہ نیست ہے۔ نہ وہ ظلمت اور نہ نور ہے — نہ وہ راستی ہے نہ کذب ہے۔ نہ وہ حلم ہے نہ غرور ہے
نہ وہ عرض ہے نہ وہ طول ہے نہ قریب ہے نہ وہ دور ہے — نہ فرشتہ ہے نہ وہ دیو ہے نہ پری ہے اور نہ حور ہے

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ تو اس کی صورت و شکل ہے کہ ہے کسی کے، وہ دھیان میں — نہ وہ چیز کوئی ہے خارجی جسے لائیں کھینچ کے گیان میں
نہ کثیف جسم و لطیف وہ کہ سمائے زمان و مکان میں — ادھر آؤ اے مرے دوستو کہوں بات رمز کی کان میں

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ عرش پر نہ وہ فرش پر نہ جہان و کون و مکان میں ہے — نہ خلا میں ہے نہ ملا میں ہے نہ زمیں میں ہے نہ زماں میں ہے
نہ وہ موسموں میں ہے جلوہ گر، نہ بہار اور خزاں میں ہے — نہ وہ دل میں ہے نہ دماغ میں نہ کسی کے وہم و گماں میں ہے

نہ عدم میں ہے نہ وجود میں۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ مندروں میں نہ مسجدوں میں نہ معبدوں میں مقیم ہے — نہ وہ دیر اور حرم میں ہے۔ نہ وہ حادث اور قدیم ہے
نہ سمیع ہے نہ خبیر ہے، نہ رحیم ہے نہ کریم ہے — یہاں صوفیوں کو ہیں حیرتیں یہاں دنگ عقلِ حکیم ہے

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے۔ کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

تجھے آہ کس کی تلاش ہے، شب و روز کس کی ہے جستجو — تجھے کس سے ملنے کی چاہ ہے تجھے کس کے وصل کی آرزو
وہاں احدیت ہے نہ فردیت نہ انانیت کی ذرا بھی بو — وہاں نام ہیں نہ صفات ہیں نہ وہاں میں نہ وہاں ہے تو

نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے، کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم

نہ وہ ملتوں میں ملا کبھی نہ وہ مذہبوں میں ملا کبھی — نہ فضول بحث و مباحثے ہیں نکت کچھ بھی صلا کبھی

مجھ سے گل پوچھتے ہیں باغ میں گلشن کیا ہے — دیدِ گلزار کا برسوں سے ہمیں سودا ہے
آدمی پوچھتا ہے مجھ سے خدا کیا شے ہے — عمر برباد گئی ہم نے نہ جانا ہے تے ہے
چشمِ بینا پہ ہے کچھ پردۂ غفلت طاری — کیا سوالاتِ جہالت ہیں زباں پر جاری
مجھے سُن سُن کے ہنسی آتی ہے اللہ اللہ — واہ کیا بات ہے کیا بات ہے کیا بات ہے واہ
مچھلیاں بحر میں ہیں بحر سے آگاہ نہیں — گو ہوا میں ہیں طیور اُن کو ملی راہ نہیں
گل میں گلزار میں پر اُن کو نہیں گلزار کی چاہ — اور انسان کو اللہ کے دیدار کی چاہ
جس خدا کی تجھے رہتی ہے شب روز تلاش — وہ جدا تجھ سے کبھی بھی نہیں اے نیک معاش
ہے پس و پیش وہی اور چپ و راست ہی — دُور ہرگز نہیں ہر دم ہے ترے پاس وہی
دُور نزدیک کا لاؤ نہ طبیعت میں خیال — مت تم آپ ہو پھر کیسی جدائی و وصال۔

پیارے جگیاسو جیسے جواب بالکل نہیں مجھے تو اِس طرح سمجھا دیجئے جیسے ہتھیلی پر رکھی ہوئی کوئی چیز ہے۔

عارف۔ اُپنشد میں آیا ہے کہ جاننے والے کو کس طرح جانیں۔ برہم کوئی جاننے کے لائق ہے جو میں بتاؤں "نیتی نیتی" یعنے برہم یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

جائے رہایش خدا۔ "نیتی نیتی"

یعنی برہم یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

سنو واتِ حق ہمیں ودید نی کہ تمہیں پکڑ کے دکھائیں ہم — نہ وہ شے ہے کوئی شنیدنی کہ تم آؤ اور سُنائیں ہم
نہ سُراغ اُس کا نہ کچھ نشاں کہ پتا کسی سے لگائیں ہم — کہیں سب سے کیوں نہ کھلا کھلا ہمیں کیا غرض جو چھپائیں ہم
نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم
نہ وہ خاک ہے نہ وہ آگ ہے نہ ہوا ہے اور نہ آب ہے — نہ وہ جاگنے کی مثال ہے نہ بسان عالم خواب ہے
نہیں بے خودی سے غرض اُسے نہ مئی خودی سے خراب ہے — نہ نمود اُس کی ہے واقعی نہ وہ مثلِ موجِ سراب ہے
نہ عدم ہے وہ نہ وجود ہے کوئی چیز ہو تو بتائیں ہم
سنو میری وہ غلطی ہے جو کہتے ہیں خدا ہے وہ — یہ غلط ہے اور یہی دوستو کہ ہم اور تم سے جدا ہے وہ
نہ وہ وہم ہے [illegible] نہ دلیل اہلِ دہی ہے وہ — میرے دل پہ نقش و نگیں کی طرح بس اس طرح سے کھدا ہوا

نہیں دکھایا۔ بلکہ تمہارے دوست کیشو آنند کو بھی دکھا کر تمہارے پاس بھیجا۔ تم خود بھی اُسے دوبارہ دیکھ آئے۔ اور گاؤں میں سے جا ہے جسکو آج روانہ کرو وہ بھی دیکھ آئیگا۔ وہ ہے کچھ نہیں میرے من کا کھیل ہے۔ شنکر! جس جگت کو تم جاگرت کا سچا کھیل سمجھے بیٹھے ہو۔ وہ کچھ نہیں ہے صرف ایک خواب ہے۔ رات کو جو تماشے تم دیکھتے ہو وہ ایک طرح کے خواب ہیں۔ کیونکہ تم نے انکو ایسا ہی مان رکھا ہے۔ بیداری کے خواب کو تم نے اور طرح کا مان رکھا ہے۔ لیکن ہیں دونوں خواب۔ روز دیکھتے ہو کیا کیا عجیب تبدیلیاں تمہاری نظر کے سامنے ہوتی ہیں۔ کہ نہ کان کوئی چیز ہے نہ زبان کوئی چیز ہے۔ نہ علت کوئی شے ہے۔ خواب میں بھی یہی حال ہوتا ہے۔ تبدیلیاں ان دونوں طرح کے خوابوں میں ہیں۔

تم ذات غیر متبدل ہو۔ تم دیکھنے والے ہو۔ تم سچ آنند گھن چیتن آتما ہو۔ یہ درشیہ جات جو کچھ ہے سب برہم روپ ہے۔ اس بھرم کو چھوڑو۔ اور اپنے سروپ میں ستھت ہو جاؤ۔ جو آنند کا سمندر ہے۔ یہ کہکر بھگوان وشنو انتردھیان ہو گئے۔

شنکر نے جب یہ باتیں سنیں اور غور کیا تو جاگرت کا عالم اُسے بالکل خواب کی طرح معلوم ہونے لگا۔ اور گھر۔ گنگا و جسم بعینہٖ یہ معلوم ہونے لگا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ یہ صورتیں جو میری نظر کے سامنے ہیں میں ان سے علیحدہ چیز ہوں پھر یہ منظر بھی اسکی نظر کے سامنے سے ہٹا اور اس نے یہ ظہور دیکھا۔ کہ اوپر نیچے۔ آگے پیچھے۔ دائیں بائیں ایک سچ آنند گھن ستو ایک ہے اور وہ میں ہی ہوں مجھے وہ سرور حقیقی حاصل ہوا کہ اندازہ ہو سکتا ہے۔ لیکن بیان کی حد سے باہر ہے۔ سمادھی سے کچھ دیر بعد آنکھ کھلی تو بیرونی دنیا اُسے پھر نظر آئی لیکن تمام دنیا اُسے اپنی آتما ہی نظر آتی تھی۔ اور دوئیت بھاؤ طبیعت سے بالکل نکل گیا تھا۔ اب وہ جیون مکتوں کی زندگی بسر کرنے لگا۔

اندرپرست میں جب راجسو یگیہ ہو چکا اور سب مہمان رخصت ہو چکے۔ پانڈوں نے بڑی محبت سے دریودھن کو کچھ دنوں اپنے پاس ٹھہرایا۔ اور خوب خاطر تواضع کی۔ ایک دن دیمے دانو کا بنایا ہوا عجیب و غریب محل اُسے دکھانے لگے۔ اس محل کے فرش میں ایک جگہ بیش بہا شفاف پتھر اور شیشے اس خوش اسلوبی سے جوڑے تھے کہ آب رواں معلوم ہوتا تھا جھلکے کھاتا ہوا دریا نظر آتا تھا۔ اس جھوٹ موٹ کے لہریں مارتے ہوئے پانی کو دیکھ کر دریودھن دھوکا کھا گیا۔ اُسے موجزن آب سمجھ تیر کر پار جانے کی خاطر کپڑے اتارنے لگا۔ یہ دیکھ کر بھیم سین اور دروپدی وغیرہ حاضرین نے زور سے قہقہہ لگایا۔ پیارے جگیاسو! یہ عالم مایا کا رچا ہوا (تعمیر کردہ شدہ) ایسا ہی مکان ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ✚

برہم کیا ہے؟ جواب۔ شدھ گیان۔ وہ اپنا آپ ہے۔

مچھلیاں پوچھتی ہیں مجھ سے سمندر کیا ہے
پوچھتے مجھ سے ہیں طائر کہ ہوا ہے کیا چیز؟

باہر اس بحر کے کیا چیز ہے اندر کیا ہے
متحرک ہے کہ ساکن ہے نہیں ہے اسکو تمیز

جاگتے میں مجھے کیوں سچا نظر آیا۔ بھگوان وشنو پھر مسکرائے اور کہنے لگے کہ شنکر جسے تم سچی دنیا سمجھے ہوئے ہو وہ سچی نہیں ہے۔ خواب کی طرح محض عالم خیال ہے۔ دنیا سچی ہوتی تو ہمیں اشیائے خارجی کا علم ہی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ گیاتا اور گیہ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ عالم اور معلوم میں بعد المشرقین ہے۔ معلوم جڑھ ہے۔ عالم چیتن ہے۔ ان دونوں میں تعلق کیسے ہو سکتا ہے۔ دنیا کے شاستر کار فلسفی اور حکیم ٹکریں مار کر مر گئے۔ لیکن بیرونی اشیا کے علم کا عقدہ کسی سے حل نہیں ہوا۔ یہ لوگ یہی غلطی کر رہے ہیں کہ جھوٹے جگت کو سچا سمجھ رہے ہیں حالانکہ بیداری کا تمام عالم بھی اسی طرح گیان کے سمندر آتما میں آدرسے ہوتا ہے جس طرح خواب کا عالم۔ پس شنکر تمہارے پانچ مہینے کا سفر اور مایا نگر وغیرہ جو تم نے اس سفر میں دیکھے سب تمہارے اسی من کا کھیل تھے جس نے گنگا کے جل میں تمہیں تماشا دکھایا تھا۔

شنکر نے کہا مہاراج میں آپکی کرپا سے سمجھا کہ گنگا میں غوطہ مار کر جو تماشہ میں نے دیکھا وہ میرا منوراج تھا۔ اور چونکہ وہ میرے من میں بس گیا تھا اور مجھے شب و روز اسی کا خیال لگا رہتا تھا عالم بیداری یعنی سفر میں بھی وہی صورت ہمیشہ میری نظر کے سامنے رہی۔ اور مجھے یہ معلوم ہوتا رہا کہ میں سچی دنیا دیکھ رہا ہوں۔ لیکن گنگا میں جو نظارہ نظر سے گذرا اور بعد میں سفر میں جو تماشا دیکھا وہ دونوں میرے منوراج تھے۔ سری مہاراج منوراج اسی آدمی کو نظر آیا کرتا ہے جسنے وہ منوراج رچا ہے۔ مثلاً میں اس وقت یہ تصور کرتا ہوں کہ ہاتھی میرے سامنے کھڑا ہے۔ وہ ہاتھی مجھے ہی نظر آئیگا۔ اور کسی کو نظر نہیں آسکتا۔ پھر میرا منوراج میرے دوست کیشو آنند کو کیونکر نظر آیا۔ وہ وہاں کیونکر پہنچے اور انہوں نے مہینوں سفر کرنے کے بعد مجھے کیونکر آ کر پا۔

یہ سنکر مہاراج مسکرائے اور کہا شنکر تمہارا بھرم نہیں جاتا پنڈت اور سمجھدار ہو کر کیسی بچوں کی سی بات کر رہے ہو جو من گنگا میں چانڈال کی تمام زندگی رچ سکتا ہے۔ جو من پانچ مہینے باہر پھرا کر مایا نگر وغیرہ کی بہتر رچنا آپ چکر دیکھ سکتا ہے کیا اس میں اتنی شکتی نہیں ہے کہ ایک دوست کو وہی رچنا دکھا کر اور اپنے پاس بلا کر اس کا حال سنے۔ کیا وہ یہ نہیں کر سکتا کہ تمام نندگاؤں کے رہنے والے کل جائیں اور سارا تماشا دیکھ آئیں اور آکر کہیں ہم نے یہ تماشا دیکھا۔ تمہیں میں یہ سب طاقت موجود ہے لیکن چونکہ تم نے اپنے آپ کو محض بے طاقت سمجھا ہوا ہے۔ اس واسطے کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتے۔

چونکہ میں اس بھرم یا پندار کے پنجے میں گرفتار نہیں ہوں اس وجہ سے ستیہ سنکلپ ہوں۔ اپنی من سے جو رچنا رچتا ہوں وہ سبکو ویسی ہی نظر آتی ہے جیسی اگاہ تصور سے میں خود دیکھتا ہوں۔ چونکہ تم مایا کا تماشا دیکھنے کے خواہشمند تھے میں نے اپنے سنکلپ میں تمہارا چانڈال کے گھر پیدا ہونا۔ اور پھر مایا نگر میں راجا ہونا رچا۔ اور آسے صرف تمہیں ہی

بھٹنی یوں و ناؤں کے دلچسپ حالات سنائے ۔ اب شنکر گھر پر رہنے کو رہتا تھا لیکن کیا سفر میں اور کیا گھر پر اسکی طبیعت
نہایت بیقرار رہتی ۔ رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ چانڈال کے گھر جنم اور راجا نگر کا راج جو میں نے گنگا میں غوطہ مار کر دیکھا وہ محض میرا
تصور و منو راج تھا ۔ لیکن جاگرت یعنی عالم بیداری میں پانچ مہینے سفر کرکے جہنے اسے کیونکر دیکھا ۔ سوچتا تھا لیکن معاملہ
سمجھ میں نہیں آتا تھا عقل حیران تھی اور دل کو سخت پریشانی تھی ۔ آخر سوچا کہ بھگوان وشنو جی اس عقدہ کو حل کرینگے
انہیں سے پوچھئے یہ سوچکر وہ پھر سابق کی طرح بھگوان وشنو سے آرادھنا کرنی شروع کی اور وشنو بھگوان نے پھر اسے
درشن دیئے ۔ شنکر نے ہاتھ باندھکر صدق دل سے انکی استتی کی ۔ مہاراج نے مسکرا کر پوچھا کہو شنکر تم نے مایا کا تماشا
دیکھا؟ اور تمہارا شوق پورا ہوا؟ شنکر نے کہا مہاراج! تماشا تو ایسا عجیب دیکھا کہ عمر بھر نہیں بھولونگا ۔ لیکن سمجھ میں کچھ نہیں
آیا سخت حیران و پریشان ہوں ۔ مہاراج نے کہا شنکر اس میں حیرانی کی کیا بات ہے مایا کے تو معنی یہی ہیں کہ چیز کا وجود
نہیں ہے اور وہ آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے ۔ جیسے رسی میں سانپ ۔ ریگ صحرا میں امواج سراب ۔ آکاش یعنی خلا میں باغ
عالم خواب کی دنیا سب مایا کی مثالیں ہیں ۔ یہ واقع میں کچھ بھی نہیں لیکن ہر ایک چیز ایسی صاف صاف ۔ وجیتی جاگتی نظر
آتی ہے کہ کسیکو اسکے وہمیہ ہونے کا خیال تک بھی نہیں گذرتا ۔ اسیطرح تمنے اپنے من کی واشنا سے گنگا میں غوطہ مار کر تمام
تماشہ کا نظارہ کیا ہے ۔ شنکر بولا بھلا مہاراج میں اپنی واشنا یا خواہش سے چنڈال کے گھر جنم کیوں لینے لگا اور پھر اتنی تکلیفیں اٹھانا
اور اپنے باپ اور خسر کو جوتیوں سے پٹوانا ۔ اس تماشے میں میری واشنا کا دخل ہرگز نہیں ہو سکتا ۔

بھگوان مسکرا کر بولے شنکر جیو آتما ایک نہیں اسکے انت جنم ہو چکے ہیں اور ہر ایک کی لاانتہا واشنائیں یا
خواہشیں اسکے ساتھ ہیں ۔ انہیں کے مطابق او کرم پھل کے موافق اسے جاگرت اور سپن میں سکھ یا دکھ کا بھوگ ہوتا ہے ۔
اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اپنے تمام سکھ یا دکھ کا کارن خود میں ہوں ۔ لیکن بات یہ ہے کہ اسکے سوا اور کوئی نہیں ہے ۔ پس تمنے
جو چنڈال کے گھر جنم لیا ۔ وہ تمہاری ہی پہلے سنسکار کے باعث سے تھا ۔ تمہارے باپ کرم ودسے ہوئے ہیں اور انہوں
نے تمہیں یہ تماشا دکھایا ہے ۔ گو تمہیں انکی خبر نہیں ہے ۔ رہا تمہارے باپ اور خسر کا جوتیوں سے پٹنا وہ بھی تمہارے سلسلہ
خیالات کا نتیجہ ہے ۔ اس سے زیادہ اور کیا قدرتی بات ہو سکتی ہے کہ نیچ آدمی شراب پئیں گھڑا بھر کر ۔ ان میں گالی گلوچ
جوتی پیزار ہونی لازمی امر ہے اور مہمان نوازوں کا پٹنا بھی ضروری ہے ۔

شنکر کی سمجھ میں یہ بات آگئی اور کہنے لگا مہاراج گنگا جل میں میں نے جو تماشا دیکھا وہ بیشک میرا ہی تصور یا منوراج
تھا ۔ اور میری تنو کشم واسنا سے اسی طرح پیدا ہوا جس طرح سوتا ہوا آدمی خواب دیکھتا ہے ۔ لیکن میں تو عالم بیداری میں پانچ
مہینے پھر کر بھی صور خیالیہ کو دیکھتا رہا ہوں ۔ خواب کی صورتیں تو بیداری میں غائب ہو جاتی ہیں ۔ اگر مایا نگر خواب تھا ۔ تو

انگ سی میرے پورانے دوست ابتک مجھ پر ہنسا کرتے ہیں۔ کسی مسخرے نے آپ کو بھی یہ قصہ سنا دیا ہوگا۔ لیکن انکو
سزا بھی خوب ہی ملی۔ کمبخت غلیظ میلے آدمی۔ نہ کبھی نہائیں نہ دھوئیں۔ برسوں کی پھٹی پرانی گلی سڑی گندڑیاں جمع کر کے
رکھیں تھیں۔ آخر یہاں سے دو روز کی راہ ایک گاؤں ہے وہاں جاکر سب وبا میں مر گئے۔ ہم گاؤں والے اب چین سے
رہتے ہیں اور چوری چکاری کا پہلا سا اندیشہ نہیں رہا۔ شنکر وچتر کی باتیں سنکر ہنستا رہا۔ رات اُسنے وہاں گذاری۔
صبح اپنا رستہ لیا۔ تیسرے روز اس گاؤں میں پہنچا جہاں اُسکے کئی رشتہ دار وبا میں مرے تھے۔ یہاں سے وہ جنگل میں
داخل ہوا اور کئی ہفتہ میں جنگل طے کرکے اُس میدان میں پہنچا جہاں ہاتھی نے اُسے راجہ بنایا تھا۔

دروازے سے وہ شہر میں داخل ہوا۔ تمام بازار اور گلی کوچوں سے چپے چپے سے واقف تھا کہ یہ فلاں امیر کی حویلی ہے
یہ فلاں امیر کا مکان ہے۔ یہ پردھان کا محل ہے۔ یہ فلاں بازار ہے یہ فلاں کوچہ ہے۔ مکان اسباب سے بھرے ہوئے بدستور کھڑے
تھے لیکن آدمی اور آدمزاد کا نشان نہیں تھا۔ چلتے چلتے وہ اپنے محلوں میں پہنچا۔ اس کا ایک ایک کمرہ جانا پہچانا تھا وہ
روز کے جلسۂ عیش و عشرت کے سامان۔ ریاست کے کاروبار سب آنکھوں میں پھر رہے تھے کیا ہی تعجب تھا اور حیرت انگیز خواب
تھا۔ آدمی تمام خواب و خیال ہو گئے لیکن مکان ویسے ہی کھڑے ہیں محلوں سے نکل کر وہ گاؤں کے قریب آیا۔ یہاں کئی
آدمی کھڑے تھے۔ ان میں سے بعض آس پاس کے گاؤں کے پٹیل نمبردار زمیندار تھے شنکر انھیں دیکھتے ہی پہچان گیا
اسکو حیرت زدہ دیکھکر ایک آدمی کہنے لگا کہ مہاراج اس نگر میں جو آتا ہے وہ حیرت سے عالم تصویر بن جاتا ہے۔ آپ کی طرح
چار پانچ مہینے ہوئے ایک سادھو کیشو آنند آیا تھا۔ وہ بھی اسی طرح حیران ہو گیا تھا۔ شنکر کو یہ سنکر اور بھی حیرت ہوئی۔ لوگوں نے
اُسے تمام حال سنایا۔ یہاں دس برس تک ایک چانڈال حکومت کرتا رہا اور سب اسکے ساتھ کھاتے پیتے رہے۔ نگر باسیوں کو
جب اس کا حال معلوم ہوا تو دھرم کے نشٹ ہو جانے سے سب پرائسچت میں جل کر مر گئے۔ ایک نے کہا ان میں میرا باپ
بھی تھا۔ دوسرے نے کہا میرے دو چچیرے بھائی بھی تھے۔ غرض ہر ایک شکایت کرتا تھا اور شنکر چانڈال کو گالیاں دیتے تھے۔
شنکر نے پوچھا تم میں سے کسی نے اس چانڈال کو دیکھا بھی تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ دیکھا کیوں نہ تھا سب نے دیکھا تھا ایک نے
کہا۔ مہاراج آپکا سا رنگ گندمی۔ بدن چھریرا۔ اور قد چھوٹا سا ہے۔ دوسرے نے کہا وہ مہا تن توش والا اور توے کی طرح سیاہ
رنگ کا تھا۔ اسکی عمر بھی ساٹھ برس سے کم نہ تھی۔ اس طرح کی باتیں کرتے ہوئے سب وہاں سے چلے۔ رات کو شنکر نے زمیندار
کے گاؤں میں اُسکے مکان پر قیام کیا۔ راجگی کی حالت میں بھی وہ کئی مرتبہ اس گاؤں میں آیا تھا اور زمیندار کے ہاں رہا تھا۔
صبح ہوتے شنکر نے گھر کا رخ کیا۔ انہیں مقاموں سے گزرتا ہوا کوچ و مقام کرتا ڈھائی مہینے بعد گھر پہنچا۔ اس آنے جانے میں
قریباً پانچ مہینے لگے۔ گھر والے اور گاؤں والے اسکے واپس آنے سے بہت خوش ہوئے۔ شنکر نے انہیں جنگلوں اور

کیشو آنند کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں مہینوں سے زیادہ ہوئے مایا نگر کو میرا دوست اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہے کیسی تعجب کی جگہ ہے اور کیا ہی حیرت کا مقام ہے۔ کیشو آنند نے جو اُسے اس طرح دریائے استعجاب میں غرق دیکھا تو کہا کہ مجھے بھی تمہاری طرح حیرانی ہوتی تھی۔ لیکن ایشور کی مایا کے عجیب و غریب کارخانے ہیں۔ شنکر نے اُس سے دریافت کیا کہ مایا نگر یہاں سے کس طرف واقع ہے اور کتنی دُور ہے اور راستے میں کون کون سے مقامات آتے ہیں۔

کیشو آنند ہنسنے لگا۔ کیا آپکا وہاں جانے کا ارادہ ہے۔ شنکر نے مُسکرا کر جواب دیا کہ ایسا عجیب شہر تو بیشک قابل دید ہے۔

کیشو آنند نے کہا دُور بہت ہے۔ یہاں سے ٹھیک جانب جنوب دواہ۔ کیشو آنند دوایک روز شہر کے رخصت ہو گیا۔ اُس وقت شنکر نے جنوب کا رستہ لیا۔ سات روز تو ایسے مقامات سے گذرتا رہا جن میں پہلے ہو آیا تھا۔ گر ہفتہ عشرہ جنوب کی طرف چلتے چلتے اُسی گانو میں پہنچا جہاں وہ چنڈال کے گھر پیدا ہوا تھا اور طفلی و جوانی میں اکثر آنکر رہا تھا اور اُسکی حیرت و تعجب کی حد نہیں رہی۔ کیونکہ وہاں کا حال چپہ چپہ اسے معلوم تھا۔ کہ اس درخت پر چڑھ کر جامنیں توڑا کرتا تھا اور اپنے بھائی بہنوں کے لئے نیچے بھی پھینکتا جاتا تھا۔ اِس نالے کے کنارے ایک دفعہ تمام قبیلہ ایک ماہ سے زیادہ ٹھیرا تھا۔ اِس راستے سے سب اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ اُس نے بہت سے آدمی دیکھے جو صورت آشنا معلوم ہوتے تھے۔ اِس میں شک نہیں جنھیں بچا سا دیکھا تھا وہ اب اُدھیڑ تھے۔ اور جنہیں جوان دیکھا وہ اب بڈھے ہو گئے تھے۔ لیکن بہت سی صورتیں صاف پہچانی جاتی تھیں اور بہتوں کے نام اُسے معلوم تھے۔ وہ اُن سے شنکر چانڈال اور اُسکے قبیلے کی نسبت پوچھا بھی چاہتا تھا۔ لیکن ہمت نہیں ہوئی۔ رات کو اُسنے اُسی گانو میں قیام کیا۔ دوسرے روز یہاں سے چلا تو جہاں سے گزرا وہ تمام مقامات اچھی طرح سے جانے پہچانے معلوم ہوتے تھے۔ کیونکہ خانہ بدوشی کے زمانے میں وہ اکثر یہاں سے گزرا تھا اور رہا بھی تھا کئی روز اسی طرح چلتا رہا۔ آخر اُسے وہ گاؤں ملا جہاں اُسکی شادی ہوئی تھی۔ شنکر نے گاؤں کے باہر وہ جگہ دیکھی جہاں دعوت اور دعوت کے ساتھ جوتی پیزار ہوئی تھی۔ گانو میں آیا تو اکثر لوگوں اور اُنکے ناموں سے واقف تھا۔ بزاز کی دکان جہاں سے کپڑا خریدا تھا۔ اور درزی کی دکان جہاں سلوایا تھا۔ بدستور موجود تھیں۔ لیکن دوکاندار بڈھے ہو گئے تھے۔ چلتے چلتے۔ وہ دوکان ملی جہاں سے اُسکی ماں نے لوٹا اُٹھایا تھا۔ بوڑھا دوکاندار بیٹھا تھا۔ شنکر اُسے اشیرباد دیکر بیٹھ گیا۔ دوکاندار نے اپنی دبرہمن سمجھکر شنکر کو بھوجن کرایا۔ پھر اِدھر اُدھر کے تذکرے ہونے لگے۔ باتوں باتوں میں شنکر نے اُس سے پوچھا کہ یہاں کنجروں کا ایک قبیلہ آیا تھا۔ اور اُس میں ایک نوجوان کنجر شنکر بھی تھا۔ آپ کو ان لوگوں کا حال معلوم ہے۔؟

بوڑھا دوکاندار مسکرایا اور کہنے لگا۔ مہاراج بڑی پرانی بات پوچھی۔ ہاں یہ لوگ آیا کرتے تھے۔ اور کیا بتاؤں بڑے ہی بدمعاش تھے۔ شنکر کی ماں میرا لوٹا چرا لے گئی۔ اور اُسکے شیطان بیٹے نے اُلٹا دو روپیہ جرمانہ بھر کرایا۔ جگ ہنسائی ہوئی سو

آپکو سنکلپ ہے آپکی مایا اپرم پار ہے۔

شنکر اپنی کٹی میں بیٹھا یہ سوچ رہا تھا کہ ایک سادھو وہاں آیا یہ شنکر کا پرانا رفیق تھا۔ آتے ہی اُسنے کہا کہ شنکر مہاراج آج تو بڑے چنتا ساگر میں ڈوبے ہوئے نظر آتے ہو۔ شنکر نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو بہت خوش ہوا اور کہنے لگا۔ کیشوانند جی آئیے آئیے بیٹھئے تو بڑے دن بعد درشن دیئے۔ کہاں رم گئے تھے۔ پھر شنکر اُٹھا اور کیشوانند سے بغلگیر ہوا۔ اور پوچھا تم دبلے سوکھ کر کانٹا کیسے ہو رہے ہو۔ کیشوانند نے کہا کہ کچھ نہ پوچھو میں ایک بڑے ان ارتھ کے ستھان میں جا پھنسا تھا۔ اس پاپ کے پرائشچت میں مجھے سخت برت رکھنے پڑے۔ یہی باعث ہے کہ اتنا دبلا ہو گیا ہوں۔ یہ سنکر شنکر کو مایا نگر میں اپنا ان ارتھ یاد آیا۔ اور نہایت شوق سے پوچھا کہ بات تو کہو کیا ہے؟ کیشوانند نے کہا کہ میں ایک عجیب مقام میں پہنچا۔ شہر بڑا عالیشان تھا۔ بازار فراخ۔ مکان پختہ اور دومنزلے۔ سہ منزلے۔ باغ۔ کنوئیں۔ تالاب کثرت سے۔ لیکن اس بڑے شہر میں آدمی زاد کا نام و نشان نہ تھا۔ مکان کھلے پڑے تھے۔ اسباب جوں کا توں رکھا ہوا۔ مگر اُسے برتنے والا کوئی نہیں۔ میں بڑی حیرت میں تھا کہ ہے پرماتما یہ ماجرا کیا ہے۔ بڑے بازار سے گذرتا ہوا آخر راجہ کے محلوں تک پہنچا۔ وہاں بڑا میدان تھا اور اُس میں ایک بڑا بھاری تالاب تھا۔ اُسکے کنارے دو آدمی کھڑے تھے۔ اس تالاب میں بجائے پانی کے راکھ بھرا ہوا تھا۔ میں نے ان آدمیوں سے پوچھا کہ یہ شہر خبات کی بستی ہے۔ تم آدمی ہو یا کوئی اور مخلوق ہو۔ مجھے بتاؤ تو کیا ماجرا ہے؟

ان میں سے ایک نے ٹھنڈی سانس بھر کر کہا۔ مہاراج کچھ نہ پوچھو یہاں بڑا ان ارتھ ہوا ہے۔ یہ شہر نہایت آباد تھا۔ اور یہاں بڑے بڑے راجا ہو گزرے ہیں اُنہیں کے یہ محل اور تالاب ہیں۔ سب سے پچھلا راجہ ایک چانڈال تھا جو دس برس راج کرتا رہا۔ سب اُسکے ساتھ کھاتے پیتے رہے اور کسی کو معلوم نہوا۔ آخر اُسکے کچھ رشتہ دار چانڈال یہاں آئے۔ اُنہوں نے بھانڈا پھوڑ دیا۔ نگر باسیوں کو اپنے دھرم بھرشٹ ہونیکا بڑا رنج ہوا۔ اور وہ اس اگنی کنڈ میں جل جل کر مر گئے۔ اسی میں وہ چنڈال بھی جان سے گذر گیا۔ ہم پاس ہی کے گانوں کے رہنے والے ہیں۔ اِدھر سے جاتے تھے دم کے دم کھڑے ہو گئے ہیں۔ مکانوں میں مال و اسباب بھرا ہوا ہے لیکن پاپ کے خیال سے اُسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا۔ اتنے آدمیوں کا اِس طرح مرنا سنکر مجھے بھی سخت رنج ہوا۔ اور ایسے ان ارتھ استھان میں چلے جانے سے بڑے پاپ کا اندیشہ ہوا۔ اسکی شانتی کے لئے میں نے چاندراین برت رکھے۔ میرے دبلے ہونے کی یہی وجہ ہے اور عرصہ سے تم سے نہ ملنے کی یہی وجہ ہے۔ میں اُس نگر سے آتا ہوں وہ یہاں سے کم از کم دو ماہ کی راہ ہے۔

سادھو کیشوانند سے یہ حال سنکر شنکر کا اوپر کا دم اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔ فرطِ حیرت سے بولا نہیں جاتا تھا۔ اور سوچتا تھا کہ یہ واقعات میرے من کے بھرم تھے۔ اور میں نے ابھی پانی میں غوطہ مار کر انہیں خواب کی طرح دیکھا تھا۔

اکرام دیکر رخصت کرو اور کہہ دو کہ پھر اس نگر میں نہ آئیں ۔

پردہان اور اعلیٰ عہدہ دار رخصت ہوئے اور انہوں نے کنجروں کو انعام و اکرام دیکر رخصت کیا۔ شہر میں راجہ کے کنجر ہونے کی افواہ پہلے ہی خوب مشہور ہو چکی تھی۔ پردہان اور اعلیٰ عہدہ داروں سے لوگوں نے آ آکر پوچھنا شروع کیا اور جب انہیں بھی کہتے سنا کہ راجہ بیشک کنجر ہے تو سب کو بڑا رنج ہوا۔ اعلیٰ عہدے دار راجہ کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تھے۔ اور اور لوگ ان عہدہ داروں کے ساتھ کھاتے پیتے رہے تھے۔ اہل شہر نے ایک بڑی سبھا کی اور باہم مشورہ کیا کہ بڑا غضب ہوا ہے کہ ہم ایک چنڈال کے ساتھ کھاتے رہے ہیں۔ ہمارا دھرم کرم نشٹ ہو گیا۔ اب کیا پرائشچت کرنا چاہیئے۔ سب کی یہ رائے قرار پائی کہ جس پاپ سے دھرم نشٹ ہوتا ہے اس کا پرائشچت سوائے اسکے کچھ نہیں کہ اگنی میں پرویش کرکے شدھی حاصل کیجائے یعنے ہم سب لوگ آگ میں جاکر مر جائیں۔ اِس رائے کو سب نے منظور کیا ۔

راجہ کے محلوں کے نیچے ایک بڑا بھاری تالاب بہت گہرا کھدوایا گیا تھا وہاں لکڑیوں کے انبار کے انبار لوگوں نے گھروں سے لا لاکر ڈالنے شروع کئے۔ کواڑ تختہ چھت کی کڑیاں غرض جہاں جہاں سے کاٹ کاٹ سب لا لاکر اُس میں ڈال دیا۔ اور ہر جگہ سے ایک مرتبہ ہی آگ لگا دی۔ جب آگ خوب دہک گئی تو اول پردہان اُس میں کودا۔ اور پھر ہزاروں مرد و عورتیں اِس طرح سے اُس میں گرنے لگیں جس طرح شمع پر پروانہ گرتے ہیں اور جل جل کر خاکستر ہو جاتے ہیں۔ راجہ اپنے محل پر سے یہ خطرناک نظارہ دیکھ رہا تھا۔ دل میں کہا دھکار ہے تیرے جینے پر۔ ارے پاپی تیرے باعث سے یہ شہر کا شہر جل جل کر مر رہا ہے تو بھی اِس اگن کنڈ میں کود اور جل کر مر جا۔ یہ سوچ کر بےقرار اچھل پڑا ۔

دیکھتے تو کہیں مایا نگر ہے نہ اگن کنڈ ہے۔ نہ لوگ اس میں کود کود کر جل جل کر مر رہے ہیں بلکہ راجہ گنگا کے نرمل جل میں غوطہ لگا کر سر ابھارا ہے۔ وہ ہر ہر گنگا کی ساگر کے کنارہ پر بیٹھی ہے۔ غوطہ لگانے اور سر ابھارنے میں بھلا کتنی دیر لگتی ہے۔ اس لحظہ بھر میں اُس نے کیا کیا منظر دیکھے اور کس طرح دیکھے۔ شک کر اس وقت یوں سمجھا کہ گنگا میں نہیں نہا رہا تھا۔ بلکہ دریائے حیرت میں غوطہ زن تھا اور دریائے حیرت بھی وہ کہ جس کا وار نہ پار۔ وہ جوں توں نہا کر دریا سے باہر نکلا اور بیٹھ کر سوچنے لگا۔ کیسی حیرت کی جگہ ہے کہ لحظہ بھر میں میں نے پور گانو میں ستر برس جی کر اپنی وفات دیکھی۔ چانڈال کے گھر میں پیدا ہونا شیرخواری طفلی جوانی دیکھی۔ چانڈالنی کے ساتھ اپنی شادی دیکھی۔ چھ لڑکے اور چار لڑکیاں پیدا ہوتا دیکھا۔ سارے خاندان کا مرنا دیکھا۔ مایا نگر کا دس برس کا راج عیش و عشرت کے تمام سامان اور پھر اگنی کنڈ میں اس کا خاتمہ دیکھا۔ ایک لحظہ بھر میں دو دو جنم کے جنم بیت گئے۔ اور کیسے کیسے عجیب و غریب واقعات پیش آئے۔ کیسے کیسے حیرت افزا مناظر نظر سے گزرے کہ وہم و گمان بھی ہم انکے خیال سے قاصر ہے۔ یہ وشنو جی کی مایا ہے۔ او ہو کیا اندر جال ہے کہ سمجھنے سے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ بھگوان ارشاد

خوش ہو سکتا تھا اس طرح مایانگر میں اس نے دس برس سلطنت کی۔ گو ساٹھ برس کی عمر ہو چکی تھی لیکن بدن ویسا ہی گٹھیلا قد ویسا ہی کشیدہ اور صحت ویسی ہی اچھی تھی۔ یہاں بھی رانیوں کے بطن سے اسکے چار لڑکے اور دو لڑکیاں پیدا ہوئیں انکی خوشی میں بڑے بڑے جشن شاہانہ ہوئے۔ شنکر کا ہر روز روز عید تھا اور رات شب برات تھی۔

ان دنوں دسہرہ کا میلا تھا۔ مایانگر کا میلا دور دور مشہور تھا۔ چونکہ راجہ خود جلوس کے ساتھ میلے میں شریک ہوا کرتا تھا چنانچہ دور دور سے لوگ تماشا دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ایک روز راجہ جلوس کے ساتھ میلے سے واپس آیا تھا۔ اور خلق خدا کے ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے سواری کا تماشا دیکھ رہے تھے ایک جانب کچھ کنجر بھی الگ کھڑے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا۔ ارے کوڈو ادھر آ۔ اسنے کہا کیوں کڈھیرا۔ وہ بولا ہو نہو یہ راجا تو ہمارا رشتہ دار شنکر ہے جسکی شادی میری موسی کی بیٹی چندی سے ہوئی تھی۔ کڈھیرا نے کہا ارے وہی شنکر جس کا باپ اور سسر دونوں رات کو شراب پیکر خوب جوتیوں سے پٹے تھے۔ ہاں ابھی معلوم تو وہی ہوتا ہے۔ یہ یہاں آکر راجہ کیونکر ہو گیا۔ ان بے تہذیب وحشیوں نے یہ کلمات ایسی آواز سے کہے تھے کہ اس پاس کے لوگوں ہی نے نہیں سنا۔ بلکہ راجہ اور پردھان نے بھی جو اسکے پیچھے ہاتھی پر بیٹھا تھا۔ صاف صاف سنے راجہ نے فوراً حکم دیا کہ ان کنجروں کو پکڑ لو اور دربار میں لیچلو۔ سواری تو آگے نکل گئی۔ اور کنجر گرفتار ہو کر پیچھے پیچھے آئے جس نے انہیں پکڑا تھا اسنے پوچھا۔ انہوں نے کیا گناہ کیا ہے؟ اور اسے بھی یہی معلوم ہوا کہ یہ راجہ کو کنجر کہتے تھے۔ یہ افواہ شہر میں آندھی کی طرح پھیل گئی چھوٹے بڑے سب کو معلوم ہو گیا کہ راجہ کنجر ہے۔ لوگ سرگوشیاں کرنے لگے اور جگہ بجگہ اس بات کا چرچا ہونے لگا اور ذکر و اذکار بند ہو گئے۔

کنجروں کو پکڑ کر راجہ کے پاس لائے تو اسوقت پردھان اور بڑے بڑے عہدہ دار سب موجود تھے راجہ نے ان سے پوچھا ارے تم ہمیں بازار میں کیا کہتے تھے یہ سنکر کوڈو بولا کہ مہاراج آپکی صورت اور آواز بالکل ہمارے رشتہ دار چندی کے خاوند کی سی ہے یہی ہم نے بازار میں کہا تھا۔ اور یہی ہم یہاں کہتے ہیں۔ مار دیا چھوڑ دو۔ یہ سنکر شنکر کی نظر میں اپنی زندگی کے تمام واقعات پھر گئے۔ اور وہ دیر تک دریائے حیرت میں غوطہ زن رہا۔ اسکی خاموشی سے پردھان اور تمام عہدہ دار بھانپ گئے کہ راجہ حقیقت میں کنجر ہے اور انہیں کنجروں کا رشتہ دار ہے۔ جس ہیئت کذائی سے وہ روز اول مایانگر میں آیا تھا اور اسکی بے علمی اور شریفانہ اوضاع و اطوار کی ناواقفیت بھی اسکی تائید کرتی ہے۔ پردھان نے کہا کہ مہاراج مہاپرش سچ کو کبھی نہیں چھپاتے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ درحقیقت آپکے رشتہ دار ہیں۔ اب آپ کہئیے اصل ماجرا کیا ہے۔ ہم نے کئی بار پچھلا حال پوچھا لیکن آپنے کبھی نہیں بتایا۔ اس سے اور بھی یقین ہوتا ہے کہ یہ سچ کہہ رہے ہیں مثل مشہور ہے کہ ناش کے سمے آدمی کی بدھی بپریت ہو جاتی ہے۔ شنکر کے منہ سے اس وقت یہی نکلا کہ تم انہیں میرا رشتہ دار سمجھتے ہو تو نام

سیدھا سادہ گدا زندگی سے اداس اور جھنجھٹ سے بیزار جنگلوں میں ٹکریں مارتا پھرتا۔ کہاں یہ خوشحالی و فارغ البالی کہ ایک ریاست کا راجہ ہوں تمام شہر میرے نام کے جے جے کار سے بولتا ہے اور میری زبان میں یہ طاقت ہے کہ حکم کرنے کی دیر ہے کہ جو چاہتا ہوں فوراً مہیا ہو جاتا ہے۔ قدرت کے عجیب کارخانے ہیں عجب طرح کا مایا جال میری آنکھوں کے سامنے ہے۔ جتنا غور کرتا ہوں اتنی زیادہ حیرت ہوتی ہے۔ پلنگ پر پڑا پڑا شنکر سوچ رہا تھا اور نیند آنکھوں سے اسطرح کافور ہو گئی تھی کہ تین چار بج گئے نہیں آئی جب صبح کا نور مشرق میں ظاہر ہونے لگا تو شنکر کو خیال ہوا کہ امیر و وزیر آتے ہونگے ان سے مجھے کیا برتاؤ کرنا چاہئے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے راج نیتی میں دخل نہیں ہے اسلئے سب سے بہتر تجویز یہ ہے کہ راج کے معاملات میں فی الحال کچھ دخل ندوں وزیروں پر چھوڑ دوں۔ اسطرح کام بھی اچھا چلا چلیگا اور یہ سب مجھ سے خوش بھی رہیں گے۔ دوسرے پڑھنا لکھنا گھوڑے کی سواری اور شرفا کے اطوار و آداب سیکھنے چاہئیں ورنہ قدم قدم پر لوگ میرا تمسخر اڑائیں گے۔ پردھان منتری اپنے وزیر عالم سن رسیدہ اور معقول آدمی معلوم ہوتا ہے اسپر اعتماد کیجئے اور اس سے سب کچھ سیکھئے۔

ارباب موسیقی صبح کی چوکی کو آئے ہی تھے اور انہوں نے اپنے ساز لا کر گانا شروع ہی کیا تھا کہ شنکر بستر سے اٹھا۔ اور حوائج ضروری سے فارغ ہو کر دربار خاص میں جا کر بیٹھا۔ تھوڑی دیر میں پردھان آیا اور کسنے کاغذات پیش کرنے شروع کئے۔ پہلا کاغذ کسی صوبہ دار کے تقرر کا تھا۔ شنکر نے پوچھا پردھان جی آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں۔ اس نے کہا کہ مہاراج یہ شخص لائق اور فائق اور راج کا وفادار نوکر ہے۔ بیشک اسے مقرر کر دیجئے۔ راجہ نے کہا منظور ہے۔ اس نے جو دستخط کو کاغذ پیش کئے تو شنکر نے کہا کہ مجھے لکھنا پڑھنا نہیں آتا۔ وزیر یہ سنکر چونکا تو سہی لیکن تھا دانا اور سمجھدار آدمی کہنے لگا کہ مہاراج یہ ریاست مایا نگری کہلاتی ہے اور شہر کا نام بھی مایا نگر ہے۔ یہاں کے راجہ مہیشور کہلاتے ہیں۔ چھ آپ سے پہلے ہو چکے ہیں اور ساتویں آپ ہیں۔ دیکھئے پہلے راجہ کے دستخط یہ ہیں۔ اس طرح آپ بھی مشق سے لکھنے لگیں گے۔ دیوناگری حروف ایسے آسان ہیں کہ آدمی ہمت کرے تو چار روز میں لکھنا پڑھنا سیکھ سکتا ہے۔ چنانچہ راجہ نے پہلا سبق پردھان سے سیکھا۔ اسیطرح گھوڑے کی سواری کی مشق کی شرفا کے اوضاع و اطوار اخذ کئے اور قلیل تر عرصہ میں سب باتیں اس طرح کرنے لگا۔ گویا پشتینی رئیس زادہ ہے۔

شکار سے راجہ کو قدرتی شوق ہونا ہی تھا کیونکہ تمام عمر یہی کام کیا تھا۔ چنانچہ گرد و نواح میں شہرت ہو گئی کہ راجہ قدر انداز ہے۔ ریاست کے کاروبار میں چونکہ زیادہ دخل نہیں دیتا تھا اس وجہ سے اعلیٰ عہدہ دار اس سے زیادہ خوش تھے۔ شنکر خود افلاس کی مصیبتیں جھیل چکا تھا اس واسطے غربا اور مستحقین کو خیرات بہت کیا کرتا تھا۔ ان وجوہات سے وہ ریاست میں روز بروز عزیز ہو گیا اور روز بروز اسکی خوشی بڑھتی گئی۔ محلوں میں حسین رانیاں تھیں۔ رہنے کے مکان ترک و شان کے تھے۔ اچھے سے اچھا کھانا ملتا تھا ہر طرح کے عیش و آرام کے سامان میسر تھے۔ سب طرح کا اقتدار حاصل تھا۔ اس وقت شنکر سے زیادہ اور کون

گردن جھکائے تھیں لیکن فرط حیرت سے سمجھ یا ذہنی سے بھی وہ کسی سے نہ تو کچھ بولا۔ نہ کسی سے کچھ بات کی۔ سواری تھوڑی
دیر میں محل کے دروازے پر پہنچا۔ وہاں داروغہ محلسرا نے نذر گذرانی۔ اور ماتحتوں نے راجہ کو محل کے اندر پہنچے
لونڈیاں۔ باندیاں۔ نوکرانیاں دوڑیں اور سر جھکا جھکا کر نمسکار کرنے لگیں پھر پٹ پٹ۔ وزیر اعظم آئے۔ غسل وغیرہ کا
سامان پہلے سے تیار تھا۔ راجہ کو غسل کرایا۔ اچھے اچھے کپڑے اور زیور قیمتی پہنائے۔ خوشبوئیں لگائیں۔ اور چاندی سونے
کے تھالوں میں قسم قسم کے لذیذ کھانے کھلائے۔ شنکر بھوکا پیاسا تھا اور ایسے ایسے کھانے کب دیکھے تھے جواب پیٹ
بھر کر کھائے اور چونکہ تھکا ماندہ بھی تھا بلا تکلف پلنگ پر پڑ کر سو رہا۔ آرام کرنے کے بعد راجہ اٹھا۔ اور جلوس و سواری کی
تیاری ہونے لگی۔ امرا وزرا نے راجہ سے باتیں کیں اور اس کا پہلا حال دریافت کرنا چاہا۔ لیکن وہ یہ کہکر خاموش
ہو گیا کہ تم لوگوں نے مجھے اپنا راجہ تسلیم کر لیا ہے اور مجھے گدی پر بٹھا چکے ہو۔ اب دریافت کرنے سے کیا حاصل کہ میں
پہلے کون تھا۔ یہ سوال آئندہ مجھ سے کوئی نہ کرے۔ لوگ خوف سے چپکے ہو رہے۔ سواری سے پہلے تمام ملازمین کو ایک
ایک مہینے کی تنخواہ انعام دی گئی۔ اور فقراء و محتاجین کو بہت سی خیرات تقسیم کی گئی۔ اس سے شنکر ہر دلعزیز ہو گیا۔ اور شہر
میں اس کی بڑی تعریف ہوئی۔ شام کو شہر کے بڑے بڑے دروازوں سے بازاروں میں راجہ کی سواری کا گشت ہوا۔ ہاتھیوں
پر جھلا جھلی کی جھولیں اور سونے چاندی کے ہودے تھے۔ خاصے کے گھوڑوں پر تکلف ساز کسے ہوئے اور سب زیور
میں لدے ہوئے۔ یہ صنعت کاری کے نمونے۔ سواروں کے دستے کے دستے۔ پیادوں کی صفیں کی صفیں۔ امرا وزرا
کی سواریاں اور خاص جلوس۔ خود راجہ کی سواری جو ترک و احتشام میں سب پر فوق رکھتی تھی۔ غرض قابل دید تماشا تھا۔ اہل شہر
نے شہر میں آئینہ بندی کی تھی۔ ہر بازار کوچے خاص تکلف سے سجائے گئے تھے۔ جگہ جگہ پر تکلف دروازے اور محرابیں بنائی
تھیں۔ جابجا نوبت و نقارے بج رہے تھے اور گانا ہو رہا تھا۔ مرد و زن لباس فاخرہ پہنے گشت کرتے پھرتے تھے یا چھتوں اور
جھروکوں سے محو تماشا تھے۔ راجہ کی سواری پر جابجا پھولوں کی برکھا ہوئی اور خوشی کے جے جے کار سے بولے گئے۔ شہر کا چکر
کھا کے سواری محلوں کے نیچے بڑے میدان میں آئی۔ یہ تو روشنی سب جگہ اچھی تھی۔ اور تمام شہر بقعہ نور نظر آتا تھا۔ لیکن
رات میں دن کا سماں پیش نظر تھا۔ راجہ کے آتے ہی آتشبازی چھوڑی گئی اور واہ واہ کا غل زمین سے آسمان تک بلند
ہوا۔ نصف شب کے بعد راجہ محلوں میں داخل ہوا۔ لوگ تو گھر جا کر آرام سے سوئے ہونگے لیکن اس رات شنکر کو نیند نہ آئی
وہ پڑا سوچتا تھا کہ میں جاگتا ہوں یا خواب دیکھ رہا ہوں۔ الٰہی کیا اسرار ہے۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ کہاں وہ شنکر کہ ایک چنڈال
کے گھر پیدا ہوا۔ اوائل عمر سے چوری کرنی اور بھیک مانگنی سیکھی۔ نہ رہنے کا ٹھکانا نہ کھانے پینے کا سامان بہتیرے فاقے کر کر کے
نہ پیٹ کو روٹی۔ ایک ہفتہ کے اندر اندر پچاس ساٹھ آدمیوں کا خاندان طعمۂ نہنگ اجل ہو گیا۔ اور آپ یکہ و تنہا۔

شنکر اب اپنی بیوی کے ساتھ رہنے لگا اور ڈیڑھ سال کے بعد اُسکے ہاں لڑکا تولد ہوا۔ اور اس موقعہ پر ویسی ہی دعوت ہوگئی جیسی اوپر بیان ہوئی۔ شنکر کے چار بھائی۔ تین بہنیں۔ ماں۔ باپ اور کچھ قریبی رشتہ دار تھے۔ اِسی طرح سے شنکر کی زندگی کے پچاس برس بسر ہوئے۔ انہیں ایام میں وہ ایک قصبہ کے کنارے مقیم تھے کہ لوگوں میں وبا پھیلی یہاں تک وہ دو چار چار روز مرہ موتیں ہونے لگیں اور آخر کار شنکر اکیلا رہ گیا۔ اور ایک طرف کو چل کھڑا ہوا۔ اور چلتا ہوا سوچتا جاتا تھا کہ کیا تھا کیا ہو گیا۔ اور میں کیا سخت جان ہوں کہ اسقدر قبیلہ گذر گیا اور صدمے سہے اور مجھے موت نہیں آتی دنیا آنکھوں میں اندھیری تھی۔ اور دل میں رنج ایسا بھرا ہوا تھا کہ آنکھوں سے آنسو نہیں نکل سکتے تھے۔ سفر کرتے کرتے آبادی کے قریب پہنچا اور شنکر نے دور سے دیکھا کہ ایک فراخ میدان میں آدمیوں کا ایک کثیر مجمع جمع ہے۔ یہ اسی طرف چلا۔

پہلے بعض مقاموں میں یہ رواج تھا کہ راجہ لاولد مر جاتا تھا تو راجدھانی کے لوگ باہر میدان میں جمع ہوتے تھے اور ایک ہاتھی کو چھوڑ دیتے تھے وہ اپنی سونڈ سے جس شخص کو اٹھا کر اوپر بٹھا لیتا تھا اُسی کو شہر کا راجہ بنا دیا کرتے تھے۔ یہاں کا راجہ مر چکا تھا اور انتخاب راجہ کے لئے ہاتھی چھوڑا گیا تھا۔ شنکر غریب کو اِس حال کی خبر نہ تھی وہ سمجھا کہ کچھ تماشا ہو رہا ہے اور آپ جا کر کھڑا ہو گیا۔ اور چونکہ حالت شکستہ تھی ایک طرف سب سے بچکر کھڑا ہو کر دیکھنے لگا کہ ماجرا کیا ہے۔ ہاتھی سب طرف سے گذرتا ہوا شنکر جہاں کھڑا تھا اس مقام پر آیا۔ اور اس نے فوراً سونڈ سے شنکر کو اٹھا کر اپنی پیٹھ پر بٹھا لیا۔ شنکر خوف سے چلایا کہ ہاتھی نے مجھے مارا۔ لیکن لوگوں نے جے جے کار کے نعرے بلند کئے۔ جسکے یہ معنی تھے کہ شنکر کو اپنا راجہ تسلیم کر لیا۔ چونکہ شنکر کی یہ ہیئت کذائی تھی اُس وقت بازار سے نکلنا مناسب نہ سمجھکر باہر ہی باہر محلوں کو لے چلے۔ تاکہ شام کو جلوس و سواری نکالا جائے۔ ہاتھی شنکر کو سونڈ سے پکڑے ہوئے اپنی پیٹھ پر رکھے ہوئے تھا۔ اور شنکر چلا رہا تھا کہ لوگو مجھے خدا کے واسطے بچاؤ۔ آخر ایک فیلبان پوچھ پکڑ کر ہاتھی پر چڑھا۔ اور شنکر کو سہارا دیکر بولا۔ مہاراج گھبرایئے نہیں۔ یہ ہاتھی پلا ہوا اور بہت غریب ہے۔ اور آپ اِسکے اور ہمارے راجہ ہیں۔ آپکو کیونکر تکلیف پہنچا سکتا ہے۔ شنکر حیران ہوا کہ یہ شخص کیا کہہ رہا ہے۔ اِسی اثنا میں نقیب نے یہ آواز بلند کی۔ ہاں گھر کے لوگو۔ مہاراج جی اسوقت محلوں کو جاتے ہیں۔ سواری رات کیوقت نکلے گی۔ سب شہر میں آئینہ بندی کرو۔ سب شہر میں آئینہ بندی کرو۔ سب اپنے اپنے گھر اور دوکان میں روشنی کرو۔ آج بڑا مبارک دن ہے آج بڑا مبارک دن ہے۔" یہ سنکر خلق خدا گھروں کو سدھاری۔ وزیر اور اہلکاروں نے آکر نئے راجہ کو نذر گذرانی اور کہا کہ مہاراج آپ ہمارے راجہ ہیں اور ہم آپکے نوکر و رعیت ہیں۔ جیسا ہم دیا کی نظر رکھنا۔ شنکر کو سخت حیرت تھی کہ معاملہ کیا ہے۔ اُسے بالکل یہ خیال تھا کہ میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ کہاں میں کنگال ہیچ۔ جسکو کل تک روٹیوں کے لالے پڑے ہوئے تھے اور جسکے ہاتھ کا کوئی پانی پینے تک کا روادار نہ تھا۔ کہاں یہ بڑے بڑے راج پیش آکر مجھے اپنا راجہ کہتے ہیں اور میرے سامنے

نشانہ تیر و شکاری نگاہ تیزی کی ہو اکرتی تھی - اور چالاکی میں بھی مشہور تھا ایک دفعہ گاؤں میں [illegible]
اٹھالیا اور وہ مالک کی نگاہ پڑ گیا - اور مالک پکڑ کر تھانہ میں لایا مع مال مسروقہ پکڑی گئی شنکر بھی ساتھ تھا شنکر نے
چالاکی سے لوٹا اٹھا کر اپنی بہن کو دیکر چلتا کیا جس وقت رپورٹ تھانہ میں لکھی گئی تو شنکر نے واویلا مچایا کہ یہ لوگ ناحق ہم
لوگوں کو تنگ کرتے ہیں مثل مشہور ہے کہ غریب کی جورو سب کی بھابی جس کی چوری ہمارے ذمہ لگاتے ہیں جبکہ مدعی کو
لوٹا نہ ملا تو وہ ست پٹا یا تھانیدار سمجھا کہ حقیقت میں الزام جھوٹا ہے - اُسنے ایک ایک روپیہ ماں بیٹوں کو تاوان مدعی سے
دلوایا - فرودگاہ پر پہنچکر ماں نے بیٹے کی بلائیں لیں اور اُس دن سے یہ کارنامہ شنکر کا مشہور ہو چلا اور سب قہقہہ مار کر ہنسا
کرتے تھے - ایک دفعہ جنگل میں دوسرا قبیلہ کنجروں کا آکر انہیں کے پاس ٹھیرا - ان میں ایک لڑکی جوان تھی اور وہ شنکر
سے باتیں و ہنسی مذاق کر رہی تھی - دونوں کی ماؤں نے ایسا دیکھا تو کہا کہ انکی آپس میں شادی ہو جائے تو کیسی اچھی
بات ہو - چنانچہ مردوں میں بھی تذکرہ ہوا اور شادی قرار پا گئی - لیکن وقت یہ پیش آئی کہ نہ تو دولہا کے پاس کپڑے تھے - نہ
دلہن کے پاس آخر دوسرے روز صلاح کر کے قصبہ میں گئے اور کپڑا لائے اور دولہا اور دلہن کے لئے دو جوڑے تیار ہوئے
اور ایک ایک کم قیمت زیور چاندی کا دولہا و دلہن کی ماں نے دلہن کو دیا - شادی سے ایک روز پہلے دعوت ٹھیری شنکر کے
خسر و والد و والدہ و خوشدامن گاؤں کے آس پاس جاکر کچھ مرغ چرا لائے اور ایک بکری اور سور کا بچہ اڑا لائے اِس طرح کئی
طرح کے گوشت مٹی کی ہنڈیوں میں ایک ایک کر کے پکا کر تیار کیا اور دو گھڑے کم قیمت شراب کے آئے - چاول و روٹیاں
تیار ہوئیں اور رات کیوقت سب دعوت میں بیٹھے اور سبھوں نے خوب کھایا اور شراب کا دور چلا ہنسی مذاق میں شنکر کے
والد اور خسر خوب لڑے اور جوتہ پیزار ہوا - جو لوگ کچھ ہوش میں تھے اُنہوں نے دونوں کو آپس میں بیچ بچاؤ کر کے چھڑا دیا -
اِسی طرح آپس میں عورتوں کا بھی یہی حال تھا - کیونکہ شراب خانہ خراب کے نام سے مشہور ہے - شنکر بھی دولہا کی حالت میں اسی
زمرہ میں تھا - مقام حیرت ہے کہ شنکر برہمن ذات اور شوچ و شدھی کا ایسا سخت پابند - اس کا یہ حال زار ناگفتہ بہ ہے -

دوسرے روز شادی کی اُمنگ میں سب نہائے اور کپڑے بدلے - شنکر کے جوڑے میں ایک گاڑھے کی دھوتی اور گاڑھے
ہی کا کرتا تھا - اور سر پر مختصر سی سرخ رنگ کی پگڑی - لیکن انہی کپڑوں کو پہن کر اپنے کو عالیجاہ سمجھتا تھا - بیوی کو بھی ایسے ہی موٹے
کپڑوں کا جوڑا تیار ہوا تھا اور چاندی کے کم قیمت دو زیور لیکن وہ بھی زمین پر پاؤں نہیں رکھتی تھی اور اسی طرح اتراتی اتراتی
پھرتی تھی کہ کسی رانی کو بھی کیا غرور و ناز ہوگا - دوپہر کے وقت شادی ہو گئی اور رات کیوقت دعوت موقوف رہی کیونکہ نہ تو
شنکر کے والد و خسر کے پاس دام تھے کہ وہ شراب خرید کر لاتے -

شنکر کو جہیز میں ایک مریل گدھا ملا - اور شنکر جو اسباب اپنی پیٹھ پر لاد کر چلا کرتا تھا - اب گدھے پر لاد کر [illegible]

ہوگیا۔ وہ دن بھی آیا کہ اپنے کو چارپائی پر دھاڑ دیکھا اور بیماری کے زور نے اسقدر تکلیف دے رکھی ہے کہ پاؤں کو ہلا بھی نہ سکے گھر والوں نے اُس سے گائے پُن کرائی۔ روپیہ پیسہ کپڑے دان اُسکے ہاتھ سے چھوا کر مستحقین کو تقسیم کئے۔ اس اثنا میں اُسکی تکلیف اور بڑھ گئی اور تین اونچے اونچے سانس لیکر دم نکل گیا۔ گھر میں کہرام برپا ہوگیا۔ آخر محلے کے لوگ آئے اور سب کو تسکین و دلاسا دیا کہ مرنیوالا مر گیا اب انکی لاش کے اٹھانے اور شمشان میں لیجانے اور جلانے کا فکر کرو۔ چنانچہ شنکر کی لاش کو ارتھی پر رکھکر شمشان کی طرف چلے اور وہاں چتا پر رکھا۔ شنکر یہ تمام ماجرا اپنی نظر سے خود دیکھ رہا تھا۔

نوٹ:۔ مرتا یہ ستھول شریر یعنی قالب خاکی ہے۔ سوکشم شریر یعنی جسم لطیف اور جیو اس قالب خاکی کے ساتھ نہیں مرجاتے۔ یوں سمجھو مرنے کے یہ معنی ہیں کہ جیو نے جو موٹا چولا پہن رکھا تھا وہ اُتر گیا۔ اور اب وہ لطیف کپڑے پہنے ہوئے موجود ہے۔ اسی سوکشم شریر والے شنکر نے اپنے قالب خاکی کو مرتا دیکھا۔ عزیز و اقارب کی گریہ وزاری دیکھی۔ اور لاش کو چتا پر رکھا ہوا دیکھا۔ جسوقت چتا میں آگ دیگئی اور ہولی سی دیکھی تو چونکہ برسوں سے ستھول شریر میں خودی وہم تھا شنکر کے دل کے سخت تھاکہ پہنچا اور بیہوشی کی سی حالت طاری ہوگئی۔ اس بیہوشی سے آنکھ کھلی تو اپنے کو ماتا کے گربھ میں پایا۔ مٹھیاں بندھی ہیں جسم مڑ تڑ کر چھوٹی سی جگہ میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ حرکت ممکن نہیں ہے۔ ناف سے غذا کا رس جسم میں پہنچتا ہے اور اس سے جسم کی نشو و نما ہوتی ہے۔ ماتا چرپری یا چکنی چیزیں کھاتی ہے تو اُس کا اثر اپنے تئیں محسوس ہوتا ہے۔ اور اس سے تکلیف پہنچتی ہے۔ غرض یہی بیکسی اور بے بسی کیحالت ہے کہ ناگفتہ بہ ہے۔ یہ انسان ضعیف البنیان کی بنیاد ہے۔ ایسی ایسی تکلیفیں اُٹھاتا ہے اور ایک دفعہ نہیں بیشمار بار۔ کیونکہ آواگون کا سلسلہ لا انتہا ہی ہے۔ مگر کیسی حیرت کا مقام ہے کہ پھر بھی بیدار نہیں ہوتا۔ یہی اسکے لئے دنیا ہے اور یہ خود ہے۔ بار بار یہاں آتا اور جاتا ہے۔ سخت تکلیفیں اور عذاب اُٹھاتا ہے۔ لیکن یہ تدبیر نہیں کرتا کہ مجھے اس عذاب الیم سے نجات حاصل ہو۔ اور میں موکش پد کو پہنچوں۔ قوانین قدرت کے مطابق میعاد حمل جب ختم ہوچکی تو شنکر ماتا کے بطن سے باہر کی اس دنیا میں پیدا ہوا۔ اور جس گھرانے میں آکر شنکر نے جنم لیا تھا وہ کنجروں کا ایک قبیلہ تھا۔ یہ ایک خانہ بدوش قوم ہے۔ کتوں کو ساتھ لے جنگلوں میں پھرتے ہیں شکار مار کر پیٹ بھرتے ہیں سرکی کی جھونپڑی چادر تان کر سو رہتے ہیں۔ مرد کچھ محنت و مزدوری کرتے ہیں اور عورتیں سرکیاں و چھاج وغیرہ بیچکر کمالاتی ہیں۔ یا بھیک مانگتی پھرتی ہیں اور داؤں لگتا ہے تو چوری کرلاتی ہیں۔ اب غور کرنیکا مقام ہے کہ وہ برہمن ذات شنکر کہاں آکر پیدا ہوا ہے اور کیا کھاتا ہے اور کیونکر رہتا سہتا ہے۔ اب شیر خواری کا زمانہ ختم ہوا تو بچپن میں داخل ہوا کنجروں کے بچوں اور کتوں کے پلوں سے کھیلتا اور درختوں کی جڑیں پھل اور جانوروں کا گوشت کھاتا۔ ابتدا سے شکار کی تعلیم ہوئی۔ سرکیاں چھاج بنانے سیکھے چوری کے رموز و نکات سے واقف ہوا۔ اور طفلی سے عالم شباب میں داخل ہوا۔ اور قبیلہ میں شنکر کی تعریف

خواب سے اسکو تعلق ہے نہ بیداری سے ہے | بے تعلق ذات ہے وہ بے تعین بے صفا
اِس تماشا دوست کے دونوں تماشا گاہ ہیں | خواب و بیداری کے عالم اور اُسکے کاروبار
بے تعین نعلق ہے وہ بے تقید علم ہے | راحت بے شکل ہے انداز ہ و حد و شمار
یہ مسائل سوچے جاتے کنج تنہائی میں ہیں | یہ نرالی لذتیں۔ یہ لطف یکتائی میں ہیں

شنکر نامی ایک کرم کانڈی برہمن نندپور گانوں میں گنگا کنارے رہاکرتا تھا۔ اسکی رچی (طبیعت) ایشور بھگتی کی طرف مائل تھی۔ اُسنے بھگوان سے آرادہنا یعنے خواہش ظاہر کی کہ مجھے درشن ہوں۔ چونکہ شنکر کو پریم اور بھگتی تھی اور ان سے انسان عین الیقین وحق الیقین کے درجوں پر پہنچ جاتا ہے شنکر نے تپ کرنا شروع کیا اور یقین ہوتا گیا کہ مجکو وشنو بھگوان کے درشن ضرور ہونگے۔ چونکہ دنیا من کا کھیل ہے مرادیں مانگنے والا خود من ہے۔ تپ کرنیوالا خود من ہے۔ پھر تماشہ یہ کہ مُراد بخشنے والا خود من ہے جتنا کسی کا یقین اور من کا بہاؤ پر زور اور تیز ہوگا۔ اُتنی ہی جلدی کامیابی ہوگی تمام سدھیوں کا بھنڈار تمام طاقتوں کا خزانہ تمام صورتوں کا ٹکسال تم خود آپ ہو جس اعتقاد کو من میں رکھکر ابھیاس یا مشق شروع کرتے ہو وہی صورت جلوہ پذیر ہوتی ہے۔ لیکن غلطی سے یہ سمجھتے ہو کہ تمہیں امداد غیبی ملی۔ حالانکہ امر واقعی یہ ہے کہ تمنے اپنی مدد خود کی ہے۔ اور اُس نے من سے جو تمام مرادوں کا سرچشمہ ہے اور تمام آرزوؤں کا پورا کرنیوالا ہے اپنی مراد اور آرزو خود پوری کر لی ہے۔ ہاں پندار و غفلت کا وہ حجاب حائل ہے کہ مخزن قوت یعنی انسان اپنی ذات کو تو محض بیطاقت اور ذلیل سمجھتا ہے اور مرادوں کا دینے والا خارجی قوتوں اور اسباب کو سمجھتا و تصور کرتا ہے۔ بعینہ یہی حال شنکر کا ہوا کہ ایک روز اُسے وشنو بھگوان کے درشن ہوئے۔ وہ سری گنگا کے نرمل جل میں چھاتی تک ڈوبا کھڑا تھا۔ سر اونچا کئے آنکھیں بند آسمان کیطرف منہ۔ پریم کے سمندر میں مگن غرض اسوقت کی حالت بالکل درشنوں کے لائق تھی۔ یکایک اپنی بند آنکھوں کیا دیکھتا ہے کہ شاکسات وشنو بھگوان سامنے کھڑے ہیں۔ شنکر نے صدق دل و جوش عقیدت کے ساتھ ہاتھ جوڑکر مہاراج کی حمد وثنا کی۔ اسکی پریم کی بانی سے مہاراج خوش ہوکر مسکرائے اور بولے ہم تم سے بڑے پرشن ہیں۔ مانگو کیا بر مانگتے ہو۔ شنکر نے ہاتھ جوڑکر عرض کی کہ مہاراج میری تمنا ہے کہ مایا کو دیکھوں۔ بھگوان نے مسکراکر کہا کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور جلدی ہوگا۔ یہ کہکر انتردھیان (غائب) ہوگئے۔ شنکر اب باغ باغ تھا کہ جس آرزو کیواسطے تپ کیا تھا وہ آج پوری ہوئی۔ اسے بھگوان وشنو کے درشن ہوئے اور مایا کے اہم مسئلہ کے سمجھانے کا خود وعدہ فرمایا۔ اِس سے زیادہ اور کیا چاہئیے۔ چنانچہ چند روز بعد وہ گنگا میں اشنان کی غرض سے اترا غوطہ لگانے کی دیر تھی کہ کیا دیکھتا ہے کہ نندپور میں اپنے مکان کو چلا گیا ہے اور حسب معمول کاروبار کرتے کرتے اسکی عمر سو برس کی ہوگئی اور بڈھا پھوس

متصور ہے۔ مگر گیان کی دھن لگا کر ذرا سوچو تو سہی کہ کبھی لا محدود بھی ایک سے زیادہ ہو سکتا ہے ؎

وحدت اندر دُویا ڈالا ✤ او تھے غیر نہ آیا جایا ✤ ناکوئی اوسئو نا کوئی مایا ✤ آپے آپ نہ کھویا پایا

مایا دنت میں مایا کو نر، چنہ کہا ہے یعنی جس کا نروچن دبیان نہیں ہو سکتا، خواب میں ہم سب روز دیکھتے ہیں کہ ہاتھی سامنے کھڑا ہے چشم زدن میں وہی بدل کر گھوڑا بن گیا۔ پھر مکان بن گیا۔ پھر آدمی بن گیا۔ فرمایئے کوئی کیا کہے کہ ہاتھی کا گھوڑا گھوڑے کا مکان۔ پھر آدمی کیوں کر بنگیا۔ صورتیں بیشک آنکھ کے سامنے موجود تھیں اور من وعن واقعی و سچی نظر آتی تھیں لیکن جہاں آنکھ کھلی اور خواب کی دنیا کی دنیا مفقود ہے۔ روز رات کیوقت ہماری نظر کے سامنے ایک نئی دنیا ہوتی ہے اور روز خواب میں ہم ایک نئی زندگی بسر کرتے ہیں۔ جس کا صبح ہوتے ہی پتہ نہیں ملتا۔ بعینہ یہی حال عالم بیداری کا ہے۔ جس عالم کو ہم اپنے ذہن میں بھول یا غلطی سے عالم بیداری یا سچی دنیا مانے ہوئے ہیں وہ عالم خواب سے کسی پہلو سے بھی مختلف نہیں ہے۔ ہاں اِس خواب سے آدمی کو بیداری اُس وقت نصیب ہوتی ہے جب اسکے گیان کی آنکھ کھلے ایک گیان سروپ آتما سچا ہے۔ باقی جو جو چیز نظر آتی ہے وہ خواب کے نقشے کی طرح محض نمودی ہے واقعی میں نہیں۔ اِسی کا نام مایا ہے یعنی چیز کا وجود نہیں ہے اور نظر آتی ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

خواب و بیداری میں ہے کیا فرق کہہ ای نیکنام ✤ ایک سے ہیں دونوں عالم ایک سی باتیں تمام

صورتیں بیشک نظر آتی ہیں دونوں حال میں ✤ اور ان شکلوں سے ہے اپنا تعلق لا کلام

یہ ہے بیٹا یہ ہے بھائی یہ عدو یہ دوست ہے ✤ یہ میرا آقا ہے اور یہ شخص ہے میرا غلام

دوست ہے یہ لازمی ہے اِس سے کرنی دوستی ✤ یہ ہے دشمن اِس سے لینا ہے ضروری انتقام

اختلافِ موسم و نیرنگیِ لیل و نہار ✤ تنگ حالی و فراخی بر ہمی و انتظام

روز کے جھگڑے وہی اور روز کے قصے وہی ✤ وہ عوارض روز کے وہ روز کا کوچ و مقام

اِس تماشاگاہ میں آخر بہت پردوں کے بعد ✤ آخری پردہ ہے مرگ ناگہانی کا پیام

دیدۂ حق بیں کو وا کر اور خود تو ہی بتا ✤ خواب و بیداری میں ہے کیا فرق ای مرد خدا

بس یہی جب خواب سے ہوتا ہے کوئی ہوشیار ✤ خواب کا عالم عدم ہے خواب کے سب کار و بار

لیک جیسا خواب جھوٹا آکے بیداری میں ہے ✤ ہے یہ بیداری بھی جھوٹی خواب میں کر اعتبار

ایک کا کیجے تقابل دوسرے سے لِ نسبتاً ✤ ایک سچا دوسرا جھوٹا نہ کیجے اعتبار

دونوں عالم محض جھوٹے ہیں اگر سچا کوئی ✤ ہے یہاں تو اُنکا ناظر ہی ہے بس انجام کار

باره برسوں میں مختلف نظارے دیکھے گئے۔ سیا پاہری بیشاستر کی کتھا بیان ہوئی۔ گو دنیاوی مایا کو لیجیے۔

پُرش یوسف زلیخا کے آئینہ دل فیہگاہ میں مقید ہے (دیکھیں قید)

تباید بجز خیالات و دل من ÷ بجز یوسف سر زندان کرد و ÷ یوسف گم گشتہ بیروں بجو ÷ ور عدن چاہ و دل یابی چراغ

یہ عکس یار ہے جو زلیخا (پرکرتی) کے اندر داخل ہو کر دنیاوی قیامت ڈھاتا ہے۔ یہی عکس قطرۂ منی کی طرح پرکرتی کے بطن میں شعیر کی شکل موجودات میں پیدا ہوتا ہے۔ گیان آنے پیچھے پرکرتی کے کل ڈل بند ہو جاتے ہیں کو انوکھے ڈھنگ سے بیل میں بیان کیا ہے (کارکا ۱۶) جسکا ترجمہ یہ ہے کہ میری رائے میں پرکرتی نہایت شرم و حیا والی ہے۔ جب اسے خیال گزرتا ہے کہ میں دیکھی گئی ہوں تو بس پھر پُرش کے رو برو دیکھنے سے بھی نہیں آتی تشبیہ جیسے کوئی راجکماری راج محل کے جھروکے میں بیٹھی ہوئی سنگار کر رہی ہو تو جب تک اسے خیال رہتا ہے کہ مجھے کوئی مرد نہیں دیکھ رہا اپنے بناؤ سنگار میں لگی رہتی ہے۔ جو ہیں لگنے یہ سمجھا کہ مجھے پُرش نے دیکھ لیا ہے جھٹ کھڑکی کو بند کر ایسی چھپ ہوتی ہے کہ پھر صورت نہیں دکھاتی۔ یہی حال پرکرتی (مایا) کا ہے۔ جب یہ جان پڑا کہ میرا گیان (علم) ہو گیا ہے فوراً روپوش ہو جاتی ہے۔ عارف نے اسے یوں خطاب کیا ہے ؎ زال جہاں شنو سخن عشوہ و ناز کی مکن ÷ دل بتو نیست مبتلا تن تملا تلا تلا ÷

پھر ایا حسب قول صدا بلند کرتی ہوئی پُرش میں فنا ہوتی ہے ؎ کہ من نیم آنچہ ہستی توئی ÷ کہ من نیم ہر چہ ہستی توئی ÷

؎ ہم اسم توئی و ہم مسمیٰ ÷ عاجز شدہ عقل این معنیٰ ÷ کس طرح پُرش میں فنا ہوتی ہے ؎

جائے خود چوں مہرۂ شطرنج خالی کیجیم — دیگر — دشمن خود میشود در خانۂ خود میہمان

دکھایا پرکرتی (مایا) نے ناچ پورا — جلے میں اڑ گئی ہے یہ ستم ہے

غلط گفتی شکایت کی نہیں جا — بنی خود پُرش وہ عدل و کرم ہے

(کارکا ۶۲) کا ترجمہ یہ ہے کہ کوئی بھی شخص در اصل نہ تو مقید ہوتا ہے نہ نجات پاتا ہے نہ آواگون کے ماتحت ہوتا ہے۔ پرکرتی ہی سب پرپشوں کے آگے پھنستی ہے۔ آزاد ہوتی ہے اور تناسخ میں گرتی ہے جس طرح یکہ سپاہ مارتی یا ہارتی جیتتی ہے۔ مگر کہا یہ جاتا ہے کہ بادشاہ ہارا۔ جیتا۔ ٹرا۔ ویسے ہی گو کہا یوں جاتا ہے کہ پُرش (آتما) قید حیات میں پھنسا۔ مکت ہوا یا آواگون (آمد و شد میں رہا) تھا۔ پر فی الواقع پرکرتی پابند ہوتی ہے۔ رہائی پاتی ہے۔ یا کو سہتی ہے۔ آتما ہرگز آلودہ دامن نہیں ہوتا۔ جیسے ناریل کی جل گھڑی (جو گھڑی پہلے رائج تھی پانی کی) تو پانی میں بند ہو جاتی ہے۔ تیرتی ہے اور ڈوبتی ہے۔ پھر اسکے ڈوبنے وقت پھٹا گھڑیال ہو۔ گجر بجنے لگی۔ اسی طرح پرکرتی (جسم وغیرہ) تو پیدا ہوتی۔ جس اور جنجال میں آتی ہے لیکن نام پُرش کا ہوتا ہے۔ مر گیا جسم نادان لوگ کہہ اٹھے کہ فلانا پُرش مر گیا۔ پُرش ایک میں یہ سا کھیو کا

ٹکڑے ہوجاتے ہیں سب کا انجام موت ہے۔ کیا رشی منی اور کیا پاپی وجاہل سب ہی مرجاتے ہیں مگر زندگی کی چاٹ ہر ایک کو
لگی ہوئی ہے۔ مگر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ خواہشِ زندگی کیوں ہے۔ اور اسکو چھوڑ بھی نہیں سکتے۔ پس یہی مایا ہے۔

(۴) ماں باپ بچہ کو بہت احتیاط سے پالتے ہیں۔ اُنکی جان اُنکی روح وہ بچہ ہے۔ مگر وہ بچہ ہی بڑا ہوکر بدمعاش نکلتا ہے اور ماں
اور باپ کو لات اور گھونسوں سے مارتا ہے مگر والدین بچہ پر فدا ہیں اور اُنکے دل میں بچہ کیطرف سے محبت ہی محبت بھری ہوئی
ہے انہیں کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ ہم محبت کر رہے ہیں۔ بلکہ یہ محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شے میری رگ وپے میں پیوست ہو گئی
ہے اور اسکو گلے سے نہیں اُتار سکتے۔ یہی مایا ہے۔

(۵) موت شب و روز پھرتی نظر آتی ہے مگر کسی کو یہ خیال نہیں ہے۔ بلکہ ہمیشہ جینے کی دھن لگی ہوئی ہے۔ راجہ یدہشٹر نے کیا خوب جواب دیا ہے
کہ دنیا میں عجیب چیز ہے تو یہ ہے کہ ہمیشہ مرتے ہیں اور اس کا خیال نکے کہتے ہیں کہ کبھی نہ مرینگے۔ یہی مایا ہے۔ پس مایا کائنات کا
حق الامر بیان ہے کہ یہاں کیا ہو رہا ہے۔ جو جو شے زمان و مکان وعلت میں محدود ہے وہ مایا میں داخل ہے۔

(۶) ایک دفعہ نارد رشی نے سری بھگوان کرشن چندرجی سے کہا کہ مہاراج مجھے اپنی مایا دکھلا دیجیے۔ کچھ دنوں بعد بھگوان نارد کو
ساتھ لے صحرا کو چلے۔ چند میل جاکر بھگوان نے نارد سے کہا کہ مجھے پیاس لگی ہے۔ پانی لاؤ۔ نارد نے کہا کہ بھگوان آپ یہاں ٹھیریے
میں ابھی پانی لاتا ہوں۔ اسجگہ سے کچھ فاصلہ پر کوئی گاؤں تھا۔ نارد اُس گاؤں میں پانی لینے گیا اور ایک گھر کے دروازہ پر دستک دی
تو ایک نہایت حسین نوجوان عورت باہر آئی۔ اسکی صورت دیکھ کر نارد اُسپر فریفتہ ہو گیا اور یہ خیال نہیں رہا کہ مہاراج بھگوان جنگل
میں پیاسے بیٹھے ہیں اور میرا انتظار کر رہے ہیں یہ تمام باتیں بھول گیا اور اُس حسینہ سے باتیں کرنے لگا۔ اور دن بھر وہیں رہا اور دوسرے
روز پھر اُسی مکان میں جاکر اُس حسینہ سے باتیں کرنے لگا اور اُسکے باپ کی اجازت سے اُسکے ساتھ شادی کرلی اور پھر وہیں رہنے
سہنے لگا۔ اور لڑکے بالے پیدا ہو گئے یہانتک کہ بارہ برس گذر گئے خسر کا انتقال ہو گیا تو مال اسباب وجائداد مویشی سب نارد کے
ہاتھ آیا اور زندگی خوشی سے بسر ہونے لگی۔ ایک رات پاس کے دریا میں چڑھاؤ آیا اور پانی چڑھتا چڑھتا گاؤں میں آگیا اور مکانات
گرنے لگے۔ نارد کو بھی وہاں سے بھاگنا پڑا۔ ایک ہاتھ سے عورت کو پکڑا اور دوسرے سے دو بچوں کو پکڑا۔ تیسرے بچے کو کندھے پر بٹھا لیا
اور طوفان آب سے باہر چلا۔ چند قدم پر پانی کے زور سے بچہ کندھے سے گرا۔ اور بہہ چلا۔ نارد نے چلانا بے اختیار رنج وغم سے
شروع کیا اور لڑکے کو پکڑنے کے واسطے ہاتھ بڑھایا تو دونوں بچے جو ہاتھ پکڑے ہوئے آتے تھے وہ بہہ چلے صرف بیوی رہ گئی اُسے
زور سے پکڑے رہا مگر رو کے زور نے اُسے بھی چھڑا کر بہا دیا اور خود نارد بہتا بہتا کنارے لگا۔ نارد نے زار وقطار رونا اور سر پیٹنا شروع
کیا۔ یکایک پیچھے سے دست شفقت پھیرا اور کہا کہ بچے پانی کہاں ہے۔ تو پانی لینے گیا تھا اور گھڑی بھر سے بیٹھا میں یہاں تیرا
انتظار کر رہا ہوں۔ اب نارد کو ہوش آیا اور دل میں کہا کہ ادھ گھڑی بھر۔ اور اس گھڑی بھر میں بارہ برس گذر گئے اور ان

کچھ حاصل نہیں ہے۔ صرف اتنی بات لینے میں پیدا ہونا کہ جو چیز نا لقب دور حلوم ہوتی ہے اُسے زہر کی نگاہ سے دیکھے۔
وشیوں کا پھیلاؤ بڑا ہے۔ اِس بات کو بار بار مشق کر لینے من سے چھڑانا چاہیئے۔ من کا طلوع آدمی کا ناش ہے۔ من کا
ناش بڑی بھاری خوش بختی کی دلیل ہے۔ گیانی کا من ناش ہو جاتا ہے۔ اگیانی کیواسطے من زنجیر ہے۔
گیانی من کو اِس طرح جانتے ہیں کہ نہ کچھ سکھ ہو اور نہ کچھ دکھ۔ نہ متحرک ہو نہ ساکن۔ نہ ہست ہو نہ نیست۔ بلکہ ان متضاد صفات
کے بیچ کی چیز ہے۔ **معترض۔** جو سنکلپ اُٹھتے ہیں اُنکو چھوڑ کس طرح سکتے ہیں؟ **جواب۔** یہ بھاؤ نا کرنی کہ میں
کرتا نہیں ہوں (۲) یہ بھاؤ نا کرنی کہ کائنات میں جو کچھ ہو رہا ہے اِس سب کا ایک میں ہی کرتا ہوں۔
(۳) اِن دونوں بھاؤ ناؤں کو چھوڑ کر اپنے حال میں مست رہنا جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے۔ بندھ صرف ورسنا کا
رہنا بندھ ہے۔ **موکش** ورسنا نہ رہنے کا نام ہے۔
طالب۔ روحانی ترقی کا رستہ کیا ہے؟ **جواب۔** اول آدمی گرو سے شاستر کا اُپدیش لے اور اُس پر عمل کر کے
جنم جنمانتر کے بعد موکش پد پر پہنچے (۲) یہ کہ آدمی کچھلا یق و بیدار مغز ہو اور اُسے ایکدم خود بخود ہی گیان کا چمکارا اِسطرح
ہو جائے جس طرح پھل پک کر خود بخود زمین پر گر پڑتا ہے۔

مایا کسے کہتے ہیں؟

مایا سروگ شکتی کا نام ہے۔ اور وہ تین پرکار کی ہوتی ہے یعنی ست رج
تم۔ گویا قدرتِ کاملہ کا نام ہی مایا ہے۔ شاستر کار اسکو اگیان سے تعبیر کرتے ہیں
مایا وغیرہ کے نام سے نامزد کرتے ہیں مایا کوئی غیر چیز نہیں ہے بلکہ برہم کا دوسرا نام مایا کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ اگیانی مایا کے نام سے
نامزد کرتے ہیں۔ گیانی برہم کے سوائے دوسرا کوئی وستو نہ ہونا کہتے ہیں کیونکہ اصل میں برہم ہی برہم ہی مایا نہ تھی نہ ہے نہ ہوگی
ایک ذاتِ احد قائم بخود ہے صرف اگیانیوں کے سمجھانے کے لئے مایا کا نام فرض کیا گیا ہے جسطرح کہ اقلیدس کے اندر شکال
کھینچنے کے لئے خط فرض کیا جاتا ہے۔ گویا مایا ایک لفظ ہے اور اُسکے معنے کچھ نہیں۔
(۲) شاستروں میں مایا کو نٹنی سے مثال دی گئی۔ جسطرح نٹنی کہ جو اسکی طرف مخاطب ہوتا ہے اور غور سے اُسکے ناز و ادا کو دیکھتا ہے
اُسکے سامنے ہی طرح طرح کے راگ و رنگ و کرشمہ دکھلا دکھلا کر اپنی طرف فریفتہ و گرویدہ و از خود رفتہ بناتی ہے۔ اور جو شخص اُسکی
طرف مخاطب نہ ہو اسکی طرف پشت کر لیتی ہے۔ بلکہ شاستر میں تو لکھا ہے کہ جس شخص کو گیان ہو گیا مایا (یعنی نٹنی) اُس سے منہ چھپا کر
بھاگ جاتی ہے اور پھر کبھی گیانی کو دکھلائی ہی نہیں دیتی۔
(۳) تمام دنیا مری چلی جاتی ہے۔ ہر چیز کے ساتھ موت لگی ہوئی ہے۔ ہماری دولت ہمارا علم ہماری عیش و عشرت سب کا خاتمہ
موت کر دیتی ہے۔ شہر تعمیر ہوتے ہیں اور برباد ہو جاتے ہیں سلطنتیں قائم ہوتی ہیں اور بگڑ جاتی ہیں۔ سیارے و ستارے ٹکڑے

دوسرے کی نگاہ میں جو اگیانی ہو خبر یکے سا تھ شامل اور پابند کا بھوگتا معلوم ہوتا ہو اُسکی علّت دُور کرنیکے واسطے اول سبھکو باقی رکھا گیا ہو ورنہ تمام گیان کے ظاہر ہونے پر کرم اور اُسکے پھل یعنی شبدہ الفاظ اپنے معنی کے کالعدم یعنے نیست نابود ہو جاتے ہیں۔ تاوقتیکہ طالب میں علم ذات کے حاصل کرنیکی قابلیت پیدا نہو عارف کو لازم ہو کہ وہ اُسکی توجہ افعال کیطرف سے نہ ہٹائے اور اسکو اخلاق اور نیک افعال سیکھنے کی ہدایت کرتا رہے۔ برخلاف اسکے فی زمانہ بنیا پت فقرا چھوٹی چھوٹی عمر کے لڑکوں کو سر منڈا کے اور گیروے کپڑے پہنا کے اپنا چیلا بنا لیتے ہیں اور اس امر کا خیال نہیں کرتے کہ ان لڑکوں سے حواس کے لازمی فرائض ادا نہیں کئے ہیں۔ اور وہ تحصیل علم سے فارغ ہو علم ذات کے سبق لینے کے قابل نہیں ہوئے ہیں۔ گیتا میں سری بھگوان نے ادھیائے سوم منتر ۲۶ میں فرمایا ہے۔ ع

باخبر مرتاض نیک افعال کی ترغیب دے
عامل کم فہم کو ان سے برگشتہ کرے

بندہ اور موکش کے لگاؤ کی تشریح کیجیئے } ایک جسم ہے اور دوسرا جسم والا آتما ہو۔ ان دونوں میں سے آتما کا خیال چھوڑ کر جو صرف جسم پر یقین کئے بیٹھا ہو۔ اُس کا لگاؤ بندہ کے لئے ہے۔ کیونکہ آتما تو غیر محدود ہو اسے محدود سمجھ کر دنیوی سکھوں میں جو لگائے وہ بندہ کے لئے ہی ہو اسکے برعکس طبیعت کا یہ لگاؤ کہ جو کچھ ہے سب آتما ہو میں کسے اختیار کروں۔ کسے چھوڑوں جیون مکتی پر پہنچانیوالا ہو جس شخص کو یہ یقین ہو کہ نہ میں کچھ ہوں اور نہ اور کوئی کچھ ہے۔ جو کچھ ہے سو آتما ہی آتما ہے اِس خیال کے باعث سے دنیاوی سکھوں میں نہیں پھنستا۔ وہ موکش کا بھاگی ہے۔ بے لگاؤ آدمی وہ کہلاتا ہے کہ نیش کرم کی حالت میں خوش نہو گا۔ اور کرموں میں پھنسا نہیں ہو۔ جسنے کرم پھل کا خیال چھوڑ دیا ہے وہ سب حالتوں میں یکساں رہتا ہے۔

لگاؤ دو طرح کا ہوتا ہے۔ اچھا۔ دوسرا بُرا۔ اچھا گیانیوں کو ہوتا ہے۔ بُرا اگیانیوں کا یعنی آتم گیان سے خالی ہوتا ہے۔ بے لگاؤ ہونا یہ ہو کہ تمام اعمال و افعال من سے چھوٹ جائیں نہ یہ کہ ہاتھ سے نکرے۔ بے لگاؤ ہونے سے ہی تمام پھیلے ہوئے کرموں کا علاج ہوتا ہو اور آدمی مدارج اعلیٰ پر پہنچتا ہے۔ کرموں کے پھیلاؤ میں پھنساؤ سے ہی جیو دکھ سکھ بھوگتے اور بار بار کیڑے مکوڑے کی جونوں میں پڑتے ہیں۔ یہ لگاؤ کا ہی باعث ہو کہ جیو بار بار پیدا ہو ہو کر اس طرح مرتے ہیں جس طرح سمندر میں موجیں اٹھ اٹھ کر سمندر میں غائب ہو جاتی ہیں۔

سنسار میں دکھ بہت ہے اِس سے رہائی کی تدبیر بتائیے } جواب۔ اِسکے رفع کرنے کی تدبیر صرف ایک ہے "من کا ضبط کرنا" بندہ صرف بھوگ کی خواہش کا نام ہو اسکا چھوڑنا ہی موکش کہلاتا ہو۔ شاستروں کے مجموعے کے مجموعے پڑھنے سے یا پڑھنے (لکھنے) سے

انسان کرموں سے رہت یعنی فارغ کس وقت ہو سکتا ہے؟

جواب۔ جس وقت اپنے آپ کا گیان ہو جائے کہ میں کون ہوں۔ سوال۔ کرم کون کون سے ہیں؟ جواب۔ سنچت۔ آگامی۔ پرالبدھ۔ سوال۔ انکی کیا تعریف ہے؟ جواب۔ سنچت کرم تو اُسے کہتے ہیں جو پہلے جنموں کا ذخیرہ چلا آتا ہو اور جس سے یہ جسم ملا ہے۔ آگامی وہ کرم ہیں جو اب کئے جاتے ہیں اور جن کا پھل آئندہ ملیگا۔ پرالبدھ۔ جو شریر سے بھوگے جاتے ہیں وہ پرالبدھ کرم ہیں۔ سوال۔ انکے دور کرنے کی بھی کوئی تدبیر ہے؟ جواب۔ جس وقت انسان کی استقدر بدھی تیز ہو جائے کہ اُسکو کل کائنات برہم روپ بھاسے اور اپنے سروپ کا گیان ہو جائے کہ میں جنم مرن سے الگ ہوں اُسوقت پچھلے کرموں کا جن سے یہ شریر ملا ہے ناش ہو جاتا ہے۔

جبکہ یہ گیان ہو جائے اور نشچے طور سے سرایت کر جائے تو آگامی کرم بھی جلتے رہتے ہیں۔

معترض۔ جبکہ شریر و اندریاں۔ انتہ کرن ہیں کرم تو ہوتے ہی رہیں گے۔

جواب۔ ضرور ہوتے تو رہیں گے لیکن گیانی کی نگاہ میں اس کا تعلق شریر و اندریوں وغیرہ سے نہیں ہے۔ تعلق کے ساتھ لگاؤ باقی رہتا ہے چونکہ تعلق نہیں رہا ہے اسواسطے آگامی کرموں کا ناش ہو جاتا ہے۔ پرالبدھ کرم بلا بھوگے نہیں کٹتے۔

معترض۔ پھر گیان ہونے کا نتیجہ ہی کیا ہوا۔ جبکہ پرالبدھ کرم نہیں کٹے۔

جواب۔ دراصل گیان وان (عارف) کی نگاہ میں تو پرالبدھ کرم ہی نہیں ہیں۔ کیونکہ اُنکی نگاہ میں تو موجودہ شریر ہی جھوٹا ہے اور وہ اپنے آپ کو جانتا ہے کہ میں ست چت آنند روپ ہوں۔ اور اسکو یقین کامل ہو کہ یہ جسم نہ تو پہلے تھا نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ اور میرا کبھی کہیں شریر سے تعلق نہیں ہوا۔ نہ میں پرالبدھ ہوں اور نہ اس کا بھوگنے والا۔

معترض۔ پرالبدھ کرم کو بھوگتے دیکھنے میں آتے ہیں۔ جواب۔ چونکہ عارف کی نگاہ میں یہ شریر جھوٹا اور فرضی ہے اس واسطے عارف کی نگاہ پرالبدھ کرم پر نہیں ہے مثال جیسے کوئی شخص بحالت خواب کسی مکان سے گر جائے اور اسکو چوٹ آ جائے تو وہ اس تکلیف کا علاج کرتا ہے اسطرح اگیان خواب میں جو کرم کئے گئے اور انکا اعمال کیا گیا اس کا نتیجہ یہ شریر مثل زخم کے اس جیو کو لگا ہے۔ اب اگرچہ بیداری یعنی گیان بھی حاصل ہوا ہے مگر تاہم اس چوٹ کی میعاد بھی باقی ہے اسلئے اس کا علاج آپ ہی وان سے کرنا پڑتا ہے۔ اگر بغور دیکھیں تو گیان وان کے یقین میں پرالبدھ بھی نہیں ہے کیونکہ وہ موجودہ شریر کو جھوٹا اور ناش مان سمجھکر آپکو اس سے الگ ست چت آنند روپ جانتا ہے۔ اسکو نشچے ہے کہ یہ شریر نہ آگے تھا اور نہ اب ہے اور نہ آئندہ ہوگا۔ تعلق شریر سے کبھی نہیں ہوا۔ نہ پرالبدھ ہے نہ میری پرالبدھ ہے نہ میں بھوگنے والا ہوں۔ پرالبدھ وہیں شریر کی ہے اور یہ شریر اگیان کلپت (مفروضہ) ہے اس لئے پرالبدھ بھی فرضی ہے۔

کیونکہ جیسا جیسے جس کا تعلق ہو ویسی شباہت نہیں رہتی اور اپنے کو اسی پہلی حالت کی طرح مفلس و قلاش پائیگا جس شخص کو پرماتما کا گیان ہو اسکو یہ جہان یقین ہو رہا ہے ۔ ورنہ کوئی جہان ہے اور نہ کوئی جہان کا سامان ہو ۔ نہ دُکھ ہے نہ درد ہے اور اس حالت کے بہم پہنچانے سے ہی مکت و رستگاری ہے جو شخص کسی چیز میں " میں " " میری " یعنے محبت نہیں کرتا ۔ بلکہ شریر یعنی جسم تک بھی اپنا نہیں سمجھتا ۔ آپ کو سب سے الگ اور سب کا شاہد ۔ ست ۔ چت ۔ آنند رُوپ جانتا ہے وہ کسی حال میں نہ غمگین ہوتا ہے نہ خوشی ہی مناتا ہے ۔ اسکی نظر یکساں ہوتی ہے ۔ نفع و نقصان ۔ امیر و غریب ۔ دوست و دشمن اپنا و بیگانہ ۔ خاک و زر ۔ زہر و آبحیات اسکی نگاہ میں سب برابر ہیں ۔ گیتا میں سری بھگوان فرماتے ہیں ۔

شادی و غم سے نہیں جسکو مسرت اور ملال — سب سے جو بے لوث ہے وہ آدمی ہے باکمال
ہے وہ عارف جسکو غصہ ۔ شوق اور نفرت نہیں — رنج سے کلفت نہیں آرام سے اُلفت نہیں
دل عبادت سے چُرانا اور جنت کی طلب — کام چور ۔ اس کام پر کس منہ سے اُجرت کی طلب
بطن مادر ہی سے جب پیدا ہوا تکلیف سے — یاں کہاں راحت کہ تُو کرتا ہے راحت کی طلب

اِنسان کو ہر کام میں تجربہ درکار ہے

انسان کے لئے تجربہ ایسی چیز ہے کہ کسی کام میں نیچا نہیں دیکھ سکتا ۔ کوئی کام خراب نہیں جاتا ۔ ہر کام میں عقل کی مدد درکار ہے ۔ جو کام کرنا ہو غور و فکر سے کرے جلدی کرنے میں سوائے نقصان کے نفع نہیں ہو سکتا ۔ کلام کرے تو سوچ سمجھکر کرے اکثر انسان نہایت متانت سے گفتگو کرتے ہیں کہ سامع کو اگرچہ وہ دشمن ہی ہو بُرا نہیں معلوم ہوتا ۔ بہت سے کام ایسے ہیں کہ بغیر دماغی طاقت کے چل نہیں سکتے ۔ تجربہ درکار ہوتا ہے اور بہت سے ایسے ہیں کہ ذرا سی دیر میں نقصان ہو جاتا ہے ۔ جہاں وقت گذر گیا ہاتھ ملکر پچھتانا پڑتا ہے ۔ جلدی کا موقعہ ہو تو خبرداری سے کام کرے ۔ مگر فکر ضرور کرے ۔ جلدی بات کرنا بھی عقلمندوں کا کام نہیں ہے گر یہ نہیں کہ اُسپر چوک جائے ۔ خاموشی کیوقت زبان درازی بیکار ہے ۔ عابدوں مرتاضوں کا قول ہے کہ اپنے سے بڑے لوگوں کی خدمت کرنا چاہیئے ۔ عالم ہو یا وہ ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ذی شعور شخصوں کا کام ہے ۔ انکی صحبت سے فیض اُٹھانا عقلمندوں کا دستور ہے ۔ سو پتنک پوجا کرنا اسی واسطے روا رکھا گیا ہے کہ نارائن کے نام سے گناہ زائل ہو جاتے ہیں اور بھگتی نصیب ہوتی ہے ۔ وید تک کتھا پُران سننا مناسب ہے ۔ سادھوؤں کی صحبت میں وقت کو ضائع کرنا فضول نہیں ۔ کسب علم میں اگر وقت صرف ہو جائے تو نہایت مفید ہے تاکہ دھرم ادھرم میں خوب ادراک حاصل ہو یعنی سمجھ بوجھ کر دھرم کے کام کرنا جائز تصور کیا جاتا ہے ۔ اپنے آقا کی خدمت گذاری میں جلدی نہ ہونا چاہیئے ۔ بلکہ شانتی اور دلجمعی سے انجام دینا چاہیئے ۔

بات ہے وہ بات جو بات سے پہچانی جائے جو دنیا کی کہی ہی مانے

جل میں ترنگ جیسے جیو اور برہم ہیں ایسے ایک روپ ہیں کوئی کیسے دو بتلائے

نظم

بھولا بھولا کیوں پھرے جگت میں کیسے تیرا ناطہ رے ۔ نہ کسی سے لینا دینا نہ کسی سے ناطہ رے

نہ کسی کی بہن بھائی۔ نہ کسی کی ماتا جگت میں ۔ جو کسی اوشٹ سے نہیں اٹھے آوشٹ سے مل جاتے

شال دوشالہ سب کوئی اوڑھے انت خاک میں ملے جگت میں ۔ زار زار تیری ماتا روئے۔ بہن روئے دس ماس رے

مرگھٹ میں تیری تریا روئے ہنس اکیلا جاتا جگت میں

کوڑی کوڑی مایا جوڑی جوڑی لاکھ پچاس رے ۔ کہت کبیر سنو بھائی سادھو سنگ چلے نہ ماس رے

جیو یعنی انسان دکھ کیوں پا رہے ہیں

جواب۔ چور کو کبھی شانتی نہیں ملتی۔ ہر وقت اُس کا دل مانند پارہ کے مضطرب و لرزاں رہتا ہے۔ کیا وجہ کہ وہ اپنی چوری سے ڈرتا رہتا ہے کہ میں کب پکڑا گیا اور مجھے سزا ملی۔ قید خانہ گیا اور مار پڑی۔ بس یہی حال شدہ دنیا انسان کا ہے کہ یہ چور ہے اور خیانت دار ہے۔ اپنی ملکیت جو کہ دوسرے کا مال ہے سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔ یہ میرا اسباب اسپ و فیل زر و مال و جائداد ہے جس مالک کے یہ سب ہیں اُس کا نام بھی نہیں لیتا۔ بلکہ اُسکو ہزار ہا دشنام و گالیوں سے یاد کرتا ہے کہ میرا مال چرا لیا میرا اسباب بہا دیا میری جائداد کھو دی۔ میرا لڑکا مار ڈالا۔ کوئی پوچھے اِس نادان سے کہ جب تو پیدا ہوا تھا تیرے ساتھ کیا کیا سامان ہمراہ تھا ساتھ میں۔ اور جب مریگا تیرے ساتھ کیا کیا ساتھ جائیگا۔ بقول کسے

نہ لایا ساتھ کچھ اپنے۔ نہ کچھ ہمراہ جائے گا ۔ جیسے آیا خالی ہاتھوں۔ خالی ہاتھ جائے گا۔

پس یہ بد دیانتی و خیانت ہے۔ دکھ کا کارن ہے۔ امانت میں خیانت کرنا دکھ کا مول ہے۔ خدا و رحیم و رام و کرشن وغیرہ جس نام سے تم کو یاد کرو اُسکو درمیان سے اُٹھا کر خود مالک تابعض بننا دکھ کا سبب ہے۔ یہ نہیں سمجھے کہ جو میری پیدائش سے اول تھی اور بعد مرگ کے بھی رہیگی میں اُسکی موجودگی میں پیدا ہوا ہوں۔ اور پھر اُسکے ہوتے ہوئے ہی چلا جاتا ہوں۔ تو میں اس کا مالک کس طرح ہوسکتا ہوں۔ اسکا مالک حقیقی وہی ہے جو جہان کی پیدایش سے اول تھا اور جہان کے فنا کے بعد قائم رہیگا۔ وہ ایشور پرماتما۔ خدا۔ اللہ۔ رام۔ رحیم ہے۔ ہم تمام لوگ مانند چرند و پرند کے اس جہان میں گذارہ کرکے چلے جاتے ہیں اور ہمارے جیسے بیشمار ہوئے ہیں اور ہونگے۔ ملکیت کسی کی نہیں بچ سکتی یہی غفلت انسان کو باعث دکھ و گرفتاری ہے۔ مثلاً خواب میں کوئی بادشاہ ہوگیا۔ اور اس بادشاہی پر نازاں ہوکر اپنے کو مالک ملک سمجھے تو وہ عاقل نہیں ہے بلکہ محض نادان ہے کیونکہ جو

لگ گیا۔ اُسنے اُسکو بکریوں اور بھیڑوں میں شامل کر دیا۔ وہ بچہ اُنکا دودھ پیتا رہا۔ اور صحبت اُنکے ساتھ کرتا رہا جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی اصلیت شیر کو بھولکر آپ کو بکری و بھیڑ ماننے لگا۔ اُسی طرح بسے اور اُسی طرح گھاس چرے۔ ایک دن کسی دوسرے شیر نے اُسے اجاڑ جنگل میں دیکھا۔ اور حیران ہوا کہ شیر ہوکر بکریوں میں چر رہا ہے۔ جب اُسکے نزدیک گیا تو وہ مثل بکریوں کے اُس سے خائف ہوکر بھاگ گیا۔ اُسنے اُسے جبراً پکڑا اور جتایا کہ اے بیقل تو آپ کو بھولکر اسقدر اندھا ہو گیا ہے کہ اپنے ہمجنس سے خائف ہوتا ہے اور غیر جنس سے جو ہماری خوراک ہیں ملکر رہتا ہے۔ آ تو میری مانند شیر جنگل کا بادشاہ سب بہائم بکریوں کا مارنیوالا ہے۔ اِس سخن سے اُسکے یقین نہ آیا۔ اِسپر شیر اسکو لب آب پر لیجا کر اُسے اپنا اور اُس کا عکس دکھایا۔ اور کہا دیکھ تو اور میں یکساں صورت والے ہیں۔ اِس سے اُسکو یقین ہوا کہ میں بھی شیر ہوں پھر وہ گرجا اُسے دیکھکر دوسرا گرجا۔ تب اُس شیر نے اُس بچہ کو کہا کہ اب جاکر بکریوں میں گرج۔ اور پھر اپنی شان دیکھ۔ اُسنے اِسیطرح کیا۔ تمام بکریاں اُسکی آواز سنکر خوف سے بھاگ گئیں۔ وہ اکیلا جنگل کا بادشاہ ہوکر رہنے لگا۔

اِسی طرح یہ روح شیر بچہ۔ حواس ظاہری و باطنی سے جو مثل بکریوں اور بھیڑوں کے ہیں ملکر آپ کو بھول گیا ہے اور اُنکے ساتھ ملکر لذت نفسانی کی گھاس چرتا ہے۔ اور جسم و اسم وصفت میں مثل بکریوں کے مَیں مَیں کرتا ہے۔ جب کوئی دوسرا شیر یعنی عارف اسکو اس حالت میں دیکھکر اُسے ہدایت کرتا ہے کہ تو عین ذات ہے تو یہ اُس سے خائف ہوکر نفرت کرتا ہے۔ جب کتب متعدد میں جو مثل آب کے ہیں دکھاتا ہے سمجھاتا ہے۔ تو اُسکو اپنی اصلیت سوجھتی ہے اور پھر وہ نعرہ خود شناسی سے تمام حواس سے الگ جسم جنگل میں بادشاہ ہوتا ہے۔ اِس تمثیل سے ظاہر ہے کہ روح کو صحبت جسمانی سے ذاتِ حق کی طرف سے گمراہی ہوئی۔ کیونکہ لطافت میں جب کثافت شامل ہوتی ہے اُس وقت لطافت فراموش ہو جاتی ہے۔ دوسری وجہ اِسکی فراموشی کی یہ ہے کہ جو چیز بالکل ہی قریب ہو اُس کا علم نہیں ہوتا۔ جیسے آنکھ میں سرمہ ہے۔ اُسکو آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ یا آنکھ میں جو مردمک ہیں اُنکو آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ یا بینائی کو بینائی دیکھ نہیں سکتی۔ اِسیطرح روح جو بالکل ہی حق کے قریب ہے بلکہ اُسکے آسرے ہے اُسکو بھول گیا ہے۔ جب اُسکو جستجو کرتا ہے تو وہی ذات سمجھنے سے واصل ہوتا ہے۔ سوائے اُسکے اور کچھ دیکھ نہیں سکتا تو ثابت ہوا کہ قرابت ہی باعث فراموشی ہے۔ غرضکہ روح کو لباس جسمانی کی آلایش سے غفلت ہوتی ہے جس وجہ سے آپ کو محدود و موسوم و موجود سمجھتا ہے۔ اور یہی گمراہی اور غفلت کیوجہ ہے کہ جب ذاتِ بیچون و چرا میں خواہش چون و چرا ہوئی تو واحد سے کثیر اور بیحد سے محدود اور عالم سے غافل ہوا۔ یعنی وہ خواہش ہی باعثِ گمراہی ہے۔ جب خواہش زیادتی دور ہو وحدت باقی رہے یہ اصلیت ہے۔ کبت۔

بھولو سادھ جاپ بھول گئو پن پاپ کون یہ کون آپ کہاں لو بجانئے
برسوں سنجوگ بھئے موگ اُلٹ بھوگ بھئے سرجن یہ جوگ بھئے کیسے جی آنئے

صفائی قلب کے اصول

قدرت نے جو جسم اور حواس دل دماغ وغیرہ بنائے ہیں انکا آتما سے تعلق ہے۔ آنکھ۔ کان۔ ناک۔ زبان۔ ہاتھ۔ یعنی حواس خمسہ کو خود ہی حقیقت معلوم نہیں۔ لیکن آتما انکو اپنا مظہر سمجھتی ہے۔ دنیا میں اندریوں سے آتما اس طرح کام لیتی ہے جسطرح چابکسوار گھوڑے سے۔ اندریوں سے افضل ارتھ ہے من۔ من سے بدھی (یعنی عقل) بدھی سے مہاتتو (یعنی وہ عناصر سے افضل طاقت) مہاتتو سے اویکت (یعنی قدرت کاملہ) اور اس سے زیادہ کوئی ہے تو آتما۔ جنے آتما کو پہچانا وہ نجات وہی پا گیا۔ عام ذی روحوں کو آتما نظر نہیں آتی۔ اسکی روشنی ان لوگوں کی چشم دل کو نظر آتی ہے جو پریم گیانی ہیں۔ جو دھیان یوگ اور تپ کی طاقت سے اندریوں پر غالب یعنی خواہشات نفسانی پر قابو پا کر مہاتتو کے نشانوں سے آگاہ ہو جاتا ہے جسکو پریم برہم کا گیان ہو گیا یعنی سمجھ لیا کہ برہم میں ہی ہوں۔ یا یہ یقین ہو گیا کہ برہم مجھ ہی میں ہے وہ اور جنم جنموں سے چھوٹکر موکش کا درجہ حاصل کر لیتا ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ اور بھی نہیں۔ سو لوگ نفس کے قابو میں ہیں۔ جنکو آتما کا گیان نہیں جنہیں خواہشات نے مغلوب کر رکھا ہے وہ زندگی موت کے جھگڑوں میں پھنسے رہتے ہیں آفریں ہے اُن اشخاص پر جو کہ تعلقات نفسانی سے علیحدہ ہو کر برہم سے دل لگاتے ہیں اور قلب کی ذلالت کو گیان کے پاک اور لطیف پانی سے دھو کر بہاتے ہیں۔ نہ پن سے غرض اور نہ پاپ سے مطلب ہے۔ وہ پہاڑ کی طرح اٹل ہو کر نارائن کے دھیان میں مگن ہو جاتے ہیں انکو ہر وقت آنند ہے۔ ان امور کو ہر ایک شخص نہیں جان سکتا ہے۔ نہ شاستر پڑھنے والے ہی ان بھیدوں سے واقف ہیں۔ ایسی باتیں قدرت کیطرف سے دل میں پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی حال بھگتی اور پریم کا ہے۔ پریم کا دل خاص جوہر ہے۔ وہ خود ہی پیدا ہوتا ہے اُسکا سکھلانے پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پریم جسکو ہم محبت کہتے ہیں وہ ودیا پڑھنے سے نہیں آتی۔ معبود حقیقی میں جب دل لگ گیا تو پریم پیدا ہو گیا۔ اور جب پریم ہوا تو پرماتما کے درشن ہونا لابدی ہیں جس طرح دہی سے مکھن اور کاٹھ سے اگنی پیدا ہوتی ہے۔ یہ گیان دس ہزار ویدوں کی رچاؤں سے متھ کر آبحیات کی طرح نکالا گیا ہے آدمیوں کو لازم ہے کہ اپنے بیٹے پوتے۔ ناتی سنواسے کو اس گیان کی تلقین کریں۔ یا جو بھگت پریم کے بس ہو انکو اپدیش دیں۔ اُن لوگوں کو ایسا گیان سکھانا لازمی نہیں ہے جو حواس خمسہ کے مطیع اور بندے ہیں۔ ریاکار۔ کبر و نخوت کے پابند لوگوں پر یہ گیان اپنا اثر نہیں دکھلاتا۔ سعدی کا قول ہے۔ نصیحت کن مرا چندانکہ خواہی ÷ کہ نتواں شستن از زنگی سیاہی

انسان اپنی اصلیت سے کیوں گمراہ ہو گیا ہے؟

جواب۔ بباعث نشہ کثرت و غفلت گمراہ ہو گیا ہے ÷ اسپر ایک مثال دیجاتی ہے۔ ایک شیر کا بچہ کسی گدھے کے ہاتھ

مرنے سے پہلے مرنا ہو تو سن لے یہ تدبیر — بیٹھ رہو چھپکے کسی گوشہ میں ہو کر خاموش

دیگر

ملک عدم یقیناً فردوس جاوداں ہے — آرام جاں کا گھر ہے آرام کا مکان ہے
بیفکریوں کی منزل خوشیوں کا آستاں ہے — راحت کی سرزمیں ہے عشرت کا آسماں ہے

دنیا کے رنج و غم کی ہر بابت ہے پوچھو — اہل عدم کی خوشیاں اہل عدم سے پوچھو

دیگر

طفل یہ رو رو کے کہتے ہیں زبانِ حال سے — جو عدم میں چین تھا دامانِ مادر میں نہیں

غزل

ہستی میں یاد آئے نہ کیونکر عدم مجھے — وہ آدمی نہیں جسے حب الوطن نہ ہو
دلا غافل نہ ہو یکدم کہ دنیا چھوڑ جانا ہے — باغیچے چھوڑ کر خالی زمیں اندر سمانا ہے
بدن نازک گلوں جیسا جو لیٹے سیج پھولوں پر — ہوویگا ایک دن مردہ یہی کیڑوں کا کھانا ہے
نہ بیلی ہوویگا بھائی نہ بیٹا باپ نہ مائی — کیا پھرتا ہے سودائی عمل نے کام آنا ہے
پیارے نظر کر دیکھو پڑی ہیں باڑیاں خالی — گئے سب چھوڑ خالی دیہہ دغابازی کا بانا ہے
غلط فہمی یہی تیری نہیں آرام ہے اس جا — مسافر بے وطن ہے تو کہاں تیرا ٹھکانا ہے

دیگر

چیست دنیا مرلبہ پرسیدم از فرزانہ — گفت یا خواب است یا باد است یا افسانہ

منزل عدم

رہنے والوں کا عدم کے حال کس سے پوچھئے — اس طرف کو آج تک واں سے پھرا کوئی نہیں

دیگر

جو پھر کے آئے مسافر کوئی تو ہو معلوم — عدم کی راہ میں ہیں یا نہیں نشیب و فراز

دیگر

ہستی سے زیادہ ہے کچھ آرام عدم میں — جو جاتا ہے واں سے وہ دوبارا نہیں آتا

دیگر

یارانِ رفتگاں کا کھلے حال کس طرح — بھیجا نہیں کسی نے بھی لکھ کر عدم سے خط

دیگر

پہنچی نہ رفتگانِ عدم کی جو کچھ خبر — کیا جانے کیسی جاتے ہی منزل پہ بن گئی

دیگر

جانفزا کس درجہ ہے سیرِ عدم آیا دیمی — جا رہے ہے جان دیگر اک جہاں زیر زمیں

دیگر

گم گشتہ پھیر کریں رہروانِ منزلِ ہستی — سوئے پس ماندگاں مڑ کر نہ ہنگام سفر دیکھا

دیگر

حالت اقلیم عدم کی کس سے پوچھیں اے عزیز — رہنے والے تو وہاں کے کچھ نہیں دیتے جواب

دیگر

چھوڑ کے ایسی منزل کا بھلا گمنام کیوں آ کر — کرینگے آہ مجبوراً اسے معلوم خود جا کر

ہوا۔ ہوا سے بارش اور بارش سے زمین پر آتے ہیں۔ زمین میں اناج کی کسی دانہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ پھر مرد کے جسم میں جا کر ویریہ بنتا ہے۔ پھر عورت کے گربھ میں آتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ شرتی کہتی ہے کہ اس طرح جیو آتما ایک لوک سے دوسرے لوک میں پڑے چکر کھایا کرتے ہیں اور یہ چکر کسی طرح ختم ہونے میں نہیں آتا۔

اب ان لوگوں کے لیے جو نہ گیان کے اپاسک ہیں نہ کرم کانڈی ہیں یہ شخص ظاہر ہے کہ نہ دیویان پر چلنے کے ادھکاری ہیں نہ پتریان پر محض دنیوی ہوس میں پھنسے اور دنیا کے شغل میں رہتے ہیں اسواسطے انہیں نہ برہم لوک میں جانا نصیب ہوتا ہے نہ پتری لوک میں۔ بلکہ یہیں دنیا میں مرتے اور پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ وحشی یا نیچ ذاتوں کے آدمی بن گئے یا کیڑے مکوڑے ہو گئے۔ پنچ اگنی ودیا کا نقشہ بھی ذیل میں دیا جاتا ہے۔

نمبر شمار	اگنی	اینڈھن	دھواں	شعلہ	انگارے	چنگاریاں	آہوتی	پیدائش
۱	دیولوک	سورج	کرنیں	دن	اطراف	کونے	شردھا	سوم راجہ
۲	ابر	سال	بادل	بجلی	بجر	کڑک	سوم راجہ	بارش
۳	بھولوک	پرتھوی	آگ	رات	چاند	تارے	بارش	اناج
۴	مرد	کھلا منہ	پران	بانی	آنکھیں	کان	اناج	ویریہ
۵	عورت	مقام مخصوص	عضوئے زنانہ	شہوت	مجامعت	لذت یا فرحت	ویریہ	پرش

پیارے جگیاسو شرتی پکار پکار کر کہتی ہے کہ جب تک آتم گیان نہیں ہوتا موافق رہٹ کے چکر گھومتا رہیگا کبھی اوپر اور کبھی نیچے۔

طالب۔ آپنے تو بہت سا حال تحریر کیا ہو جو میری سمجھ میں نہیں آتا مجھے مختصر طور پر سمجھا دیجئے۔

عارف۔ پیارے طالب اپنشدوں میں مرنے کے بعد انسان کے دو رستہ بتلائے ہیں۔ دیویان۔ پتریان

جو لوگ کامل تیاگی۔ پورے گیانی اور ذات مطلق وخود میں ابھید ہو گئے ہیں وہ براہ دیویان جاتے ہیں اور وہ عین حیات جیون مکت ہیں۔ بعد مرگ مکت ہوتے ہیں۔ اور وہ دنیا میں پھر لوٹ کر نہیں آتے۔

(۲) جو لوگ نشکام۔ یگیہ۔ دان۔ تیرتھ۔ برت۔ پراوپکار وغیرہ کام کرتے ہیں وہ لوگ بعد مرگ براہ پتریان جاتے ہیں اور حسب مقدار انکے شبھ کرم ہیں انکا پھل بھوگتے ہیں اور جس وقت انکا کرم پھل ختم ہو جاتا ہے انکی واپسی اس سنسار میں پھر ہوتی ہے اور ان پانچ اگنیوں کے ذریعہ پھر شکم عورت میں حمل قرار پا کر پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ دائمی آرام وخوشی میسر نہیں ہوتی اور جو لوگ اس دنیا میں بداعمال وبدکردار ہی ہمیشہ رہے ہیں وہ اس دنیا میں نیچ ذات میں پھر پیدا ہوتے ہیں۔ غرضیکہ کیڑے مکوڑے تک جون بھوگتے ہیں۔ یہ ہے "مرنے کے بعد کیا ہوگا" اسکی تشریح۔

صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے ۔۔۔ عمل جو نیک ہوں تو ایسی خواب کا ڈر نہیں
مرنے کو پیچھے نہیں جو تو ہے سجان ۔۔۔ پاپ پن کو بھوگ لے ویہ ہے اتمی جان

کو۔ دیو لوک سے سورج کو۔ سورج سے بجلی کی لوک کو۔ یہاں ایک پرش آکر جو آدمی نہیں ہے انہیں برہم لوک میں لیجاتا ہے
برہم لوک میں لاتعداد برسوں تک رہتے ہیں انہیں بازگشت نہیں ہوتی۔

منتر ۱۶۔ جو لوگ یگیہ دان۔ تپ سے لوکوں کو جیتتے ہیں وہ دہوئیں کی طرف جاتے ہیں۔ دہوئیں سے رات کو۔ رات سے اندھیرے پندرھواڑے کو۔ اندھیرے پندرھواڑے سے چھ دکشنائن مہینوں کو۔ ان مہینوں سے پتری لوک کو۔ پتری لوک سے چاند کو۔ چاند میں پہنچکر اناج بنتے ہیں۔ اور جس طرح یگیہ میں پجاری پیالے میں بار بار سوم رس بھر بھر کر آخر پیالہ خالی کر دیتے ہیں۔ اسیطرح انہیں دیوتا کھا لیتے ہیں جب کرم بھوگ ختم ہونے پر واپس پھرتے ہیں۔ تو پہلے آکاس میں آتے ہیں۔ آکاس سے ہوا میں۔ ہوا سے بارش میں۔ بارش سے زمین میں۔ زمین پر پہنچکر اناج بنتے ہیں پہلے مرد روپ اگنی میں ہوم کئے جاتے ہیں پھر عورت روپ اگنی میں پیدا ہوتے ہیں۔ اسیطرح ایک لوک سے دوسرے لوک میں جاتے ہیں۔ یہ چھوٹے چکر کھایا کرتے ہیں۔ جو ان دونوں رستوں کو نہیں جانتے وہ کیڑے پتنگے اور مچھر بنتے ہیں۔

تشریح۔ دیویان کا ادہکاری مندرجہ ذیل ہیں (۱) جو پنچ اگنی ودیا جانتے ہیں۔ یہ گرہستی ہوں یا بان پرست یا سنیاسی ہوں (۲) گو جو جنگلوں میں رہنے والے اپاسک جو بان پرست ہوں یا سنیاسی یہ آپاسنا شردہا یعنی دلی اعتقاد سے ستیہ یعنی سوتنتر اپاسنا یا ہرن گربھ کی جو لوک پرلوک سب کا خالق اور راہ بہت چلتی ہے منزلیں رستہ کی منتر نمبرہ میں تفصیل آچکی ہے یہاں سے کوئی پرش جو برہم لوک کا دیوتا ہے آکر اسے برہم پرجاپتی کے لوک میں لیجاتا ہے یہاں کلپ کے آخر تک وہ رہتا ہے اور آخر ہرنیہ گربھ یا پرجاپتی کے ساتھ مکش پاتا ہے۔ اس رستہ میں ترقی ہی ترقی ہے۔ آدمی گرنے نہیں پاتا یعنے اسے بازگشت نہیں ہے موکش پاتا ہے۔ پتریان پر چلنے کے وہ لوگ ادہکاری ہیں جو یگیہ یعنی ویدک کرم کرتے ہیں۔ دان یعنی پروپکار وغیرہ کے کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ تپ یعنی خاص قسم کی ریاضتیں یا یوگ کے ابھیاس کرتے رہتے ہیں۔ مگر سمادھی کے درجے کو نہیں پہنچنے پاتے اور بیچ میں مرجاتے ہیں۔ انکا رستہ تاریک ہے یعنی وہ نیچے لوکوں میں یا ادہکار نہیں پاتے۔ نہ آگے روحانی ترقی کرتے جاتے ہیں بلکہ پتریان لوک میں کرم پھل بھوگ کر پھر دنیا میں لوٹ آتے ہیں۔ اس رستہ کی منزلیں سابق میں درج ہو چکی ہیں۔ یہاں پہنچکر وہ اسی طرح دیوتاؤں کے اناج یعنی بھوگ بنتے ہیں جس طرح راجہ کا خاندان و ارکین سلطنت وملازمین راجہ کے بھوگ ہوتے ہیں۔ آخر یہی دیوتا انہیں چر جاتے ہیں بھلا کس طرح۔ جس طرح یگیہ میں براہمن چکھتے ہوئے سوم رس کے پیالے بار بار بھر کر اور پی کر آخر خالی کر دیتے ہیں۔ اسیطرح سورگ لوک میں ان لوگوں کے کرم ادے ہوتے رہتے ہیں اور دیوتا انکے مطابق پھل دیتے رہتے ہیں۔ یہ بار بار پیالہ کا بھرنا ہے آخر وہ دن آتا ہے کہ کرم پھل ختم ہو جاتے ہیں۔ یا یہ پیالہ کا خالی کرنا ہے اور سورگ سے دھکے دیکر نکال دیئے جاتے ہیں۔ یہ پیالہ کا خالی کرنا ہے۔ نکل کر یہ جیو سورگ سے آکاس۔ آکاس سے

منتر ۱۲- اے گوتم تحقیقاً مرد اگنی ہے۔ کھلا ہوا منہ اس کا ایندھن ہے۔ پران دھواں ہیں۔ بانی شعلہ ہے۔ آنکھیں انگارے ہیں۔ کان چنگاریاں ہیں۔ اس آگ میں دیوتا ان کی آہوتی دیتے ہیں اس آہوتی سے ویریہ پیدا ہوتا ہے

منتر ۱۳- اے گوتم تحقیقاً عورت اگنی ہے۔ مقام مخصوص اسکا ایندھن ہے۔ موئے زہار دھواں ہو۔ شہوت شعلہ ہے مجامعت انگارے ہیں۔ لذت مباشرت چنگاریاں ہیں۔ اس آگ میں ویریہ کی آہوتی دیتے ہیں اور اس آہوتی سے پرش پیدا ہوتا ہے۔ وہ جب تک زندگی ہے جیتا ہے۔ جب مرتا ہے۔

تشریح- اس میں دوسرے اور تیسرے سوالوں کا بھی جواب آگیا۔ کہ جیو دنیا میں کیونکر واپس آتے ہیں۔ اور وہ لوک بھر کیوں نہیں جاتا۔ کہ جیو وہاں جاتے ہیں تو سب ٹھیرہی نہیں جاتے بلکہ اس دنیا میں واپس آنیکا تار برابر لگا رہتا ہے۔ جیسے سرائے میں مسافر آتے جاتے رہتے ہیں اور وہ کبھی بھرنے نہیں پاتی۔ اسی طرح عالم عقبیٰ بھی کبھی بھرتا نہیں۔

منتر ۱۴- اسے پھونکنے کے لئے لیجاتے ہیں۔ آگ ہی اسکی آگ ہو۔ ایندھن ہی اس کا ایندھن ہے دھواں ہی اسکا دھواں ہو۔ شعلہ ہی اس کا شعلہ ہے۔ انگارا ہی اس کا انگارا ہے۔ چنگاریاں ہی اسکی چنگاریاں ہیں۔ اس میں دیوتا لاش کی آہوتی دیتے ہیں اس آہوتی سے درخشاں رنگ کا پرش پیدا ہوتا ہے۔

غرض۔ سورگ۔ ابر۔ یہہ لوک۔ مرد۔ عورت۔ پانچ ایسی چیزیں ہیں جن میں اگنی کی درشٹی کرنی چاہیئے۔ انہیں جیو کی آہوتی دی جاتی ہے اور آخر وہ صورت انسان میں نمایاں ہوتا ہے۔ جب تک اسکی زندگی رہتی ہے جیتا رہتا ہے جب مرجاتا ہے تو جس طرح آگ سے پیدا ہوا تھا اسی طرح آگ میں ہی پھونکتے ہیں۔ اس شمشان کی آگ میں کوئی درشٹی کرنی ضروری نہیں۔ بلکہ اسکی آگ معمولی آگ ہو۔ ایندھن معمولی ایندھن ہے وغیرہ وغیرہ۔ لاش جل چکتی ہے تو چمکتے ہوئے سوکشم شریر میں لپٹا ہوا جیو الگ ہوجاتا ہے۔ اور اونچے نیچے لوک میں کرم پھل بھوگنے کے لئے جاتا ہے۔ اسی طرح آواگون کا سلسلہ متواتر اور متوالی چلا جاتا ہے۔ کرموں سے اونچے نیچے لوک ملتے ہیں۔ بھوگ ختم ہوجاتا ہے تو آدمی پھر دنیا میں آتا ہے یہاں اور کرم کرتا ہے۔ انکے پھل بھوگنے بھی اونچے نیچے لوگوں میں جاتا ہے اس طرح یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ دوسرے اور تیسرے اور چوتھے سوالوں کا جواب گوتم رشی کو سمجھا کر اب راجہ پھر پہلے اور پانچویں سوالوں کے جواب دینے شروع کرتا ہے۔ پہلا سوال یہ ہے کہ مرکر سفر آخرت کرتا ہے تو اسکے راستے کیونکر جدا ہوتے ہیں۔ اور دوسرا یہ کہ دیویان اور پتریان کی پراپتی کیونکر ہوتی ہے۔

منتر ۱۵- جو ایسا جانتے ہیں اور جو جنگل میں شردھا اور ستیہ کی اپاسنا کرتے ہیں وہ شعلہ کی طرف جاتے ہیں۔ شعلے سے دن کو۔ دن سے اجیالے پندرہواڑے کو۔ شکل پندرہواڑے سے چھ اترائن مہینے کو۔ ان مہینوں سے دیولوک

ہیں۔ یہ سنکر سویت کیتو نے کہا کہ میں ان سوالوں میں سے ایک کا جواب بھی نہیں جانتا۔
سویت کیتو کو چونکہ راجہ کے سوالوں کا جواب نہیں آیا۔ اس واسطے شرمندہ ہو کر گھر واپس آیا اور باپ سے
شکایت کی۔ باپ نے کہا مجھے خود انکا جواب نہیں آتا۔ اس لئے بہتر ہے کہ راجہ کے چیلے بنکر اُس سے
یہ تو یا سیکھیں۔

منتر ۴۔ باپ نے کہا کہ اے عزیز تجکو ایسا جان کہ جو کچھ مجھے آتا تھا وہ سب میں نے تجھے بتا دیا۔ اب یہ کر کہ وہاں واپس
چلکر ہم چاریوں کی طرح رہیں۔ سویت کیتو نے کہا کہ آپ ہی جائیں۔ یہ سنکر گوتم رشی جہاں جیلی کا بیٹا پرواہن
تھا وہاں پہنچا۔ راجہ نے اُسکے بیٹھنے کو آسن دیا۔ اور پانی منگوا کر ارگیہ کو دیکر کہا کہ بھگوان گوتم ہم آپ کو
بر دیتے ہیں۔

منتر ۵۔ گوتم نے کہا آپنے جو مجھے بر دینے کا وعدہ کیا ہے اسکے ایفا میں میرے بیٹے سے آپنے جو سوال پوچھے تھے
اُنکے جواب مجھے بتلایئے۔

منتر ۶۔ راجہ نے کہا کہ اے گوتم تمہارا بر دیوتاؤں کے متعلق ہے۔ آدمیوں کے متعلق مانگو!

منتر ۷۔ پھر کہا کہ تم چاہتے ہو کہ میرے پاس۔ سونا۔ گائے۔ گھوڑے۔ لونڈیاں۔ نوکر۔ چاکر۔ کپڑا۔ بافراط موجود ہے۔
گوتم نے جواب دیا۔ کہ آپ بہت سی۔ بے حد۔ اور لا انتہا دولت کو دینے میں مجھ سے بخل نہ کریں۔ راجہ نے پوچھا کہ اے
گوتم کیا تم پرانی رسم کے بموجب مجھ سے بدیا چاہتے ہو۔ گوتم نے جواب دیا کہ میں آپکا چیلا بنکر پاس آیا ہوں۔ پہلے
زمانہ میں یہی الفاظ بولکر لوگ اچاریوں کے پاس آتے تھے۔ پس آنے پاس آنکے الفاظ کہکر ہی راجہ کے ہاں رہنا شروع کیا

منتر ۸۔ راجہ نے کہا کہ اے گوتم تم اس میں ہمیں اس طرح قصور وار نہ ٹھیراؤ جس طرح بزرگوں نے ٹھیرایا ہے۔ اب سے پہلے یہ
بدیا کسی برہمن کو نہیں ملی۔ میں اسے آپکو بتاؤنگا بھلا جس طرح تم بول رہے ہو ایسے آدمی سے کون انکار کر سکتا ہے۔

منتر ۹۔ اے گوتم حقیقتاً وہ لوک اگنی ہے۔ سورج اُسکا ایندھن ہے کرنیں دھواں ہیں۔ دن شعلہ ہے۔ اطراف انگارے ہیں گوشے
چنگاریاں ہیں۔ اس آگ میں دیوتا سردھا کی آہوتی دیتے ہیں اور اس آہوتی سے سوم راجہ پیدا ہوتا ہے۔

منتر ۱۰۔ اے گوتم ابر اگنی ہے۔ سال اس کا ایندھن ہے۔ بادل دھواں ہے بجلی شعلہ ہے۔ بجر انگارے ہیں کڑک چنگاریاں ہیں۔
اس آگ میں دیوتا سوم راجہ کی آہوتی دیتے ہیں اُس آہوتی سے بارش پیدا ہوتی ہے۔

منتر ۱۱۔ اے گوتم حقیقتاً یہ لوک اگنی ہے۔ پرتھوی اس کا ایندھن ہے۔ آگ دھواں ہے۔ رات شعلہ ہے۔ چاند انگارا ہے
ستارے چنگاریاں ہیں۔ اس آگ میں دیوتا بارش کی آہوتی دیتے ہیں۔ اس آہوتی سے اناج پیدا ہوتا ہے

جنکے ہرنے بھاؤ نا ہے　　پاہو مورتی نیکے تن تیے　　دیکھے ہیں ہبوہ پہاڑ ان ہبیر　　جو جیوں دہرے شریرا

سے ہر چل جو نرب بیکھا　　تن پہیو ہکیٹ کال ہم دکھیا　　پلہ وا ہن دیکھے وہجاتی　　جیو ہشن روشن سکھدائی

(ج) جو شخص ہر اتوار اور بدھ وار کو گرجا میں صدق دل سے دعا مانگتا ہے - ہر صبح و ہر شام دعا لوچیہ کر یا جبر ہو کر سر جھکا کر اور ہاتھ اٹھا کر نماز ادا کرتا ہے وہ مرتے وقت اپنے ملتجی (شفاعت کنندہ) کے دھیان میں جسم کثیف چھوڑتا ہے - وہ کہیں وقتِ انتقال خدا کے دائیں ہاتھ کو حضرت عیسٰی کے زیر سایہ منتقل ہوگا

(د) جو شخص ساری عمر مکت شلا پلو رہیگا وہ خواب مرگ میں مکت شلا ضرور گھڑلیگا اور اسکو تخت گاہ بنائیگا

(س) جسکے دل میں خوب جچ گیا ہے کہ میں گنہگار ہوں نیچ ہوں - پاپی ہوں - دوزخ کے لائق ہوں وہ خواہ مخواہ خواب دوزخ کا مستحق ہو بیت - دنیا کے خیالات ہیں جسکے دل میں + واپس دنیا میں وہ ضرور آئیگا -

جس طرح کہ بعد خواب بیداری ہے　**رباعی**　بیداری سے پھر خواب کی تیاری ہے

اے مکت اسی طرح سے تا حدِ نجات　　آنے جانے کا سلسلہ جاری ہے

دنیا ہے اے مکت ایک بازار لگا　**رباعی**　آنے جانے کا ہے یاں تار لگا

خواہش ہے کہ سب کو کھینچکر لاتی ہے　　خواہش نہیں دل کو تو زنہار لگا

معترض - آپنے تو منازل موت کو خواب خیال ہی بنا دیا - کسی وید شاستر کا حوالہ دیجئے تاکہ راست و صحیح تصور ہو -

جواب سبہار نیک - اپنشد - چھٹا ادھیائے دوسرا برہمن - مرنے کے بعد جیوں کی گتی -

منتر ۱ - ارن رشی کا پوتہ سویت کیتو پانچال والوں کی سبھا میں تھا اور وہاں اس وقت جبل کے بیٹے راجہ پرواہن کے پاس پہنچا جب ملازم اسکی خدمت کر رہے تھے - راجہ نے اسے دیکھ کر کہا لڑکے - اسنے جواب دیا جی - پھر پوچھا تیرے باپ نے تجھے تعلیم دی ہے - اسنے کہا - ہاں -

منتر ۲ - راجہ نے پوچھا جانتا ہے کہ لوگ مر کر سفر آخرت کرتے ہیں تو کس طرح رستے جدا ہوتے ہیں - اسنے کہا کہ نہیں

پھر پوچھا جانتا ہے کہ اگرچہ آدمی پھر پھر کر اس لوک میں جاتے ہیں مگر وہ بھر کیوں نہیں جاتا - اسنے کہا کہ نہیں -

پھر پوچھا کہ جانتا ہے کہ کونسی آہوتی سے پانی پرش کہلانے اور اٹھ کر بولنے لگتا ہے - اسنے کہا نہیں -

پھر پوچھا کہ دیویان اور پتریان کی پراپتی کیونکر ہوتی ہے - یعنی کن کرموں سے آدمی دیویان یا پتریان کے رستے جاتے ہیں - کیا تو نے رشی کا بچن نہیں سنا کہ میں نے آدمیوں کے لئے دو راستے سنے ہیں پتروں کا رستہ اور دیوتاؤں کا رستہ - انہیں پر تمام خلقت اچلکر جاتی ہے - اور وہ دونوں ہی ماتا اور پتا کے بیچ میں

جواب - جیو برہم کی ایکتا (وحدت) تیاگ لچھنا سے ثابت ہی ہے - اسکی تشریح کی اس جگہ کوئی ضرورت نہیں ہے -
بس حباب پانی کی میں ملجاتا ہے - کوئی شے جدا نہیں ہے -

جب جوت میں، جوت مل گئی تو کیا دیکھا — پوچھو مت ہے جو اچنبھا دیکھا
ہم نے اپنے تئیں اس جا دیکھا — ہاں دیکھا تو یار جلوہ فرما دیکھا

بعد مرنے کے گدا و شاہ کی تمیز ہی نہیں رہتی ہے

جو آہنگ رفتن کند جان پاک — چہ بر تخت مردن - چہ بر روئے خاک

(۲) عالم بیداری کے بعد خواب کا عالم ہمیشہ آیا کرتا ہے - خواب سے بیداری طلوع ہوا کرتی ہے - گویا موت سے پھر احیاء ہوا کرتا ہے - عالم خواب کے مضمون اکثر وہی ہوتے ہیں جو دن بھر توجہ کو کھینچے رہے ہوں - یعنی جو خیالات عالم جاگرت میں جسم لطیف کو مصروف و مشغول رکھتے رہے ہوں عموماً وہی عالم خواب میں ظہور پکڑا کرتے ہیں - جو عمل ہر روز وقوع میں آتا ہے وہی بڑی ہیکل (پیمانہ) پر مرنے کے بعد واقع ہوتا ہے -

ایک سچا اور پکا زاہد جو پچاس سالہ زندگی کے تمام دن بھر میں بچپن سے لیکر بڑھاپے تک پانچ وقت نماز پڑھتا رہا ہو اس یقین کے ساتھ کہ جب موت کی رات پڑیگی - مجھے بہشت بریں نصیب ہوگا - حور و غلمان ہم آغوش ہونگے - آب کوثر پینے کو - باغات عالی سیر کو - قصور نفیس رہنے کو ملیں گے - بیشک موت کی رات پڑنے پر ایسے مومن کے جسم لطیف کو یہ سب چیزیں ملنی چاہئیں ؎

رباعی

دنیا نظر آتی ہے مجھے مثل سراب — میرا ہی تصور ہے کہ ہے صورت آب
بیخوف ہوں بیخوف ہوں بیخوف ہوں میں — جو کچھ ہے سراب ہے - عدم ہے یا خواب

رباعی

جس طرح کہ عالم ہے یہاں کا جھوٹا — عالم ہے اسی طرح وہاں کا جھوٹا
اے مکت ہمارا تو عقیدہ یہ ہے — سو اسے بہشت جاوداں کا جھوٹا

دیگر

اے طبع رواں تیری روانی ہے غلط — سچ کہتا ہوں یہ رام کہانی ہے غلط
آنا جانا یہاں ہی ہے وہاں بھی ہے — سو دا ہے - بہشت جاودانی ہی غلط

(ب) جو شخص تمام عمر کے جاگتے روز میں مندروں میں ہاتھ جوڑ جوڑ کرا ور ماتھے رگڑ رگڑ کر یہ نشچے (یقین) پکا تا رہا ہے کہ جب سے پرانا شری کرشن مہاراج کے درشن کبھی نہ چھوٹیں - ایسے بشواسی بھگت کو رویہ واز میں (بعد مرگ) ضرور گوکل ملیگا

کیا نظارہ ہے اسکی قدرت کا ✤ کہیں ظاہر کہیں چھپا دیکھا
صورت گل میں کھل کھلا کے ہنسا ✤ شکل بلبل میں چہچہا دیکھا
دیکھا آپ ہو کے بھی آپ ✤ نہ کوئی اس کے ماسوا دیکھا
بلکہ یہ کہنا بھی تکلف ہے ✤ جیسے سکونت ہے یا دیکھا

تمام دنیا مرنے و پیدا ہونے کو کیوں مانتی ہے؟

جواب - بن ناگری شل کتاب کے سمجھو اور کتاب کا مطالعہ کرنیوالا کتاب کے صفحہ پر صفحہ الٹتا چلا جاتا ہے۔ جب دوسرا صفحہ نکلتا ہے تو پہلا اسے بھی پلٹتا ہے کہ کتاب کے صفحے پلٹے جاتے ہیں۔ نہ کوئی بدلتا ہے۔ نہ کوئی آتا ہے۔ نہ کوئی جاتا ہے۔ مطالعہ کتاب کا کرنیوالا نہ بدلتا ہے نہ کہیں آتا ہے نہ کہیں جاتا ہے۔ یہ تمام قدرت۔ پرکرتی یا مایا۔ روح کے سامنے ایسی ہی ہے جیسے آدمی کتاب کا ایک باب پڑھ لیتا ہے۔ اور پھر دوسرے باب کا مطالعہ شروع کرتا ہے اور نئے نئے مضامین نظر سے گذرتے ہیں۔ جب وہ پڑھ لیا تو دوسرا شروع ہوا غرض کہ بدلتے مضامین یا نظارے ہیں۔ آتما یا روح میں کوئی تبدیلی نہیں۔ وہ ہمیشہ جوں کی توں ہے۔ تبدیلی ہمیشہ مایا۔ پرکرتی (قدرت) میں ہے۔ روح انسانی میں مطلق تبدیلی نہیں ہے۔ پھر روح کا بدلنا کیا۔ پس پیدائش و مرگ۔ قدرت یا پرکرتی۔ مایا میں ہے۔ اور یہ دھوکا اگیانی پرشوں کو ہو رہا ہے جس طرح کہ ریل گاڑی میں بیٹھے ہوئے یہ دھوکا ہوا کرتا ہے کہ درخت چلے جا رہے ہیں۔ اسیطرح پیدائش و مرگ کا مغالطہ ہے۔

سورج چلتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور زمین ساکن نظر آتی ہے۔ حالانکہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔ پس یہی حال پیدائش و مرگ کا مغالطہ ہے اور یہ سب وہم و خیال کے سوا کچھ نہیں ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ✤ ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

مرنے کے بعد کیا ہوگا

جواب - پھر آنہ ملک عدم سے کوئی کہ میں پوچھوں ✤ مسافر و منزل پہ کیا گذرتی ہے۔

یہ سوال بالکل بے معنی ہے۔ آج تک کسی مرنے والے نے یہ خبر نہیں دی۔ البتہ کامل عرفان و گیان وان مہاپرشوں سے ایسا سنا ہوا ہے۔ جو بیج بوئے گا پھل پائیگی ✤ رکھ یاد کہ بیکار نہیں جائیگی۔

(۲) یہ جسم پانچ عنصروں کا مجموعہ ہے۔ بعد مرگ ہر ایک عنصر اپنے ذخیرہ کلی میں مل جاتے ہیں
مٹی کی مٹی۔ آگ اگنی۔ جل جل۔ پانی کے پون پونے ✤ اب کس سے پوچھوں کون ہوا مرکے کون بچھڑے

معترض - یہ تو آپنے عناصروں کا حال ظاہر کیا ہمارا مطلب تو جیو (روح) سے ہے کہ اس کا کیا حشر ہوگا؟

اذاں گر ہے مسجد میں تیری صدا ہے | کہ ناقوس ہے مندر میں تیری نوا ہے
کلیسا میں چرچا ترا ہو رہا ہے | غرض چار سو سب کی یہ ہی صدا ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

جدھر دیکھا تیری آرزو ہے | نظر جس پہ کی ہے تری جستجو ہے
ترانہ کرو اے خدا کو بکو ہے | ثنا بھی تو یہ ہی ثنا چار سو ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رونما ہے

ترا راستہ ہے طریقت شریعت | تری راہ ہے نام جس کا طریقت
ترے راستے معرفت اور حقیقت | جہاں جاؤ ملتی ہے بس ایک وحدت

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

تجھے دیدۂ حق نگر دیکھتا ہے | تجھے عارف باخبر دیکھتا ہے
تجھے ذوق یوں جلوہ گر دیکھتا ہے | کہ بس تو ہی تو ہے جدھر دیکھتا ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رُو نما ہے

غزل

مری جستجو ہی سے جو جستجو ہے | بخدا وہ خدا سے جدا ہی نہیں
پس و پیش محیط ہے نورِ خدا | چپ و راست لپیٹا ہے نورِ خدا
مرے زہر جبیں ہی ہو ماہ جبیں | ترے نور سے پُر ہو زمان و زمیں
ترا جلوہ ہے جلوۂ برق جہاں | کہ عیاں بھی ہو اور نظر سے نہاں
مرے دل میں وہ جوش محبت ہے | مجھے تجھ سے جو عشق و الفت ہے
کبھی کہ جسے جا بجا دیکھا | کہیں بندہ کہیں خدا دیکھا
کہیں عابد بنا کہیں زاہد | کہیں رندوں کا پیشوا دیکھا

دیگر

کہ حجاب خودی دوئی جو اٹھا | کوئی چیز خدا کے سوا ہی نہیں
تمہیں جس کی تلاش ہے اے بے خبر | کبھی تم سے جدا وہ ہوا ہی نہیں
تجھے کس نے کہا کہ ہے پردہ نشیں | کبھی تو تو کسی سے چھپا ہی نہیں
کسی تاب ہے دیکھے نظر بھر کر | ابھی ہم ہی ایسا کہ تھا ہی نہیں
کہ تو ملا کہ جفا و ستم کرے | مجھے تیری ستم سے گلا ہی نہیں
کہیں بادشاہ تخت نشیں | کہیں کاسہ لئے گدا دیکھا
کرکے دعوی کہیں انا الحق کا | بر سر دار وہ کھنچا دیکھا

وہ خود موت کا عالم الکل ہے۔ کیونکہ برہم واحد ہے۔ تمہارے میں وہ ظاہر ہے۔ وہی دائیں ہے بائیں ہے آگے و پیچھے ہے۔ اوپر و نیچے ہے۔ ہر سمت و ہر طرف ہے ہر شے میں لپیٹا ہوا ہے۔

ہر ایک شے سے ظاہر ترا نور دیکھا   ہر ایک چیز میں تجھ کو مستور دیکھا
زمان و مکاں تجھ سے معمور دیکھا   تجھے پاس دیکھا تجھے دور دیکھا

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رو نما ہے

ادھر اور اُدھر ایک تو رو برو ہے   یہاں اور وہاں مجھ سے تو رو بہ رو ہے
بس ایک تو ہی جلوہ نما کو بکو ہے   جدھر میں نے دیکھا اُدھر تو ہی تو ہے

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رو نما ہے

شراروں میں آتش کے تیری چمک ہے   صداؤں میں بجلی کی تیری کڑک ہے
نہیں آب ہیروں میں تیری دمک ہے   ہیں بو گل تر میں تری مہک ہے

جہاں کیا ہے آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رو نما ہے

کہیں تیرا جلوہ ہے صدق و صفا میں   کہیں تو نمایاں ہے ناز و ادا میں
جھلک ہے تری نازنیں کی حیا میں   چمک ہے تری جلوۂ دلربا میں

جہاں کیا ہے؟ آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رو نما ہے

ترے رنگ سے ذرہ ذرہ ہے رنگیں   ترے نور سے جزو و کل نور آگیں
سنی ہیں صدائیں تری میں نے شیریں   تجھے دیکھنے میں مرے چشم حق بیں
نظر آرہا ہے ہر اک رنگ میں تو   ہر اک وضع میں ہر اک ڈھنگ میں تو

جہاں کیا ہے آئینہ خانہ ترا ہے
جدھر دیکھئے ایک تو رو نما ہے

پیدا ہوا ہو علاوہ اسکے جسم میں قدرتی وید یعنی حکیم بھی رہتا ہے جو حکمت سے اگر کوئی خرابی معدے میں یا جسم میں ہو جائے تو رفتہ رفتہ آرام کرے۔ اگر وہ خرابی زیادہ ہوتی ہے تو اسکو اوویہ سے مدد پہنچائی جاتی ہے۔ اگر کافی اوویہ خارج سے مدد نہ پہنچ سکے تو موت واقع ہو جاتی ہے یہ خرابی انسانی غلطی سے واقع ہوتی ہے۔ اور اسی کو اکال مرتیو کہتے ہیں اِس کا یعنی اکال مرتیو کا وقت معلوم کرنا

جس وقت کوئی روگ معلوم ہوا ور وہ دس یوم تک نہ جائے تو ایک دن اپنی آنکھیں بند کرکے دیکھے اور آدھی گھڑی تک بند رکھے اور خیال کرے کہ نیلی اگنی سرخی اگر سامنے آ جائے تو اکال مرتیو ہونے کی ضرور امید ہے اگر ایسا نہ ہو تو نہیں ہو گی۔

ایک ماہ میں ایک روز فاقہ کرنا یعنی برت رکھنا اور اعتدال سے چلنے سے صحت قائم رہ سکتی ہے

موت کا وقت معلوم ہو جانے کا طریقہ

(۱۰) لانگوا اپنشد کا منتر یہ ہے:- اوم ستیم۔ پرم برہم۔ پرشم۔ کرشن منگلم۔ اردو لنگم۔ ترجاکشم۔ وشو روپم۔ نمونمہ

اِس منتر میں یہ بھی خصوصیت ہے کہ چھ ماہ پہلے ہی انہو کرا دیتا ہے۔

یعنی اوم ایک ماہ پہلے سمرن سے بسمرن ہو جاویگا

ستیم۔ پانچ ماہ پہلے 〃 〃

برم برہم۔ چار ماہ پہلے 〃 〃

پرشم۔ تین ماہ پہلے 〃 〃

کرشن منگلم۔ دو ماہ پہلے 〃 〃

اردو لنگم۔ ایک ماہ پہلے 〃 〃

ترجاکشم۔ ۱۵ یوم پہلے سمرن سے بسمرن ہو جاویگا۔

وشو روپم ۸ یوم پہلے 〃 〃

کرشن منگلم۔ تین یوم پہلے 〃 〃

نمونمہ۔ وقت وہیں۔ یعنی قریب المرگ۔

موت کی بھی موت ہے یا نہیں

جواب۔ سب کی موت اگنی ہے۔ مگر پانی اگنی کو بھی شانت کر دیتا ہے یعنی پانی موت کی موت ہے۔ برہم گیان بحر نا پیدا کنار ہے۔ اور موت اگنی ہے۔ پس جب انسان کو برہم گیان ہوتا ہے تو موت پر غلبہ پا جاتا ہے اور آزاد ہو جاتا ہے اور وہ برہم گیان یہ ہے۔ کہ میں جیو الپگہ الپ شکتی نہیں ہوں "میں برہم ہوں" جہاں یہ گیان ہوا پھر موت کیسی؟

ایسے ہی اسکے آگے کیونکہ آفتاب کے سامنے اندھیرا نہیں رہ سکتا ہے

(۱۰) جس شخص کو سورج اور چاند کی کرنیں نظر نہ آویں اور آگ کی تپش بھی محسوس نہ کرے وہ گیارہ ماہ تک زندہ رہیگا۔

(۱۱) جو شخص خواب میں پانی یا کنوئیں میں بول و براز کرتا ہے اسکی زندگی ۱۰ ماہ کی ہے۔

(۱۲) جو شخص چراغ کی لو کبھی سنہری رنگ والا اور کبھی سیاہ رنگ کا دیکھے وہ نو ماہ تک زندہ رہیگا۔

(۱۳) جو شخص موٹا ہو۔ ایک دم پتلا ہو جائے یا پتلے سے موٹا ہو جائے۔ خواب اور سیاہ رنگ کا سفید ہو جائے بہادر ہوکر
ڈرپوک اور رحم دان ہوکر اور بری یا شانت ہوکر بخیل ہو جائے۔ ایسا شخص آٹھ ماہ تک زندہ رہیگا۔

(۱۴) جس شخص کی ہاتھ کی ہتھیلی میں اور زبان کی جڑ میں درد ہو۔ لہو سیاہ ہو جاوے۔ اور چٹکی لینے سے درد محسوس نہ ہو۔ وہ
سات ہی روز تک زندہ رہیگا۔

(۱۵) جس شخص کی درمیانی تین انگلیاں ٹھہری ہوں۔ بیماری کے بغیر ہی جس کا گلا سوکھ جائے۔ اور بار بار پاگلوں کی
طرح سوالات کرے وہ شخص چھ ماہ تک ہی زندہ رہیگا۔

(۱۶) جس شخص کے دانت اور انڈکوس دبانے سے تکلیف نہ دیں وہ شخص تین ماہ تک ضرور مر جائیگا۔

(۱۷) اگر بھر گٹی اور بروؤں کا درمیان نظر نہ آئے تو نو دن میں مر جانے کی امید ہے۔

(۱۸) اگر ہمیشہ چندرماں سرے اور ۱۶ دن برابر سورج سر چلے تو ایک ماہ کی زندگی خیال کرنی چاہیئے۔

(۱۹) اگر تارہ نظر نہ آویں تو پانچ دن کی زندگی سمجھنی چاہیئے۔

(۲۰) اگر ناک نظر نہ آوے تو تین دن کی زندگی ہے۔

(۲۱) اگر زبان نظر نہ آئے تو ایک دن کی زندگی ہے۔

معترض۔ کیا اکال مرتیو یعنے موت کے وقت سے پہلے موت بھی ہو جاتی ہے۔ اگر ہوتی ہے تو کیوں اور کس طرح اور اس کا
وقت کس طرح معلوم ہو سکتا ہے۔

جواب۔ انسانی عمر ۱۰۰ سال مقرر ہے مگر بعض بعض حکما ۱۲۵ و ۱۰۰۰ برس بھی تسلیم کرتے ہیں غرض ۱۰۰ سال سے کم عمر میں جان نکلنا ہونا اکال مرتیو ہی حکما بتلاتے ہیں مگر اب زمانہ میں اسقدر عمر کو بھی پہنچنا تعجب و حیرت مانتے ہیں۔ انسان کے جسم کی حالت بالکل چراغ کی مانند ہے اگر ۲۴ گھنٹے تک جلنے کے واسطے تیل بھر دیں تو وہ ۲۴ گھنٹے تک برابر جلتا رہے گا۔ اور اگر ۵ گھنٹہ بعد تیل کم کر دیں تو چراغ بجھ جاویگا۔ یا کہ کوئی سوراخ کر دیں یا سوراخ ہو جاوے۔ یا ہوا کا جھونکا چراغ کی لو پر لگے تو بھی وہ چراغ گل ہو جاویگا۔ یہی طرح انسان کے جسم میں قدرتی تیل اتنا ہوتا ہے کہ عمر طبعی کو پہنچاوے۔ بشرطیکہ وہ صاف و مضبوط طریق سے

تو میرا مد بیتا جو رفاقی نہ تھے پہلے کبھی		اور نہ ہم سب ابھی تلک عدم ہونگے کبھی
عنصری قالب میں آکر جان کرتی ہو عیاں		جس طرح بچپن جوانی اور بڑھاپے کے نشان
اس طرح یہ اور جسموں میں بھی کرتی ہے دخل		لیکن اسکے حال میں تکتے نہیں اہل اصول

(۱) وقت موت کا بھی یوگی دھیان اس طرح معلوم کر لیتے ہیں حسب ذیل تدابیر ہیں۔
پورنماشی کے دن صبح کے وقت ایک ایکانت جگہ پر بیٹھکر آنکھوں کو بند کرے۔ پھر زبان کو تالو کے پاس لگاکر ایک گہری سانس لے۔ اسکے بعد غور کرے کہ ایک گھڑی کے اندر کتنے سانس خود بخود آتے ہیں یعنی زبان کو تالو سے لگائے ہوئے خود بخود آنیوالے سوالنسوں کو شمار کرتا رہے جسقدر سوالنس اس عرصہ میں آویں انکو یاد رکھے۔ آنکھیں کھولدے اور زبان کو بھی ہٹالے۔ اب ان سوالنسوں کی تعداد میں اپنی عمر کے سال جمع کرے پھر اسکو چارسو میں سے گھٹائے پھر پانچ سے تقسیم دیکر تین سے ضرب دے جو تعداد نکلی اُتنے ہی سال عمر کے ہونے چاہئیں۔
(۲) دونوں کانوں کے اندر انگلیاں دیکر آنہد شبد سُننا چاہیئے۔ جبکہ یہ آواز سنائی ندے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ ایک ماہ بعد مرتیو ہو جاویگی۔
(۳) اگر ابھیاسی یہ دیکھے کہ ایک دن رات ایک ہی سُر چلے اور اگنی تتو برابر قائم رہے تو جان لے کہ تین سال میں ضرور موت ہوگی۔ (۴) اگر اکیس دن رات سورج سُر چلے تو جان لے کہ دو سال میں موت ہو جاویگی۔
(۵) اگر تین دن رات وایو تتو چلے اور ایک سُر جاری رہے تو ایک سال میں موت آنا چاہیئے۔
(۶) اگر دن بھر برابر سورج سُر چلے اور رات کو چندرمان تو جان لینا چاہیئے کہ صرف چھ یوم باقی ہیں۔
(۷) اگر بیمار آدمی کا سانس جو ناک کے پاس سے نکلے ٹھنڈا ہو اور تو بیہ سے نکلنے والا گرم ہو تو امید زندگی منقطع سمجھنا چاہیئے
(۸) اگر بیمار آدمی ستارہ قطبی یا شکر یا رندھتی کو اچھی طرح نہ دیکھ سکے تو ایک سال زندگی اُمید رکھنا چاہیئے۔
(۹) اگر غسل کرتے وقت ہاتھ۔ پاؤں۔ سینہ پر پانی گرے اور بالکل نہ ٹھیرے تو دس روز مریض کی زندگی میں شمار کرنا چاہیئے۔ اور بھی بہت سی علامات ہیں مگر وہ ایسی کٹھن اور مشکل ہیں کہ انکو یوگی ہی جان سکتا ہے۔ اسواسطے تحریر میں نہیں لائی گئیں۔ ہاں ڈنک لاکول ابتدا میں ایک منتر ہے اگر اسکو بھی ابھیاسی یاد کرے تو اسکو بھی موت کا وقت معلوم ہو جاویگا۔ مگر تعجب تو یہ ہے کہ مایہ کا کارخانہ ایسا ہے کہ خواہ کسیقدر یاد کرو۔ اور کسیقدر ہی خیال و دھیان جماؤ مگر مایا ہے کہ اپنا اثر کئے بغیر نہیں رہتی اور بھرم واگیان میں پھنسائیگی اور غفلت طاری رہیگی پر رہیگی۔ ابھیاسی و گیانی پر نہیں ہے مایا جال سے بچا ہے کیونکہ مایا بطور ملنی کے ہے کہ سب کو اپنے جال میں پھنساتی ہے۔ البتہ گیانی و ابھیاسی کو چونکہ مایا کا علم ہے ہوجاتا ہے تو پھر وہ اسی طرح دور ہو جاتی ہے جیسے آفتاب نکلنے پر اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور پھر اُسکی اسقدر ہمت بھی

ذکر کیا شاہ و گدا کا اصل میں دونوں ہیں ایک
فرق مرجانے کے بعد انسان و حیواں میں نہیں

دیگر

دنیا سے نہ کس کس کو اجل تو نے ہٹایا
خسرو ہے نہ قیصر ہے نہ بہرام ہے باقی

دیگر

دوست و دشمن رفتنی ہیں سب کے سب مثلِ حباب
گل تو کیا کانٹا بھی اصلاً اس گلستاں میں نہیں

زندگی اک دھندلا جلوہ ہے اور کچھ بھی نہیں
موت اک باریک سا پردہ ہے اور کچھ بھی نہیں

دیگر

کوئی بچہ تھا۔ کوئی لڑکا، جوانی میں مرا کوئی
سمجھ میں مرگ کا مطلب نہیں آتا کہ کیا شے ہے

دیگر

دیکھتے تھے کل جنہیں آنکھوں سے اپنی غافلو
آج انکا اپنے کانوں کے لئے افسانہ ہے

دیگر

اول و آخر ہے یکساں بیچ کا کیا اعتبار
ہے حقیقت ایک نظروں میں گدا و شاہ کی

دیگر

اشارہ آمد و رفتِ نفس کا ہے یہی ہر دم
بدن میں دم جو آیا ہے مگر اسکو جانا ہے

دیگر

ماٹی کی ماٹی ہو گئی آگن جل لہریوں کی یوں ہوئے
اب کس سے پوچھوں کون ہوا۔ اور کسکو کہئے کون ہو

دیگر

آدمی کو موت کے آنے کی ہوتی ہے خوشی
عید ہے جس روز چھٹکارا ہوا محبوس کا

موت دو قسم پر منحصر ہے۔ ایک موت طبعی۔ دوم موت ارادی۔ طبعی وہ ہے جو وقت پر ہر کس پر نازل ہوتی ہے۔ اور ارادی وہ ہے جو عین حیات میں اختیار کیجائے۔ یعنی نفس کو کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ تکبر۔ حسد۔ و بخل و کینہ وغیرہ شیطانی عادات سے باز رکھکر چار دست سنگ آتما میں داخل کیا جائے اور راہِ حق میں جو جو تکالیف و مصائب درپیش ہوں انکو بخوشی برداشت کرکے محو آتما ہووے۔ جو شخص موتِ ارادی کو اختیار کرتا ہے اسکو موت طبعی سے ہرگز خوف نہیں ہوتا

بقولیکہ ؎ یابد ز اجل چاشنی قند مکرر در زندگی آنکس کہ بمیرد بہ ارادہ

موت تو ہر بشر کو مانند سایہ کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ مگر انسان وہی ہے جو موت ارادی کو اختیار کرکے خودشناس ہو اور تعلق ظاہری سے دل کو صاف کرکے واصلِ حق ہو کر عمر بسر کرے۔

موت سے خائف اسی سبب سے ہیں کہ انکو موت کیوقت تکلیف ہونے کا خیال ہے۔ علاوہ ازیں موت ہو جانے پر اپنے کنبہ کا فکر دامنگیر رہتا ہے کہ میرا مال کوئی دوسرا نہ لیلے۔ میرے لڑکے بالے مرنے پر تکلیف اٹھاوینگے۔ میری بیوی میری محبت میں اپنی جان کھو دیگی۔ غرضکہ جسقدر خواہشات کے لوازمات ہیں یہ سب موت سے خائف کرنیکے ہیں اسواسطے انسان کو چاہیے کہ اپنے خیالات پاکیزہ و صاف رکھے تاکہ ہر وقت آنند و سرور میں رہے اور جب مساوات اس طرح ہوگی تو وقت مرگ کے صفائی باطنی سے کوئی دکھ درد نہیں ہوگا۔

؎ فکرِ باطل پر تجھے یہ گفتگو زیبا نہیں عاقلوں کو زندگی اور موت کی پروا نہیں

جان ضائع کرے تو دُکھ اُٹھائیگا۔

معترض۔ بعض اپنی ہی بیماری کے سبب سے سخت تکلیف اُٹھاکر مرتے ہیں۔

(جواب) بیماری بھی انسانی غلطی و خلافِ قدرت کام کرنے سے ہوتی ہے۔ مگر اس میں بھی جس وقت موت کا وقت قریب آجاتا ہے تمام بیماری دُو دکھ تکلیف جاتی رہتی ہے اور ایک طرح خوشی و آرام مریض کے چہرے سے نمایاں ہوتا ہے۔ اگر تکلیف ہے تو اُس وقت تک ہے جبتک کہ موت کا وقت نہیں آتا ہے۔ موت کیوقت تھوڑی غفلت ضرور ہوتی ہے وہ بھی اگیانی کو۔ کیونکہ وہ مایا جال میں پھنسا ہوا اپنے خیالات خانہ داری میں لگاتا ہے کہ میرے بعد کیا ہوگا۔ اور کس طرح ہوگا وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ اسکے موت کیوقت بیہوشی سے قبل ہاتھ پیروں میں سنسناہٹ و ہر کلی سی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی سب کو نہیں ہوتی۔ جہانتک ہمارا خیال ہے موت کے وقت آرام محسوس ہوتا ہے کیونکہ یہ وقت جزوی حالت چھوڑکر کلی سے وصل کی ہوتی ہے۔ تجربہ بھی اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ لوگ بول چال میں کہا کرتے ہیں کہ اب خنیتا کا زور ہوا ہے۔ یہ سب لوگ جانتے ہیں کہ چراغ کی لَو جس وقت چراغ گُل ہونے کو ہوتا ہے ایک وقت زیادہ روشنی کرکے گُل ہوتا ہے۔ اِس سے صاف یہ نتیجہ مستخرج ہوتا ہے کہ مرنے کے وقت آرام محسوس ہوتا ہے۔

جو لوگ مریض قریب المرگ کے پاس روتے ہیں یہ بہت ناقص عمل ہے۔ مریض اِس عمل سے مایوسی میں پھنسکر افسوس ظاہر کرتا ہے اور خیالات اور گھبراہٹ سے رونے لگتا ہے۔ یہ باہری تکلیف سے روتا ہے نہ کہ اندرونی تکلیف سے اسواسطے مریض قریب المرگ کے پاس ہرگز رنج و اندوہ کے تذکرہ نہیں ہونے چاہئیں۔ بلکہ سب شانت چت رہکر سادھارن طور سے گفتگو کریں۔ اِسی وجہ سے گیانی اشخاص مرتے وقت اپنے عمدہ خیالات اور ایشور پریم میں مگن ہوکر "اوم" کا اوچارن کرتے ہیں۔ خوش و خرم شریر چھوڑتے ہیں جس طرح کہ سانپ کینچلی چھوڑکر علیحدہ ہو جاتا ہے اور اُسکو آرام محسوس ہوتا ہے۔ یہی حال گیانی پرشوں کا ہے جیسے بھیشم پتامہ۔ مہاتما گوتم بدھ۔ سوامی شنکر اچاریہ۔ سوامی دیانند سرسوتی وغیرہ مہا پرشوں کی مثال سے ظاہر ہے۔ یہ مہاتما سب آوازِ بلند اُپدیش کرتے ہوئے اور ہنسکر لیتے ہوئے شریر چھوڑ گئے۔ اِن سے صاف ظاہر ہے کہ ہماری ماتا قدرت ہمکو آرام پہنچاتی ہے۔ اور قدرت کے سب کام میں اِن سے آرام ہی ملتا ہے۔ بقولیکہ ؎

صدا یہ قبر سے بیدار دل کو آتی ہے — عمل جو نیک ہوں تو ایسی خوابگاہ نہیں
مرکر بشر جہاں کی زحمت سے پاک ہے — جس خاک سے بنا تھا وہی مشتِ خاک ہے
جنبش کی سرزمیں بھی کیا خوب سرزمیں ہے — شاہ و گدا کو یکساں انصاف کا یقین ہے

ہر ایک بشر کا فرضِ منصبی و کارِ عظیم ہے۔ ہر بار نیک اُپنشد میں آیا ہے۔

کہ یہیں رہتے ہوئے اس آتما کو جاننا چاہئے۔ نہ جاننا تو سخت ناش ہے یعنی جنم مرن اور آواگون رہیگا۔ جو اِسکو جان لیتے ہیں وہ غیر فانی بن جاتے ہیں۔ اور سب دُکھ ہی اٹھاتے ہیں۔

طالب۔ ایسے گیانی کی شناخت کیا ہے؟ **عارف۔** سنو! جو آدمی آتم دیو کو اچھی طرح دیکھ لیتا ہے تو پھر کسی سے نفرت نہیں کیا کرتا۔ اِس طرح اُس میں چار فائدے بھی ہیں۔

(۱) دُکھ سے چھوٹنا یعنی جیون مکتی کو حاصل کرنا (۲) سرُوتم بھاؤ سے (۳) جنم مرن سے رہائی (۴) نفرت کا خیال مٹ جانا

سری کرشن بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے۔ ادھیائے ۳ اشلوک ۲۸

چشمِ بینا کی نظر میں ایک ذاتِ کبریا	سب میں ہے یکساں منور نیز برتر از فنا
کثرتِ عالم میں وحدت جسکو آتی ہے نظر	جا گزیں ہوتا ہے وہ روحانیت کے بام پر

بھجن

موت نے سب جگ لینو جیت	اِس جگ مانہیں بچا نا کوئی یوگی جتی اتیت
راون کمبھ کرن ہرناکس جو جو بھئے اجیت	سو سب گئے کال کے مکھ میں گرب گئے بیت
کبھوں تو جن جات پت کٹ کبھوں بنکر سیت	کبھوں بن بسو چکا مارت سب پر وار سمیت
اِس سے کو او بچن نہ سکت ہے پاپی او پنیت	مکت آنند نہ راکھت جگ میں کا ہوسے پر پریت

راجہ جدھشٹر سے سوال کیا گیا کہ اچمبہ (تعجب) کیا ہے؟ **جواب** دیا کہ ہر روز دیکھتے اور سنتے ہیں کہ فلاں مر گیا۔ اور جانتے بھی ہیں کہ جو پیدا ہوا ضرور مریگا۔ ع

زندگی اک موت تھی اِس عمر سے ثابت ہوا	میرا ہونا تھا فقط میرے نہ ہونے کے لئے

بس پر بھی کسیکو اپنی موت کا یقین نہیں آتا منہ سے گو ہر وقت موت کی راگنیاں پڑھے گائیں۔ لیکن عملی طور پر اُسکی کوتاہی میں تردید نہیں کرتے۔ بکار و بار کا سلسلہ برابر پھیلاتے جاتے ہیں۔

بفکرِ نیستی ہر گز نے افتند مغروران	اگرچہ صورت مقراض لا دارد گریبانہا

موت واقعہ ہونے میں تکلیف کیوں ہوتی ہے۔ موت سے لوگ کیوں خائف ہیں؟ موت کا وقت معلوم بھی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جواب مرنے کے وقت آدمی کو تکلیف نہیں ہوتی ہے بلکہ سمجھنا ہو کہ [illegible] قدرتی طریقے کے جسقدر کام ہوتے ہیں ان سب کی تبدیلی آرام کے ساتھ ہوتی ہے البتہ خلافِ قدرت کام کرنے سے تکلیف ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی زہر کھائے تو ضرور تکلیف ہوگی۔ یا چاہ میں گر کر جو

ہرنے کا نشہ پنچ جب ایمنی ۔ تندل بینت کونتک بہوانو ۔ گیتا میں سری بھگوان فرماتے ہیں۔

رنج و راحت سردی و گرمی کا باعث ہیں حواس ۔ آتے جاتے ہیں جل ہیں نگران سے ہراس

انکے پنجے سے نکلنے کا جنہیں ہے کچھ شعور ۔ جاودانی زندگی کا انکو ملتا ہے سرور

خانفسانی سے دل کو روک کر اے باشعور ۔ مار اس موذی کو جو ہے دشمن علم و سرور

ہے ہوس عارف کو حاصل ہے سکون دائمی ۔ پاؤں میں جاہل کے پڑتی ہے طمع کی بیکڑی

حرص خواہش اور غضب دوزخ کے دروازے ہیں تین ۔ ان سے اپنا دل ہٹا دو ولکو لیجاتے ہیں چھین

زعم انانیت ۔ تکبر ۔ حرص و غصہ ۔ خواہشات ۔ رفع ہوجاتے ہیں جبدم انکو ملتی ہے نجات

پس سب سے بہتر یہی ہے کہ من کو بے خواہش یعنے لاکام رکھے ۔ اور موت کی یاد رکھے کہ مجکو اس جہان ناپائدار سے کوچ کرنا ہے

سرائے دنیا ہے کوچ کی جا ۔ ہر ایک کو خوف دمبدم ہے ۔ مخمس ۔ رہا سکندر یہاں نہ دارا ۔ رہا فریدوں یہاں نہ جم ہے

مسافرانہ شکے ہو اٹھو ۔ مقام فردوس ہے ارم ہے ۔ سفر ہے دشوار خواب کبتک ۔ بہت بڑی منزل عدم ہے

نسیم جاگو کمر کو باندھو ۔ اٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے

سعدی کیا فرماتے ہیں

اگر تو درچمن روزگار ہیچ مگو ۔ دمیدہ بر سر خاک تو خار خواہد بود

طالب ۔ موت کے ڈر سے رہائی کیونکر ملے ۔

عارف ۔ برہم گیان حاصل کرنے سے خوف مرگ دور ہوجاتا ہے ۔ کیونکہ برہم گیان کا رستہ نہایت لطیف یعنی سوکشم ہے کہ ہر ایک کو دکھائی نہیں دیتا ہے ۔ پھیلا ہوا ہے یعنی بہت لمبا چوڑا ہے اس کا پار نہیں ملتا ۔ پرانا ہے ۔ کیونکہ ابدالآباد سے گیانی یعنے عارف اسپر چلے آئے ہیں ۔ اس رستہ پر مستقل مزاج یعنے لگاتار محنت سے نہ گھبرانے والے گیانی دنیا کے بندھن سے نجات پاکر بندہ میں پھنسانے والی دنیا سے اونچے ۔ سورگ یعنی موکش پر پہنچتے ہیں ۔

طالب ۔ اس رستہ کو جانیں اور اس پر پہنچیں کیونکر ؟ **عارف** ۔ سنو! مرحلے تین ہیں ۔

(۱) یگ ۔ یعنی اعمال نیک کرو جس سے من کا میل دور ہو ۔

(۲) اپاسنا کرو! جس سے وکشیپ یعنی اضطراب رفع ہو ۔ سفید ۔ نیلے ۔ پیلے ۔ ہرے ۔ اور لال رنگ ہردے کی ناڑیوں کے ہیں ۔ اور سب طرف سے دھیان ہٹا کر ان پر جمایا کرو ۔ اسی کا نام اپاسنا ہے ۔ یعنی من کے ایکاگر کرنیکا سادھن اپاسنا ہے

(۳) اگیان کو دور کرکے گیان کو حاصل کرو ۔ پھر یہ رستہ تمہیں نظر آئیگا ۔ اور تم اسپر چل سکو گے ۔ گیان کا حاصل کرنا

یا اور جیوں کا جیسے لوگوں یا اس زمین دو نیا میں رہتے ہیں۔
دونوں صورتوں میں چونکہ چولا جسم : نیا ہوگا اس لئے کمزور ہو وے۔ بلکہ جسم انسان سے مکت بہتر ہونا چاہئے اسواسطے شرتی نے زیادہ نیا اور بہتر کہا ہے۔ یہ نیا جسم اگیانی ہی کو ملتا ہے یعنی اگیانی ہی آواگون میں پڑا ہوکر کہا یا گیا ہے۔ گیانی کو دوبار جنم نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ برہم روپ ہو جاتا ہے۔ انہیں دونوں کی شرتی تفصیل کرتی ہے۔
یہ آتما اپنے آپ کو بدہی روپ و من روپ وغیرہ غرضکہ جو کچھ ہے سب آتما ہی کے روپ اگیان کی وجہ سے ایس اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اگیان میں پھنسکر آدمی جیسے کرم کرتا ہے یا جیسا چال چلن ہوتا ہے۔ ویسا ہی اُس کا روپ بن جاتا ہے یعنے اچھے یا برے کاموں کی ورستائیں جو کچھ من میں بھری رہتی ہیں۔ اسی کے سبب وہ انسان اپنے آپ کو نیک یا بد اور پنیاتما یا پاپی مانتا ہے۔ اسواسطے یہ قول بالکل سچا ہے کہ آدمی اپنی خواہشوں کا پتلا نہ بنے۔ بقول کیکہ

اِس لئے تو خواہشوں سے اپنا ناطہ چھوڑدے   موہ مایا سے تو سمبندہ رکھنا چھوڑدے
چھوٹ جائیگا تو جب اِن اندریوں کے جال سے   پھر کداچت بچے نہ رہ جائیگا تجکو کال سے

پنڈت لچھمن داس جی کی باتی

کبھی شیوی کبھی شاکت ہوئے کبھی ویدک کبھی نامی ہے   کبھی لوبی۔ کبھی موہی ہوئے کبھی کرودہی کبھی کامی ہے
مت دشیوں کے پیچھے لگ کر اونک اوہک بدنامی ہے   نروہ کرے جو من برتیوں کو سلت وہی اک نامی ہے

دیگر

مریضوں کی طرح پھرتا ہے کیوں تو در بدر غافل   قناعت ہے وہ دولت جس سے مفلس بھی تونگر ہو
زندگی کا لطف جو چاہو تو آزادی میں ہے   ہے تعلق جان شیریں کا پھنسانا دام میں

جو اشخاص ایسے ہیں کہ جنہوں نے اپنی خواہشوں کو خیرباد کہدیا ہے۔ اُنکی خواہشیں جو کچھ بھی ہوں وہ رب العالمین پوری کرتے ہیں کیونکہ رب العلمین سب کے قلبی ارادے سے واقفیت رکھتے ہیں جس طرح کہ سداما جی نے اپنی کوئی خواہش سری کرشن جی سے ظاہر نہیں کی۔ تو سری کرشن جی نے خود وسوکرما کو حکم دیکر ایک ہی رات میں سداما جی کی جھونپڑی کو عالیشان محل بنا دیا۔ اور کل سامانِ شاہانہ اُس میں بھجوا دیا۔
اور بعد ملاقات سری کرشن جی کے سداما جی اپنے گھر گئے تو گھر کو نہ پہچانا۔ اور بھٹکتا پھرا۔

سری کرشن جی سداما کی تعریف اِس طرح کرتے ہیں

یا کو تو کچھ اپچا نا ہیں
رچو نگر دوار کا سانا
اب کیوں سامت ہے چوری

ات ترسوہ رہے جگت ہیں
بھید نجانے کوئی ایانہ
تندل سیت نہ کاہے چوری

اشٹ سدہ تو ندہ ہیں ہی
بھور سدا سے ہر بولے
چھینٹ کا خذ سکپٹ [illegible]

دشو کرما کو اگیا کینی
تم تو متر سدا کے سب سے
بہلی بستی ہتی جھپے نے [illegible]

چنانچہ مرتے ہوئے آدمی کے پاس جو لوگ کھڑے ہوتے ہیں وہ کہا کرتے ہیں کہ اِسکی اندریاں اکٹھی ہو رہی ہیں اسواسطے آنکھ سے دیکھ نہیں سکتا ہے۔ اسیطرح سے اور اندریاں اور اسکے ان اپنے اپنے دیوتاؤں ہی میں مل جاتے ہیں (ان دیوتاؤں کے نام دوسرے مضمون میں تفصیل سے لکھے ہیں) اسیطرح ایک یعنی بڑی روپ برہم سروپ آتما۔ وہی یہ روپ معلوم ہوتا ہے۔ من روپ۔ پران روپ۔ آنکھ روپ۔ کان روپ۔ پرتھوی روپ پانی روپ۔ ہوا روپ۔ آکاس روپ۔ آگ روپ۔ بے آگ روپ۔ خواہش روپ۔ بے خواہش روپ۔ کرودھ روپ۔ بے کرودھ روپ۔ دھرم روپ۔ بے دھرم روپ۔ غرض سب ہی روپ ہوتا ہے یعنی جیسے کام کرتا ہے یا جیسے چال چلن والا ہوتا ہے ویسا ہی اس کا جاوے روپ ہوتا ہے اچھے کام کرنیوالا نیک ہوتا ہے برے کام کرنیوالا بدچلن کے کاموں سے پتیا تما ہوتا ہے پاپ کرنے سے پاپی۔ اسیواسطے کہتے ہیں کہ یہ پرش کام سے ہے جیسی کامنائیں (خواہش) کرتا ہے ویسا ہی اس کا عقیدہ ہوتا ہے جیسا عقیدہ ہوتا ہے ویسے ہی کام کرتا ہے جیسے کرم کرتا ہے ویسے ہی انکے پھل پاتا ہے شاستر کا اشلوک ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں اس کا من بندا ہوتا ہے اسی لگن سے کرموں کے ساتھ وہاں جاتا ہے۔ اسکے خاتمہ پر یہ کامی اس لوک سے اِس لوک میں کام کرنیکے لئے آتا ہے۔ اب بے خواہش آدمی یعنی (جو نشکام) ہوتا ہے جسکی خواہشیں پوری ہوگئی ہیں یا جسے صرف آتما کی خواہش ہوتی ہے اسکے پران اوپر نہیں اٹھتے وہ برہم ہوکر برہم کو پہنچتا ہے۔ شاستر کا اشلوک ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب اسکے قلب کی تمام کامنائیں (خواہشیں) رفع ہو جاتی ہیں تو انسان فانی لافانی ہوکر برہم کا انبھو کرتا ہے جس طرح سانپ مردہ کینچلی کو چھوڑ کر سوتا ہے۔ اسیطرح گیانی (عارف) کا جسم ہوتا ہے اور آپ بے جسم لافانی پران (یعنی ساکشی برہم) گیان سروپ ہو جاتا ہے ✤

چندیں ہزار جامہ بدل کرد و بر تیا		دریائے بیکران حقیقت چنانکہ ہست		یا در جو می کند کہ ریگ بجر بے کنار		موج سراب و آب لقا جلوہ میزند

چونکہ آدمی کا آتما برہم یعنی شدہ گیان سروپ ہے۔ اور گیان میں انبھو دو طرح کا ہی ممکن ہے (۱) اپنے سروپ کا جو غیر محدود اور پرم آنند روپ ہے پرمکش کا سیدھا انبھو ہے (۲) الٹا انبھو یعنی اگیان سے اپنے آپ کو کچھ کا کچھ جاننا۔ جیسے خواب میں روز مرہ دیکھا جاتا ہے۔ اسی اگیان سے یہ آتما نکلنے کو تیار ہوتا ہے ؎ شکوہ کردن از شتاب عمر کافر نعمتی است ✤ عمر چوں آب است باشد آب شیریں در گذار ✤

مرنے کا اگلا حصہ جس میں (دھمنا) نام ناڑیاں ہوتی ہیں چمکتا ہے اور اسکی روشنی میں آتما جسم سے نکلتا ہے۔ آنکھ سے سر کو چھوڑ کر یا جسم کے کسی اور حصہ منہ۔ ناک۔ کان۔ گدا۔ وغیرہ وغیرہ جو نو دروازہ ہیں ان میں سے کسی سے۔ اِسکے نکلنے کے ساتھ پران جو جسم کے سہارے رہتا ہے نکلتا ہے پران کے نکلتے ہی تمام اندریاں انتہ کرن نکلتے ہیں۔ یہ گیان کے ساتھ ہوتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ وہ بدھی جس میں اندریاں ملی ہوئی ہیں تین چیزیں اور ساتھ ہوتی ہیں (۱) جو کام کئے ہیں (۲) ودیا گیان یعنی دیوتا گیان یا اُپاسنا (۳) پچھلے جنم کا گیان۔

جب آدمی مرتا ہے تو زندگی میں جو کام اچھے یا برے کئے ہیں انکا تمام نقشہ نظر کے سامنے گذرتا ہے تاکہ جیو اس سے سبق حاصل کرے یہ پچھلے جنم کا گیان ہے۔ اُپاسنا اور کرم اور سنسکار سب جیو کے ساتھ رہتے ہیں۔ اب یہ سوال درپیش ہے کہ آگے کیا ہوگا؟

شری بھگوتی مثال سے اسکی توضیح کرتی ہے۔ کہ جس طرح کیڑا تنکے کی نوک پر پہنچکر دوسری چیز کا سہارا لیکر اور بدن کو سکیڑ کر اس چیز پر چلا جاتا ہے۔ بھلا یہ دوسرا سہارا کیا ہے؟ سنو! جیسے سنار سونے کے ٹکڑے کو لیکر اسی سے زیادہ نیا اور بہتر زیور گھڑ لیتا ہے۔ اسیطرح اپنے مردہ جسم انسانی کو چھوڑ کر جیو نیا اور بہتر چولا اختیار کرتا ہے۔

شلاً اونچے لوکوں میں پتروں دیوتاؤں وغیرہ کا ✤

جابکی انسان کب تک اِسکو اپنے بحرِ عمیق میں داخل ہو کر گم ہونا ضروری ہے۔ مقولہ کبیر صاحب۔

جا مرنے سے جگ ڈرے میرے من آنند   کب مروں کب پاسیوں پورن پرم آنند

موت کی ماہیت کیا ہے؟

جب یہ آتما کمزوری میں وبکہ غفلت میں ڈوبتا ہے تو یہ پران اکٹھے ہو کر اسکے پاس آتے ہیں اور وہ ان نوری اندریوں کو لیکر ہروے یعنی ہِردے میں اترتا ہے۔ اُس وقت یہ آنکھ کا پرش باہر چلا جاتا ہے تو آدمی کو شکل و صورت کا گیان نہیں ہوتا اُس وقت لوگ کہتے ہیں کہ ایک ہو گیا ہے نہیں دیکھتا۔ ایک ہو گیا ہے نہیں سنتا۔ ایک ہو گیا ہے نہیں سونگھتا۔ ایک ہو گیا ہے نہیں بولتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اُس وقت اُسکے ہروے کا اگلا حصہ چمکتا ہے۔ اِسی روشنی میں یہ آتما نکلتا ہے جسم انسانی میں نو دروازے ہیں۔ (گیتا ادھیائے ۵ منتر ۱۳)

روحِ انساں بے تعلق ہو کے کل افعال سے   ساکن ایسے شہر میں ہیں نو ہیں جسکے راستے۔

جسم انسان مثل ایک شہر کے ہے جسمیں یہ: دو آنکھ۔ دو کان۔ دو ناک۔ ایک منہ اور دو مقام بول و براز۔ یہ نو دروازے ہیں۔ جان بادشاہ ہے۔ قوتِ مدرکہ ممیزہ وغیرہ ارکین سلطنت ہیں۔ اور محسوسات رعایا ہیں ؎

جاناں دمِ جان چو جان در تن پیدا   بے من صفتے زہے دہ تن پیدا

در پرورش دانہ خود جہد کن   در دانۂ تو هزار خرمن پیدا

مگر اکثر گیارہ دروازے بھی بتلائے گئے یعنی اسکے علاوہ دو دبرہمنا۔ یعنی سر کی کھوپری اور ناف۔

آنکھ سے سر سے۔ یا جسم کے کسی اور حصہ سے اُسکے نکلنے کے ساتھ ہی پران نکلتا ہے۔ پران کے نکلنے کے ساتھ تمام اندری نکلتے ہیں اُسوقت وہ وگیان کے ساتھ نکلتا ہے۔ ودیا۔ کرم۔ اور پہلی پرگیا اسکے پیچھے پیچھے چلتی ہے۔

جس طرح کیڑا تنکے کے کنارے پر پہنچکر اور کسی اور سہارے کو لیکر اپنے آپ کو کھینچ لیتا ہے۔ یا جس طرح سنار سونے کا ٹکڑا لیکر زیادہ اور بہتر صورت گھڑ لیتا ہے۔ اِسی طرح سے آتما اِس جسم کو چھوڑکر اور دوسرا بنا کر کوئی زیادہ نیا اور بہتر جسم بنا لیتا ہے۔ یعنی پتر کا۔ گندھرو کا۔ دیوتا کا۔ پرجاپتی کا۔ برہم لوک کا یا کسی اور ذی حیات مخلوق کا۔ وغیرہ وغیرہ۔

جب آدمی مرتا ہے تو کمزوری بہت ہوتی ہے اور غفلت چھا جاتی ہے کیونکہ اُسوقت اندریاں سکڑ کر اکٹھی ہو جاتی ہیں اور بہری کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ یعنی اپنے اپنے علیحدہ کام کرنے کے لایق نہیں رہتیں۔ مثلاً آنکھ میں دیکھنے کی طاقت جو سورج سے آئی ہے وہ نہیں رہتی۔ گویا سورج میں واپس چلی گئی۔ پس آنکھ معطل رہی تو کچھ نظر نہیں آتا

(۲) اوسط درجے کا طالب وہ ہے جسکو شاستر کے رموز و نکات ذرا شرح و بسط کے ساتھ سمجھانے پڑتے ہیں۔ اِس طرح پر وہ جلدی سمجھ جاتا ہے اور ایسا ادہکاری مدہم کہا گیا ہے۔ یہ بات بات پر فضول اعتراض نہیں کیا کرتا ہے

(۳) طالب درجہ سوم کو کنشٹ ادہکاری کہتے ہیں۔ یہ شخص بحثوں کا شائق ہوتا ہے اور بال کی کھال کھینچتا ہے۔ کھنڈن منڈن کا دلدادہ ہوتا ہے۔ ایسے ادہکاری کی گو عقل تیز ہوتی ہے مگر وہی سوکشم ہوتی ہے۔ اِسکو شاستر کے بچار میں سخت محنت اُٹھانی پڑتی ہے۔ ویدانت شاستر تینوں قسم کے ادہکاری کا لحاظ رکھتا ہے۔ اور ہر ایک کے واسطے اُسکی لیاقت اور شوق کے مطابق تعلیم مہیا کرتا ہے۔

موت کیا ہے؟

اِس دنیا میں پیدا ہونا۔ جانے کا نشان ہے۔ اور زندہ رہنا موت کے آنے کی خبر دیتا ہے۔ کیونکہ جسکی بنیاد ہی ہوا پر قائم ہو۔

اِک دم کا ہے دمامہ۔ انسان کی زندگانی   دم بھر کے ہیں فسانے۔ دم بھر کی ہے کہانی

یہ وجود ہی عدم کا پیش خیمہ ہے۔ بلکہ یہ وجود ہی عدم ہے۔ یعنی ہماری اصل ہی عدم ہے۔ پس عدم کے آنے سے ملول نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ یہ عدم ہی جائے قرار و جائے امن ہے۔ یہ جہان گورستان ہے اور جامہ تن کفن ہے۔ اِس سے ثابت ہے کہ موجود سب مُردہ ہیں اور حرکات و سکنات مردہ ہیں صرف نام کے لئے۔ سکندر و دارا بڑے بادشاہ۔ رستم و زال بڑے پہلوان سقراط و افلاطون بڑے حکیم۔ مجنون و فرہاد بڑے عاشق۔ محمدؐ و عیسیٰؑ بڑے پیغمبر۔ نانک اور کبیر بڑے سنت مشہور ہیں۔ ورنہ دریائے نیستی کی لہریں نیستی میں غرق ہو کر صرف اسمار سے مشہور ہیں۔

موت ہماری دایہ ہے اور ہم اسکی گود میں پرورش پا رہے ہیں۔

موت وہ طاقت ہے جسکے آگے ہم شہ و دپشہ کے برابر بھی طاقت نہیں رکھتے اور بڑے بڑے حکیم اسکے دریافت کرنے میں طفل نادان سے بھی کم درجہ رکھتے ہیں اور بڑے بڑے صاحب کشف و کرامات اِس کا بھید کھولنے میں بیزبان ہیں پس یہ موت نہیں بلکہ ذریعہ وصال ربانی و وصفیہ ملالِ جہانی ہے۔ اِس کا آنا ہی کل اُمور کا انجام پاتا ہے۔

اے موت تو عین راحت ہے۔ اے موت تیری گود آرام ابدی میں پہنچاتی ہے۔ اے موت تیرے ہی سبب سے وصالِ حق حاصل ہوتا ہے۔ اے موت تو رازِ الٰہی ہے۔ اے موت تیرے سوائے۔ شہوت۔ عصہ۔ حسد۔ کینہ۔ ظلم۔ طمع۔ فخر سے نجات نہیں ہوسکتی۔ تو ہی دُکھوں کا علاج اور خاتمہ ہے۔ پس اِس موت سے ڈرنا غفلت اور نادانگی ہے

موت عین راحت ہے۔ زندگی دریائے موت کا حباب ہے۔

صائب از ہر کس کہ واری رنجشے اظہار کن	شکوہ چوں در دل گرہ شد تخم کلفت می شود

سادہن چوشٹہی حاصل کرنے کی کیا ضرورت ہے

سادہن چوشٹہی اس غرض سے ضروری قرار دیئے گئے ہیں کہ ان سے متصف ہوئے بغیر آدمی قدرتاً ویدانت کی تعلیم کے لائق نہیں ہوتا۔ جیسے کہ تحصیل زبان کے لئے علم صرف و نحو کی اول ضرورت ہے۔ یا الجبرا پڑھنے کے لئے شروع میں حساب کا علم درکار ہے۔ یا کہ علم طب کیواسطے اول علم تشریح افعال الاعضاء وغیرہ سے واقفیت ضروری ہے اسی طرح ویدانت پڑھنے والے کو سادہن چوشٹہی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ ویدانت ایک بام عالی ہے اسپر چڑھنے کے لئے یہ چاروں سادہن عقلی اور اخلاقی زینوں کا کام دیتے ہیں۔ بام (بالاخانہ) پر دفعتاً کر آدمی نہیں چڑھ سکتا۔ زینے پر سے ہی ہو کر آدمی جاتا ہے۔ اسی طرح گیان یکدم ممکن نہیں ہے۔ پہلے کچھ عقلی اور اخلاقی شرائط کا پورا ہونا درکار ہے جو شخص اس اصول سے بے خبر ہیں وہ اکثر بے سوچے سمجھے ہی اعتراض کر دیا کرتے ہیں۔ کہ ویدانت کے چاروں سادہنوں میں کیا غلط عقلی اور اخلاقی سبق دیا گیا ہے۔ ویدانتی ان سادہنوں میں تو کمال حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ اور ہم برہم ہیں کے دعوے کر کے واچک گیانی بن جاتے ہیں۔

ایک ایک سادہن ایسا ہے کہ کمال حاصل ہو جائے تو آدمی پارس بن جائے۔ اگر یہ چاروں سادہن درجۂ کمال کے نہوں تو ان سادہنوں سے تھوڑی بہت بہرہ وری ہونا ضروری ہے۔ بعض آدمی ایک سادہن میں کمال اور باقی سادہنوں میں کمزور ہوگا۔ بعض میں دوسرا۔ بعض میں تیسرا۔ اس کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ وہ عقلی و اخلاقی شرائط سے بے بہرہ محض نہ ہو۔ ورنہ حقیقت میں ویدانت شاستر کے پڑھنے کا ادہکاری نہ ہوگا۔ یہ سادہن بہت سوچ سمجھ کر کہے گئے ہیں۔ اور انکی ضرورت اظہر من الشمس ہے تفصیل سادہن۔ وویک۔ ویراگ۔ کھٹ سمپتی۔ ممکشتا۔

اقسام ادہکاری

ادہکاری۔ اُتّم۔ مدھیم۔ ادھم۔ تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) اعلیٰ وہ ہے جس نے صفائی قلب حاصل کرلی ہیں۔ اسکو اپدیش دیا اور گیانی ہوگیا۔ جیسے دیا سلائی لگانے سے خشک ایندہن میں فوراً آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ جیسے ہی گیان کا اپدیش لیا اور وہ گیانی ہوا۔ شاستر میں اسکو اُتّم ادہکاری کہا گیا ہے۔

ہوجاوے دل میں آشتی رہتی ہیں۔ غرض کہ سب میں ایشور بسا ہوا ہے۔ اس پہلو سے دیکھو پھر تمام نظارہ بدل جاویگا دنیا بجائے دکھ درد کے سرگ (بہشت) نظر آئیگی۔

غرضکہ کام وہ کرنا چاہیئے کہ جسکی محرک کار خواہش و خود غرضی نہ ہو۔ نشکام کرم کرنا چاہیئے۔ شہوت۔ وطمع و غضب والفت وانانیت۔ وحسد وکینہ سے محفوظ ہوکر گوشۂ عافیت میں سکونت کرے ؎

گل توحید نروید ز زمینے کہ درو   خار شرک و حسد و کبر و ریا و کین است

کبت

مایا میں پھنسا ہے میرا میری، کہت باور ہے   میرا اور میری سب ماٹی میں ملائی جائے
میرا بل میری دھاک، میرا جس میری ساکھ   جھوٹا اہنکار چھین بھر میں ہلائے جائے
میرا دھن، میرو دھام، میرو روپ میرو نام   میرا میرا، میری میری کہا لگائے جائے
میرا پوت، میری نار، میرا داس میرو یار   کہت آنند سبھن کو۔ کال کوٹ کھائے جائے

نظم

نہ غم دنیا کا ہے اسکو نہ دنیا سے کنارا ہے   نہ لینا ہے نہ دینا ہے نہ حیلہ ہے نہ چارا ہے
نہ اپنے سے محبت ہے نہ نفرت غیر سے جسکو   سبھوں کو ذات حق دیکھے یہی جس کا نظارا ہے
نہ شاہی میں وہ شاداں ہو گدائی میں نہ غم جسکو   جو ملجاوے سو ہی اچھا یہی جس کا گذارا ہے
کفر اسلام سے فارغ نہ ملت سے غرض جسکو   نہ ہندو گبر مسلم ہو سبھوں سے پنتھ نیارا ہے

ہر دل عزیز ہونے کے اُصول

شیریں بیانی ایسی چیز ہے جو انسان کو پیارا بنا دیتی ہے۔ خاکساری سے آدمی کی توقیر و عزت ہوتی ہے۔ تسخیر قلوب شیریں بیانی اور خاکساری سے ہوتی ہے۔ عورت ہو خواہ مرد سب اسکے پھندے میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔ جن کا برتاؤ خاکساری اور شیریں کلامی ہے انکی جگہ دل میں ہوتی ہے۔ شیریں کلامی سے اگر دشمن بھی ہو دوست ہو جاتا ہے۔ ترش بیانی تلوار کی دھار ہے۔ دل دو ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ مقولہ ہے کہ بیسی کرن ایک منتر ہے کر تج شے بچن کٹھور ؎

ز وندان ترا داده واند آسیائے   کہ سازی ملائم تو گفتار خود را

دیگر

خاکساری از بزرگان زمان زیبندہ است   بازمین افتادگی از آسمان زیبندہ است
چوں خطائے از تو سر زد در پشیمانی گریز   از خطا نادم نگردیدن خطائے دیگر است
در صفائے سینۂ خود سعی کن تا ممکن است   صاف اگر با خویش خواہی سینۂ احباب را

تو خیال کو پریشانی کا موقعہ نہیں ملتا۔ کیونکہ خیال جب باہر کی طرف رجوع کرتا ہے تو باہر بھی آتما کے سوا اسکو کچھ نہیں دکھتا
اس واسطے اپنی حرکت سے باز آکر قرار سے آتشنائی اختیار کرتا ہے۔ پس طالب معرفت کو واجب ہے کہ ہمیشہ ذات بحت
مطلق میں محو رہے۔ اور ہستی مجازی یا موہومی سے پاک ہوکر آزادی کا ذوق اٹھاوے اور طبیعت کو یکسو کرنے کا اہتمام
کرتا رہے اور اسکو آوارہ نکرے اگر خیالات بنتے رہیں تو ہرج ہی کیا ہے۔

جواب۔ زندگی کا بھروسہ کچھ نہیں۔ اگر کچھ عرصہ گوشہ فراغت و بے اختیاری میں بسر ہو تو لذت زندگی ہے۔ ورنہ
تمام عمر خیالات واہی میں نقدی حیات ضائع کری اور پھر خالی ہاتھوں اس دار ناپائدار سے کوچ کر جاتا۔ گویا نتیجہ
ندامت و عذاب حاصل کرنا ہے۔ پس واجب ہے کہ بوقت فرصت دل کو شناخت ایزدی کی طرف مائل کرے
اور صحبت عارفان و مطالعہ کتب مقدس و ظفر بر نفس آمارہ کی طرف رجوع رہے۔ ورنہ اگر اسی طرح آرام سے گوشہ میں
گذرے تو بھی اچھا ہے۔ مگر تمام عمر خیالاتِ مجازی میں برباد کرنا دیدہ دانستہ اپنے کو چاہِ عمیق میں ڈالتا ہے۔
خیال سے پاک رہنے کے لئے یہ وچار بھی سوچے کہ یہ خیال کہاں سے اٹھا ہے۔ اور کسکے آسرے اپنے فعل کی تکمیل کرتا ہے
اور پھر کس میں محو ہو جاتا ہے۔ اور کون ان تین حالات کا شاہد ہے۔ جب دانش کامل سے ثبوت ہوا کہ مجھ سے ہی اس
خیال کی پیدایش ہے۔ اور میرے ذریعے سے ہی یہ متحرک ہے۔ اور مجھ ہی میں نابود ہو جاتا ہے۔ ان تینوں حالتوں کا شاہد میں
ہوں تو اس وقت پھر اس خیال کی پیروی کرنی گویا دیدہ و دانستہ چاہ عظیم میں آپ کو ڈالنا ہے

خواہش کو چھوڑا کسطرح جا سکتا ہے؟ جبتک زندگی ہے ہر ایک چیز کی ضرورت ہے

جواب۔ خواہش چھوڑنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ اپنے مال و دولت سے ہاتھ اٹھاؤ۔ یا کہ ضروری چیزیں اور ضروری اسباب
نہ خریدو بلکہ خواہش چھوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ خواہش کے غلام نہ بنو۔ معاش مقرر ہے تو خوش۔ نامقرر ہو تو بھی خوش
سب کام کرتے ہوئے حقیقت کی طرف نظر رکھو اور حقیقت جانو کہ دولت کسکی رہی۔ و کسکی رہ جائیگی۔ جو لوگ آج امیر ہیں
وہ کل کو غریب ہونگے۔ اور جو آج غریب ہیں وہ ضروری کل کو امیر ہو جاوینگے۔ یہ دور اور چکر ہمیشہ سے ایشوری نیم چلا آتا ہے
پس میری ملکیت کا خیال دل سے نکالدو۔ چونکہ ملکیت دکھ نہیں دیتی۔ بلکہ میرا اور میری۔ تیرا۔ اور تیری۔ دکھ دیتی ہے
اگر میرا اور میری ساتھ نہ ہوتی تو ملکیت دوامی خوشی کا ذریعہ ہے۔
ایسا وا سیہ اپنشد میں آیا ہے کہ سب چیزوں میں ایشور وا پک ہے۔
پس ہر چیز کو ایشور کا روپ جانو۔ خدا اُس میں بھی ہے جس سے تم الفت و رغبت اٹھاتے ہو۔ اور ان حواسوں میں بھی ہے

خواہشات پورا نہ ہونیکا سبب کیا ہے؟

مایا د پرکرتی) کا سبب وشئے ہے اور پرکرتی کے وشئے کا سبب خیالات ہیں۔ خیالات سے ہی انسان تمام باتوں میں مشغول ہو جاتا ہے۔ جیسا خیال پیدا ہوتا ہے ویسی ہی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس خواہش کے پورا کرنے کے لیئے انسان پریشان ہو کر مشغول ہو جاتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ خیالات ہی تمام پریشانی و بے چینی کی جڑ ہیں۔

خیال سے خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اور خواہش سے فکر و بے چینی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک شخص بخوشی و عیش و آرام سے بیٹھا ہے اور ہر طرح سے آرام و دولت موجود ہے۔ مگر اس شخص کو خیال آیا کہ میرا کوئی لڑکا نہیں ہے اور میں مرونگا تو نہ جانے کون اس دولت کا وارث ہوگا۔ پس اس کا خیال پیدا ہونا تھا کہ وہ غم کے سمندر میں غوطے کھانے لگا اور تمام خوشی اس موہ و غم میں تبدیل ہو گئی۔

معترض۔ خیالات کا کارن کیا ہے؟

جواب۔ خیالات کا کارن د سبب) بدھی ہے۔ جسکی بدھی گیان وان ہے وہ ہمیشہ خوشی پیدا کرنے والے خیالات سامنے رکھکر خوش رہتا ہے۔ کمزور و خراب خیالات کو پاس نہیں آنے دیتا جس سے غم و فکر سے وہ دور رہتا ہے۔ جہاں خراب خیال آیا اُسنے اُسکو علیٰحدہ کر دیا۔ اور اُسی وقت کوئی خوشی کا خیال سامنے رکھ لیا۔ پس خیال کا دار و مدار بدھی پر ہے۔ جیسی بدھی ہوتی ہے ویسا ہی خیال پیدا ہوتا ہے۔ جسکی بدھی صاف ہے وہ ہمیشہ خوش و خورم رہتا ہے اور اشعار ذیل زبان پر رکھتا ہے

سب کام اپنا کرتا تقدیر کے حوالے　　　نزدیک عارفوں کے تدبیر ہے تو یہ ہے

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تری رضا ہے　　　یاں یوں بھی واہ واہ ہے اور ووں بھی واہ واہ ہے

گوشمال آخر شود دست نوازش ساز را　　　سرکش گر گوشمالی مید ہد دوراں ترا

رہے راضی رضائے مولا پر　　　عمر خوش خوش جہان میں گذرے

اب یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ سب سے پہلے خیال پیدا ہوتا ہے۔ اُس سے خواہش اور پھر خواہش سے بے چینی اس سے انسان کو وچار رکھنا چاہیئے کہ جہاں پرکرتی کے نشے میں ڈالنے والا خیال آیا فوراً اسکو بدل دیا۔ یا دوسری طرف دھیان ڈالدیا۔ اور گیان کے خیالات سامنے رکھ کر مگن ہو گئے۔ نہ خیال نے جگہ پکڑی نہ خواہش پیدا ہوئی نہ بے چینی اس طریقے سے ہر انسان اس سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

سوال۔ طالب خیال کس طرح پریشانی سے باز رہے جواب۔ اگر آتما میں محو رہے اور اُسکی یاد فراموش نہ ہو

ایسا نہ کام کرنا جس سے کہ وہ ہو ناخوش — عزت سے اسکو رکھنا تو ہے جہاں پوری

باتیں کرو تو میٹھی بولو تو اس سے ہنسکر — یہ گھر کی لکشمی کی پوجا بہت ہے اچھی

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

گھر کی جو لڑکیاں ہیں وہ دیویاں ہیں ساری — اور دیویاں بھی کیسی؟ جان اور دل سے پیاری

انکے چڑھاوے لاکر اے دوستو چڑھاؤ — کپڑے چڑھاؤ اچھے گہنے چڑھاؤ بھاری

گھر کی جو دیویاں ہیں جبتک کہ وہ نہ خوش ہوں — باہر کی دیویاں کب خوش ہوسکیں تمہاری

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

لڑکے ہیں گھر میں جتنے وہ بہاری جی ہیں — سب ہیں اودھ بہاری سورت کرشن کی ہیں

ناز انکے تم اٹھاؤ - ان کو سدا مناؤ — یہ خوش اگر ہیں تم سے خوش دیوتا بھی ہیں

میلے انہیں دکھاؤ - جلسوں میں ساتھ لاؤ — یہ برج اور اودھ سے آوازیں آرہی ہیں

گھر کا دیا جلا کے مندر میں تم جلانا۔

تیرتھ تمہارا گھر ہے اور سب غریب بھائی — تیرتھ کے ہیں تو اسے کچھ کیجئے بھلائی

دان انکو خوب دینا - انکی دعائیں لینا — ہو خرچ دان میں جو اچھی ہے وہ کمائی

جب دھیان دیکے میں نے اے دوستو سنا ہے — بس یہ صدا ہے دلکش گوش جہاں میں آئی

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

احسان نوکروں پر اور دوستوں پہ کرنا — دم مہر اور وفا کا لیل و نہار بھرنا

یہ سب کے سب عزیز و تیرتھ کے ہیں نواسے — انکو بھی پوجنا تم تیرتھ سے جب گزرنا

انکے بھی حق ہیں تم پہ تم دو انہیں برابر — پنڈے تمہیں ڈرائیں تو بھول کر نہ ڈرنا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

سمجھو نہ اسکو گر تم تیرتھ ہے یا کہ مندر — ہے باس دیویوں کا اور دیوتاؤں کا گھر

اوبھکاری اور نولے ملتے بہت یہیں ہیں — اس جاترا سے کوئی ہے جاترا نہ بڑھکر

درشن کے بھی مزے ہیں اور دان کے بھی بیجا — مکتی کا قول ہے یہ تم نقش کر لو دل پہ

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

—— (✣) ——

میری سنو عزیزو کہتا ہوں بات سچی
گھر جاتا ہے کرتی کیجے یہیں سے اٹھ کر

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

یہ دھرم کی ہے بھومی یاں دھیان کا مزا ہے
یاں جل ہے ایسا نرمل اشنان کا مزا ہے

تم یاں پڑھو پڑھاؤ تم یاں سنو سناؤ
یاں شاستر کا اس جا اور گیان کا مزا ہے

کیوں تیرتھوں میں تم ہو یوں ماری ماری پھرتے
گھر کرم کی جگہ ہے یاں دان کا مزا ہے

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

سب دیوتا ہیں اس جا سب پریا ہیں اس جا
جتنے رشی منی ہیں ان کے مکاں ہیں اس جا

درشن یہاں ہیں ایسے ایسے کہیں نہیں ہیں
ہیں رشٹ دیو اس جا کل دیو یاں ہیں اس جا

ملتا ہے آدمی یاں اوپکاریوں سے ہردم
گر دان وان دینا چاہو دیش اور سبھی اس جا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

بوڑھے پتا کو ایشر سمجھا کرو تم اپنا
وہ شیو ہے اور وشنو بس ایک وہ ہے برہما

وہ رام کی ہے مورت اور کرشن جی کی صورت
تم جان اور دل سے کرنا اسی کی سیوا

سب دیوتاؤں سے وہ بڑھ کر ہے مرتبے میں
مندر میں جاؤ پیچھے۔ پہلے ہو اس کی پوجا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

بوڑھی تمہاری ماتا سب دیویوں کی دیوی
بس رات ہی سمجھنا سیتا ہے راج رانی

باہر سے آؤ گھر میں تو پاؤں اس کے پوجو
جب جاؤ گھر سے باہر تو لو دعائیں اس کی

پوجا میں سب سے بڑھ کر ماتا کا پوجنا ہے
جس نے کہ اس کو پوجا دیوی اسی نے پوجی

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

ہیں وشو دیو گھر میں بوڑھے بزرگ سارے
وہ جان اور دل سے تم کو رہیں پیارے

گھر میں رشی بہت ہیں۔ گھر میں منی بہت ہیں
وہ رشتہ دار ہیں اور بھائی بہن تمہارے

درشن کرو تم ان کے سیوا کرو تم ان کی
احسان ان کے کتنے سر سے بھلا اتارے

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

گھر ہے تمہارا مندر ہے اس میں لکشمی بھی
آؤ تمہیں بتا دوں بیوی ہے وہ تمہاری

دودان دیو پر بنا کر دنیا میں روشن کریں۔ وہ ماتا پتا کو سُکھ دیں۔ سیوا کرنے سے جگت میں روشنی پھیلا ، وطن کی
کی تعداد میں اضافہ ہووے اور چاروں طرف آنند پھیل جائے۔

جاننا چاہیئے کہ من و اندریاں مر ہی نہیں سکتیں۔ من اور اندریوں کو مارنا گویا جسم کو تکالیف پہنچانا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ من کے مرنے پر نہ یوگ ہو سکتا ہے نہ ابھیاس کر سکتا ہے نہ وِدیا حاصل ہو سکتی ہے من کے بغیر نہ دھیان ہو سکتا ہے نہ گیان نہ دُرتا آ سکتی ہے۔ لوک پرلوک وغیرہ کے کام بھی سب من سے ہی چلتے ہیں۔ اگر من مر گیا تو سب خاک میں مل گئے۔ انسان بیکار ہے۔ پس من کو گیان شکتی سے قابو کرنا چاہیئے۔

مثلاً گھوڑی اگر شرارت کرے تو اسکو چابکسوار سے درست کرانا چاہیئے نہ کہ اُسکے چارہ و دانہ میں کمی کر کے اُسکو قابو میں کیا جائے۔ جس سے وہ لاغر ہو کر موت کا شکار ہو جاوے گی۔

گرہست کا چھوڑنا بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ گھر ہی تمام تیرتھوں کا صدر مقام ہے۔ گھر سب سے بڑا تیرتھ ہے۔ پران تو چھاور کرنے والی ماتا اسکی سب سے بڑی پوجا ہے۔ اُسکی سیوا کرنی چاہیئے۔ پتا دیوتا ہے اسکو آرام دیں۔ بیٹا و بیٹی دونوں سورج و چاند ہیں۔ انکو عالم و دوان بنایا جائے تو یہ دونوں گرہست میں اس طرح روشنی پھیلا دینگے جس طرح چندرماں و سورج اکاس میں روشنی پھیلاتے ہیں۔ استری سچا متر ہے جو دل سے مدد اور سیوا کرنے کے لئے تیار رہے۔ جو شخص بے سر و سامان چھوڑ کر گھر سے بھاگ جاتا ہے اور اپنے کنبے کو بربادی و تباہی میں ڈالتا ہے سب سے بڑا ظالم بلکہ اظلم ہے۔

دیا سب سے بڑا دھرم ہے جس شخص نے جان نثار کرنے والی پیاری ماتا اور بھولی بھالی استری و بچوں کو تڑپایا وہ کسی حالت میں دھرماتما کہلانے کے قابل نہیں ہے۔

گھر ہی جائے تیرتھ ہے

کیا بدل گیا ہے دُنیا کا کارخانہ — وہ چیز ہے نمائش شیدا ہے اِک زمانہ
پوجا تمائیشی ہے سیوا نمائیشی ہے — ایشور کے ساتھ چھل ہو اس چھل کا کیا ٹھکانا
گھر میں ہو گھُپ اندھیرا مندر میں روشنی ہو — اے میرے دوستدارو ایسا غضب نہ ڈھانا

گھر کا دیا جلا کر مندر میں تم جلانا

گھر ہو تمہارا تیرتھ سب تیرتھوں سے بڑھکر — دُنیا کا کوئی تیرتھ اس کے نہیں برابر
پریاگ اور کاشی گنگا ہے۔ یا کہ جمنا — سب ہیں اسی کے اندر کوئی نہیں ہے باہر

دنیا میں برائی کیوں ہے؟

جواب - جیسا جو ہوتا ہے اسکو ویسا ہی نظر آتا ہے مصرع تشنہ آب و خواجہ اوشک استخواں بیند بخواب یہ مثل مشہور ہے چور کو چور سادھ کو سادھ نظر آتے ہیں - پس جسقدر دنیا میں برائی نظر آتی ہے وہ سب اپنی ہی طبیعت کی کمزوری کا نتیجہ ہے - عقلمندوں کا مقولہ ہے - کہ نیکی نیک را - بدی بد را - یہ دنیا حق تعالیٰ کی کتاب ہے - اِس کے پڑھنے والے جس خیال کو دل میں جگہ دیں ویسا ہی اُنکے ساتھ ظہور ہو - کیونکہ کہا ہے " فکر ہر کس بقدر ہمت اوست " جو اچھا سمجھتا ہے اسکو اچھا ہی نظر آتا ہے - جو برا خیال کرتا ہے اُسکی نظر برائی ہی پر رہتی ہے -

مثلاً ایک بچہ کے سامنے اشرفی پڑی ہے - اگر کوئی شخص اسکو اُٹھالے تو وہ اِس اُٹھانے والے کو چور نہیں سمجھیگا کیونکہ اُسکی نگاہ میں کوئی چوری نہیں ہے - وہ چور کسکو بتلاوے -

دیگر یہ کہ جنگل میں ایک ٹوٹا ہوا پتے کٹا ہوا درخت موجود ہے - اِس طرف چور نظر کرے گا تو وہ یہی سمجھے گا کہ پولیس کا سپاہی میرے پکڑنے کو آیا ہے - اور اگر کوئی بچہ آتا ہے تو وہ بھوت پریت سمجھ کر ڈریگا - اور چلائیگا کیونکہ اُسکے اندر بھوت پریتوں کی کہانیاں اوائل عمر سے گھر کئے ہوئے ہیں - اور اگر کوئی عاشق مزاج گزرے گا تو وہ یہی خیال کرے گا کہ میرا معشوق میری تلاش میں کھڑا ہے -

غرض انسان مجسم خیال ہے جس طرف خیال پختہ ہوتا ہے وہی صورت انسان کی ہوتی ہے - اسواسطے ہر انسان کو اپنا آئینہ دل صاف رکھنا چاہئیے تاکہ صاف و شفاف ہی صورت نظر آئے ؎

چوں شود دل پاک از کبر و ریا　　　بے گماں او ہست ذاتِ کبریا

من اور اندریوں کا مارنا - اور گرہست چھوڑنا کیسا ہے؟

جواب - من اور اندریوں کو نادان اشخاص کمی خوراک - یا ناقص - باسی - خراب - خشک خوراک سے مارنا چاہتے ہیں اس سے بجز خرابی و بیماری کوئی فائدہ نہیں - ایسا کرنے سے روزگار سے دل ہٹ جاتا ہے - گرہست سے لاپرواہ ہو کر بچوں اور خاندان کو مصیبت میں ڈال دیتا ہے - سمجھ تو یہ بیٹھتے ہیں کہ ہماری اندریاں اور من مر جائیگا - مگر انجام یہ ہوتا ہے کہ وہ خاندان کو برباد کرتا ہے اور من و اندریاں کی خواہش برابر اندرونِ دل رہتی ہے -

اگر چاہئے اسکے تندرست عالم ہیں اور ودیا حاصل کر کے اپنی استری کو بھی گیان وان بنا دیں اور اپنی اولاد کو

لطف کے جو شانت چت اور کشش ضمیر ہے وہ ستوگن ہے جنہیں انکا ذہنی سے نجات نہیں۔ جہاں تک کہ جو مانند وہ ہے۔ چلبلاپن۔ دغاباز کو نفس ہو۔ اسپر تموگن سوار ہے۔ ہر دلعزیز ہونا ہر وقت خوش رہنا نیز سب ہوئے کاموں میں ہاتھ ڈالنا نارائن کے بھجن میں محو ہونا بھی ستوگن ہے۔ غرور۔ دروغ گوئی۔ لالچ۔ حرص۔ حسد وغیرہ رجوگن کے لچھن ہیں۔ پریشان خاطری۔ آلکسی۔ سستی۔ تموگن کی باتیں ہیں۔ ستوگن والے برہم سے پرماتما میں لیت ہو جاتے ہیں۔ رجوگن و تموگن والے انسان نرک بھوگتے ہیں۔

رجوگن۔ تموگن کی زیادتی کے نقصانات

دل میں نفس امارہ کا درخت ایسا خوشگوار ہے کہ مرتے دم تک کملاتا نہیں۔ وہ موہ کے تخم سے پیدا کیا گیا۔ اگیان اسکی جڑ ہے۔ اور پاپ کے جل سے اسکی آبپاشی کی گئی۔ اس میں غیبت اور عیب جوئی کی کونپلیں پھوٹیں۔ بیج و افکار اسکی ٹہنیاں ہیں۔ حسد اور لالچ کے پتوں سے ہرا ہو رہا ہے۔ اس عجیب درخت کے نیچے کور باطنوں کا مجمع رہتا ہے۔ اور اسکے زہریلے پھل کی تمنا میں اپنا وقت عزیز کھوتے ہیں۔

دانا عاقل لوگ گیان کے تیر سے اسکی بیخ کنی کرتے ہیں اور اسکی زہریلی ہوا سے نجات پاتے ہیں۔

جاہلوں کے لئے وہ درخت حنظل سے کم نہیں۔ جو اسکے سایہ کے نیچے آیا دین و دنیا دونوں خراب کیں۔

قالب عنصری بھی ایک آباد شہر ہے عقل کا سکہ بیٹھا ہوا ہے یعنی عقل کی حکومت ہے۔ دل اس کا وزیر ہے۔ اندریاں شہر کی رعایا ہیں۔ انکی پرورش جگ۔ تپ۔ اور نیک کاموں کے وسیلہ سے کیجاتی ہے۔ رجوگن تموگن یعنے رئیس۔ تامس اہلکار ہیں۔ کرم پھل۔ سکھ۔ دوکھ۔ ملازمان خاص کا ڈنکہ بج رہا ہے۔ اہنکار ان سب کا سردار ہے۔ راجسی تامسی لوگ پاستری مگن کرتے ہیں۔ اس پاپ سے دل اور عقل دونوں گناہوں میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔ اندریوں کے سریلے نغمے سن سن کر راجہ یعنی عقل کا چت بھی ڈانوا ڈول ہو جاتا ہے۔ دھن۔ دولت۔ سکھ کا خواہش ہو جاتا ہے عقل اور دل سے باہمی جھگڑے ہوا کرتے ہیں۔ اس وجہ سے شہر میں کھلبلی پڑ جاتی ہے۔ اور وہ راجسی سکھ فنا ہو کر دکھ پراپت ہوتا ہے۔ رجوگن کی فوج چاروں طرف محصور کر لیتی ہے۔ شہر کی رعایا یعنے اندریاں راجہ کی دشمن ہو جاتی ہیں اور راجہ کو گرفتار کرکے رجوگن کے سامنے مشکیں باندھکر کھڑا کر دیتی ہیں۔

اسی طرح شریر کا ناش ہو جاتا ہے۔ اور جیو اپنا کرم دوسرے جسم میں بھوگتا ہے۔ سری کرشن جی نے گیتا میں فرمایا ہے کہ

جہل اور بے اعتقادی کا نتیجہ ہے فنا ——— راحت عالم کو کھو دیتا ہے بندہ وہم کا

لینے کو ست نام ہے۔ وہ بھگوان ان ‏ ترنے کو ہے وہ نیّا بوڑن کو ابھان
دیگر
کوئی کرم لاگے نہیں ایک کرودھ کے لا ‏ کیا کرایا سب گیا۔ جب آیا اہنکار
دیگر
سہل شیرے داں کہ صف را بشکند ‏ شیر آنست آنکہ خود را بشکند
دیگر
چاہ گئی۔ چنتا مٹی۔ منوا بے پرواہ ‏ جن کو کچھ نہیں چاہیئے سو ہی شہنشاہ
دیگر
گئودھن۔ گیج دھن۔ باجی دھن اور رتن دھن کہاں ‏ جب آوے سنتوش دھن سب دھن دھور سمان

ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن کے اوصاف

پانچ عناصر۔ خاک۔ باد۔ آب۔ آتش۔ آکاش سے کل کائنات پیدا ہوئیں۔ انڈج۔ اودبج۔ جرائج۔ سویدج یعنی انڈے بچے۔ پسینے۔ مٹی سے پیدا ہونیوالے جانوروں کے جسم بھی کرم کے آدھین ہیں جس طرح سمندروں کی لہر کبھی پرلا پا زور نہیں دکھا سکتی۔ اِسی طرح جیو ایک قالب کو چھوڑ کر دوسرے قالب میں پردیش کو جاتے ہیں۔ پرلے ہونے پر تمام جیو۔ جڑہ جیتن کا ناش ہو جاتا ہے۔ سب جیووں کی پیدائش پانچ عنصروں سے کی گئی ہے۔ مگر ان میں کچھ فرق رکھا گیا ہے وجہ یہ کہ جیو یعنے روح جیسا کرم کرتی ہے اور جس جسم کا دھیان مرتے وقت یاد آتا ہے وہ دیہہ نصیب ہوتی ہے۔

بزرگوں کا قول ہے کہ (انت متا سو متا) اور گیتا میں سری کرشن بھگوان فرماتے ہیں۔

یہ سمجھ لے آخری دم جس کا جیسا ہو خیال ‏ اپنی نیت کے مطابق اُس میں ہوتا ہے وصال

آواز۔ کان اور مسامات۔ جسم کا تعلق آکاس سے ہے۔ سانس لینا۔ مس کرنا۔ یعنی چھونا۔ یہ ہوا سے متعلق ہے۔ صورت شکل۔ آنکھ۔ اگن سے تعلق رکھتے ہیں۔ رس ذائقہ۔ خون۔ اِن میں جل کا خواص ہے۔ خوشبو۔ بدبو۔ ناک وجسم۔ پرتھوی سے مخلوط کئے گئے۔ ہوا سے احساس۔ جل سے رس۔ اگن سے صورت۔ آکاش سے آواز۔ پرتھوی سے سونگھنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔ یہ خواص برابر نہیں ہوتے۔ کمی بیشی رہا کرتی ہے۔

ستوگن سے اندریاں قابو میں رہا کرتی ہیں۔ جس طرح کچھوا اعضو بڑھا کر کھینچ لیتا ہے۔ اِسی طرح جو اندریوں پر قابض ہے۔ رجوگن۔ تموگن میں یہ بات نہیں ہوتی۔ رجوگن۔ تموگن۔ والے عقل سے بے بہرہ رہتے ہیں۔ ان پر اندریوں کا تسلط ہے۔ جسم میں پانچ اندریاں۔ چھٹا من۔ اور ساتواں ادراک یعنی سمجھ ہے۔ آٹھواں آلہ آنکھ ہے۔ جس سے دنیا کے حوادثات پر نظر پڑتی ہے اور نیک و بد میں تیز ہو سکتی ہے۔ ستوگن میں ادراک یعنی سمجھ کا پلہ بھاری ہے۔ ستوگن والے کبھی بدکام کے مرتکب نہیں ہوتے۔ ستوگن۔ رجوگن۔ تموگن کے اوصاف جداگانہ ہیں۔ اِنکے گنوں کا

بقولیکہ دنیا کو فتح کر لیا تو کیا ہوا جس نے کرودھ کو فتح نہیں کیا وہ ہمیشہ ہاری ہی رہا ہے۔

کہنے کو ہے زندگی درختوں کی بھی   **دیگر**   انسان کی بھی ہے زندگی اور حیوان کی

جینا اسی کا ہے بیشک دنیا میں   جیتا ہے غضب کو جسنے یہاں جیتے جی

یہ سنسار کاٹھ کی کوٹھری ہے۔ جس میں کرودھ ایک آگ جل رہی ہے۔ جو اسکے اندر رہا وہ ضرور جلیگا۔ کرودھ کی آگ گھر گھر لگ رہی ہے۔ جو لوگ ایشور کی بھگتی میں لین ہیں وہی اس آگ سے بچکر رہ سکتے ہیں۔ بقولیکہ

دسوں دساسے کرودھ کی اٹھی اپربل آگ   سیتل سنگت سادھ کی تہاں اُبہرے بھاگ

(۳) لوبھ۔ انسان کا تیسرا دشمن ہے۔ لوبھ میں پھنسکر مر کر بھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ خواہ گیانی ہو۔ خواہ دھیانی۔ جوگی ہو یا جنگم۔ عالم ہو یا پنڈت۔ لوبھ اسقدر بُری بلا ہے وہ ان سب کو ترشنا کے سبب ملیامیٹ کر دیتا ہے۔ کیونکہ عاقلوں کا قول ہے کہ جس برتن کی تلی ہی نہ ہو اس میں دھن رکھا جاوے تو کیا نتیجہ۔ لوبھی کی ترشنا کبھی شانت نہیں ہوتی۔ خواہ تینوں لوک کی دولت گھر میں آجاوے۔ اسواسطے ایسا دھن جمع کرنا چاہیے جو آگے بھی کام آوے ورنہ ترشنا کی گٹھڑی ساتھ کون لیجاویگا۔ بقولیکہ۔

کہ ترشنا ہے ڈاکنی سے جیون کا کال   اور اور نسدن چہے جیون کرے محال

رباعی

طامع نہ بنو۔ طمع نہیں اچھی چیز   سوچو تو تمہیں خدا نے بخشی ہے تمیز

کہتے ہیں جسے مال وہ ہے ہاتھ کا میل   کیوں میل کو جان و دل سے رکھتے ہو عزیز

دیگر

مکھی بیٹھی شہد پر پنکھ سے لئے لپٹائے   ہاتھ ملے اور سر دھنے لالچ بُری بلائے

(۴) موہ۔ انسان کا چوتھا دشمن ہے۔ گیانی کی پیش اس کا بھی ساتھ نہیں دیتا۔ جس انسان کے دل میں موہ نے گھر کر لیا اسکے اندر گیان کی روشنی نہیں چمکتی۔ یہ موہ ایسے بہاؤ کا دریا ہے کہ اس میں تیراک بھی بہہ جاتے ہیں چہ جائیکہ معمولی انسان۔ بقول سے

سُر نر منی سب پچتے مرگ ترشنا لگ موہ   موہ روپ سنسار ہے گہرے موہ ندی جوہ

اشٹ سدھی نو ندھی مول سب بھگوی کی کہان   تیاگ موہ کی باسنا کہہ گئے سنت سجان

(۵) اہنکار۔ پانچواں دشمن ہے۔ اہنکار مثل آگ سوزاں ہے۔ اس میں ہر دم قلب ہی جلتا رہتا ہے۔ ایک اہنکار کے ساتھ بہت سی بدیتیں پیوستہ ہیں۔ جس وقت اہنکار یا تکبر لوجہد کیا کرایا ہے سب خاک میں مل گیا۔ جہاں آ گیا ہے وہیں آبدا لینے مصیبت برپا ہوئی۔ جہاں گھمنڈ ہے وہیں سوگ ہے غرضکہ اہنکار چھوڑ دانے سے ہی باقی چاروں لا علاج مرض دور ہو سکتے ہیں۔ بقولیکہ

خیالِ نفسانی سے دل کو روک کر اے باشعور ۔ مار اُس موذی کو جو ہے دشمنِ علم و سرور

دیگر

تیری چت چپلتا مٹ جائیگی ۔ من کو گنج میان لگا لے

اُس مٹے وسیہ تہر ہوئے ۔ آسن سدھ جمائے لے

تندرا جائے سپن نہیں آئے ۔ انہد جوت جگائے لے

اچھتر وکلپ سکھ ہووے ۔ سنجم کو رس کھائے لے

کمت آنند پریم رس پائے ۔ آتم دیو منائے لے

انسان کے پانچ دشمن

(۱) کام یعنی لذاتِ شہوت۔ اسکی نسبت کبیر صاحب فرماتے ہیں

ناری کی چھایا پرت اندھا ہوت بھجنگ (سرپ)، کبیر تن کی کون گتی جو نت ناری کے سنگ

کامنی یعنی عورت میٹھی چھری ہے جس نے اسکو چھوا۔ خربوزے کی طرح کٹ گیا۔ راون جیسا پرتاپی راجا اسی بدولت مع اپنی سلطنت و خاندان کے برباد ہو کر راہی ملکِ عدم ہوا۔ دریودھن کی سلطنت بھی اسی نے خاک میں ملادی بقولیکہ

ناگن کے دوی پھن ناری کے پھن بیس ۔ جاکو ناری نے ڈسا۔ مرے بے بسوہ بیس

اب سوال یہ ہے عورتِ غیر سے پرہیز چاہیئے نہ کہ اپنی بیاہتا سے۔ اس پر بھی عارفوں کا قول ہے کہ اپنی عورت سے بھی اتناہی تعلق رکھے جسقدر کہ ضرورتِ اولاد کے واسطے شاستر نے اجازت دی ہے۔ ورنہ شہوت رانی دکامنا کی خاطر سے مصروف رہنا ایسا ہی خطرناک ہے جیسا کہ ناگن (سرپ) کو آستین میں پالنا۔ بقولیکہ

ناری پرائی۔ آپنی۔ بھوگے نرکے جائے ۔ آگ۔ آگ۔ سب ایک سی ہاتھ دیئے جل جائے

نہر پرایا۔ آپنا۔ کھائے سے مرجائے ۔ اپنی رکھشا نا کرے۔ کون تا ہے سمجھائے

غرض کہ کام کے ہاتھوں بک جانا بُرا ہے۔ اس لئے سادھو مہاتماؤں نے اس سے دور رہنا ہی مناسب سمجھا ہے مثلاً خواہ اپنی ہو یا دوسرے کی ہو زخم برابر کریگی۔ چونکہ کُتّے کو بھوگ کی زیادہ کامنا رہتی ہے۔ اس لئے مہاتماؤں نے کامی پرش کو کُتّے کے برابر سمجھا ہے۔ کامی پرش کو رام کا نام لینا دُرلبھ ہے۔ بقولیکہ

جہاں کام تہاں نام نہیں۔ جہاں نام نہیں کام ۔ دونوں کب ہوں نا ملیں۔ رو ی۔ رجنی۔ یک ٹھام

(۲) کرودھ یعنی غصہ، یہ کام یعنے شہوت سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ اس سے دور رہنا بیر پرشوں کا کام ہے۔

نربھے پدکی اوستھا جیون پرکاشے جہان — رہے ویہہ میں جیسے ہو انیاسی نربان

جیوں کا تیوں پہچان کر دوبے چھوٹے مان — آپ سنبھال کمال سے نرگنبھے پران اپان

من کیوں دوڑتا ہے اور اسکے زیرِ حکم پران تحریک پاکر بانی بولتی ہے اور آنکھ کان کو کون تحریک دیتا ہے

یہ من جڑ ہے اور گو کثیف مادہ ہے مگر بہت لطیف ہے اور مادہ کا خاصہ تبدیلی ہے۔ اور جہاں تبدیلی ہے وہیں مادہ ہے۔ تن کی حالت میں دمبدم تبدیلی ہے۔

اب یہاں سوال ہو سکتا ہے کہ پران حرکت کرتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اندریاں اور من کو گیان ہوتا معلوم ہوتا ہے یہ حرکت اور گیان جڑ کے خواص نہیں ٹھیر سکتے۔ تم جس چیز کو پران کہتے ہو یا اندریہ۔ من جسے ہوئے ہو وہ محض بیرونی آلات ہیں۔ اصلی پران یعنی من کو حرکت دینے والی اور اصلی اندریہ یا من جسے گیان ہوتا ہے وہ انکے اندر اور ان کے پس پشت ہے۔ پس آتما سے پران کا پران۔ اندریہ کی اندریہ۔ اور من کا من سمجھنا چاہیئے۔ گویا پران تن وغیرہ اجسام ہیں۔ اور انکا آتما اصلی (پرلاتما) وغیرہ گیان سروپ آتما ہے جو اپنے ارادے سے انہیں حرکت دیتا ہے جس طرح یہ جسم خاکی ہے اور آتما اسکے اندر ہے۔ جسم خاکی جو جدا معلوم ہوتا آسان ہے۔ کیونکہ جسم کثیف شے ہے لیکن پران و اندریاں اور من چونکہ لطیف ہیں۔ اسواسطے ان میں آتما کا دھوکا ہوتا ہے۔ چونکہ من لطیف شے ہے اُسکے واسطے آلہ بھی لطیف ہی درکار ہے پس من کو من کے ساتھ مارنا ہوتا ہے۔ اور کوئی بیرونی آلہ یا سامان اُسکے قابو میں کرنے کا کارگر نہیں ہو سکتا۔

آن خصم نیست نفس کز جہان شود مطیع — غافل مشو کہ تربیت شیر میکنی

من کو روکنے کے دو علاج ہیں۔ ایک ست سنگ۔ دوسرا ست شاستر کا وچار۔ ست سنگ کی دو قسم ہیں ایک بیرونی۔ دویم اندرونی بیرونی یہ ہے کہ برہم گیانی مہاتما پرشوں کی خدمت میں بادب و ارادتمندی حاضر ہو کر اُنکے سخنان کو گوشِ ہوش سے سننا۔ اور راست مان کر یقین کرنا۔

اندرونی یہ ہے کہ شنیدہ سخنان کو گوشۂ تنہائی میں تمام حواس ظاہری و باطنی کو اپنی اپنی التفات سے باز رکھکر شدومد سے وچار کرنا اور اپنی دلائل سے پایۂ ثبوت و راستی پر لیجا کر صندوق حق الیقین میں جمع کرنا۔ اگر کوئی شک وغیرہ ہو تو ان سے بادب دریافت کرنا۔

اگر برہم گیانی موجود نہ ہو۔ تو اُسکے اُپدیش مکتوبہ پر طریقِ مذکورہ بالا پر عمل کرنا۔ اسی کو ست شاستر وچار کہتے ہیں۔ گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے۔

اوم کی اہنگرہ اپاسنا

آدمی ہردم اپنے من میں یہ دھارنا کرے کہ حروف "اوم" برہم ہے سو میرا روپ ہے اسکے برابر اور کوئی دھیان نہیں ہے

اگر کوئی شغل نہ ہوسکے تو کیا کرنا چاہیئے

گیتا ادھیائے ۱۲ منتر ۲ میں لکھا ہے عشق حقیقی ذات سے پیدا کرنا چاہیئے

منتر ۷ جنکو میرا عشق صادق ہے انہیں اے نامدار — جلد لیجاتا ہوں میں دریائے معصیت سے پار

منتر ۸ جسم و دل دونوں کو تو میرے تجسس میں لگا — راز کھل جائے گا تجھ پر منزلِ مقصود کا

" ۹ باندھنا میرا تصور تجھکو مشکل ہو اگر — شغل کے جذبے میں مجھ سے وصل کی تدبیر کر

" ۱۰ شغل میں تکلیف ہو تو مجھ کو قائل مانکر — میری خاطر عمل کر عرفاں سے ہوگا بہرہ ور

" ۱۱ یہ بھی گر دشوار ہو طالب ہو میری دید کا — دُور کر شمع طلب سے ظلمتِ بیم و رجا

" ۱۲ سہل ہے اشتغالِ عرفان سے طریقہ عشق کا — عشق کا مقصد فنا ہے اور فنا میں ہے بقا

میرے مرشد مجکو تو ایسا طریق تبلادیں جسمیں ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے

پیارے طالب جسقدر طریق اپاسنا تبلائے گئے ہیں جو جیسے بن سکے عمل میں لا۔ بہت آسان ہی طریق تبلائے گئے ہیں ورنہ بہت سے مشکل بھی ہیں جیسے پنچ اگنی اوندھا لٹکنا وغیرہ وغیرہ تیری خاطر سری کرشن بھگوان نے اور بھی ایک طریق تبلایا ہے وہ یہ ہے۔ ایشور کے سوا دوسرے کی تعظیم نکرنا سپرمحبت اور نثار ہو۔ کیونکہ ذات مطلق وحدہٗ لاشریک ہے۔

بقول ۵ ۶ منتر ادھیائے ۱۸

میری خاطر کر ریاضت مجھ میں اپنا دل لگا — میرے پیارے مجھ کو دے تعظیم مجھ پر ہو فدا

مجھ سے میں کرتا ہوں وعدہ اسکو سچا جانئے — بہرہ ور ہوگا تو آخر کار میرے وصل سے

ہر دے تا بجھے۔ اور ترکٹی۔ تین دھیان استھان — سُرت ایکتا تا بجھے میں ہر دے شنج پردھان

سرت لین ہو ترکٹی برھما نند میں گیان — تین دھیان کی ایکتا پرم شانت اور آن

سب منوت من سے رہے نج بچار اور گیان — ترییے پد کی اوستھا کیونکر کروں بکھان

Only Picture Printed at Punjabi Press, Delhi

انسان کو ضروری اور کوشش حاصل کرنے میں کار آمد ثابت ہوتا ہے۔

آپ اسنا کا کیا سروپ ہے؟

جواب۔ سب اندریوں سے برتی کو ہٹا کر اونکار کے دھیان میں لگانا یہاں تک کہ اونکار کا من ایک سروپ ہو جاویں

گیتا۔ ادھیائے ۶ منتر ۱۰ لغایت ۱۴

منتر ۱۰ بیٹھکر گوشہ میں تنہا باندھکر اپنا خیال — اضطراب دل مٹا دیتا ہے شاغل کا کمال

" ۱۱ چاہیئے مرگ چرم کا اوڑھا یا کشا کا بندوبست — پاک مسکن میں بہت اونچی نہ نیچی ہو نشست

" ۱۲ لوح خاطر سے مٹا کر وسوسے اور خواہشیں — آدمی کا فرض ہے کوشش صفائے قلب میں

" ۱۳ راست قائم کرکے اپنا جسم گردن اور سر — شاغل اپنی ناک کے بانسہ پہ ٹھیرائے نظر

" ۱۴ بیم اور اُمید سے جب قلب اسکا پاک ہو — جلوۂ وحدت میں نور ذات کا ادراک ہو۔

سوال اور بھی کوئی طریق ہے؟ جواب۔ ہاں۔ اونکار کو پرانوں کی رفتار میں دھیان رکھنا۔ جب دم اندر کیطرف جائے اسکو دھیان کرنا۔ اور جب دم سے باہر کیطرف آوے ہم کا دھیان کرنا۔

گیتا۔ ادھیائے ۵ نمبر ۲۷ و ۲۸

منتر ۲۷ ابروں کے وسط میں لاکر نظر اطراف سے — توڑتا ہے جو نفس کو ناک سے چلتے ہوئے

منتر ۲۸ دل حواس و عقل کرتا ہے نثار علم ذات — وہ علائق سے بری ہے اسکو حاصل ہو نجات

سوال۔ اور کوئی شغل بھی ہے جواب۔ ہاں اور بھی ہے مگر کرنے والے کے واسطے تو ایک ہی کافی ہوتا ہے۔

پھر کشی دھیان ہے کہ شاغل اپنی نظر ناک کے بانسہ شروع پر قائم کرے منہ بند کرکے ناک سے سانس لیتا رہے۔ اور کسی خیال کو پیدا نہ ہونے دے۔ گیتا ادھیائے ۸ منتر ۱۲ و ۱۳

منتر ۱۲ خواہشات ظاہر و باطن سے دل کو روک کر — شغل کی امداد سے دم کو چڑھا کر تا بسر

" ۱۳ اسم اعظم اوم کا جو ذکر کرتا ہے مدام — کوچ کرکے جسم سے پاتا ہے اعلیٰ مقام

ایک اور طریق سے چنتن کا ہے۔ جیسے کہ گھڑا مٹی کا کاریہ ہے اسواسطے مٹی اسکے اندر باہر ہے۔ اسی طرح پانی سے جو جھاگ سوج اور حباب پیدا ہوتے ہیں وہ پانی سے جدا نہیں ہیں اسلئے جو چیز جس شے کا کاریہ ہے اسکو کارن روپ سمجھے السلئے سب کا کارن ہے "سو میں ہوں" یہ سے چنتن کا طریق ہے۔

اہلِ جہاں کی ہجو سے وہ بھاگتے ہیں دور — لب پر وہ آنے دیتے نہیں کلمۂ غرور
ممکن نہیں غلط ہو جو بات اُس کو سچ کریں — سچ کو نہ جھوٹ۔ جھوٹ کو ہرگز نہ سچ کریں
عزت جہاں میں پاتا ہے جھوٹا بشر کہاں — قابل یقین ہوتی ہے جھوٹی خبر کہاں
صادق کا نور پاتی ہے کاذب سحر کہاں — سچے کی قدر پاتا ہے جھوٹا گہر کہاں؟
بھایا جو کذب کشتِ صداقت اُجڑ گئی — مُہرا جو کوئی جھوٹا ہوا کل بگڑ گئی۔

رباعی

قومے بہ نماز و روزہ حق می جویند — جمعے برہِ کعبہ رہے مے پویند
بعضے گویند ماسوا چیزے نیست — حق جانب آنہاست کہ حق میگویند

تپ کی مہمان

تپ سے مراد جوگ ابھیاس ہے۔ ریاضت کرنے والے عابد بڑی تکلیف اُٹھاتے ہیں یعنی بعض ایک پاؤں سے کھڑے ہوکر نارائن کا جپ کرتے ہیں۔ پنچ اگنی تاپتے ہیں۔ جاڑے گرمی برسات کے موسموں میں جل کے اندر باس کرکے ہری نام کا سمرن کرتے ہیں۔ ایسی تکلیف اٹھانے سے ہی شانتی اچھی کہی گئی ہے۔ مگر تپ کی فضیلت بہت ہی بڑی ہے عالموں کا قول ہے کہ اگیانی علم سے بے بہرہ بھی تپ کرنے سے اعلیٰ مدارج پر قدم رکھ سکتا ہے۔ برہما جی نے تمام مخلوقات تپ ہی کے زور سے پیدا کی۔ رشیوں نے تپ ہی کی قوت سے ویدوں کو ظاہر کیا۔ تپ ہی کے ذریعہ سے برہم پہچانا گیا۔ عصیان کی معافی اور گناہوں سے رہائی تپ ہی کی بدولت ہو سکتی ہے۔ آبِ حیات (امرت) تپ کی برابری نہیں کر سکتا۔ سنیاس ست بڑھکر کوئی تپ نہیں خیرات سے بڑھکر کوئی کرم نہیں۔ تپ کرنے والا شاہ ہو جاتا ہے۔ جو چاہے کرے

گیتا ہے بعض شاغل جملہ فعلوں کو حواس اور نفس سے — خاک کر دیتے ہیں اپنے شعلۂ عرفان سے
۴/۳۰ نفس کش کرتے ہیں کم کھانے سے خواہش کو ہلاک — جملہ شاغل شغل کی برکت سے ہو جاتے ہیں پاک
۴/۳۱ شغل کی ظلمات میں ہے وصل کا آبحیات — دین و دنیا میں نہیں اِسکے سوا راہِ نجات

ست یگ میں خاص تپ کو ہی فضیلت تھی۔ مگر آجکل کلجگ میں بھگتی کو مقدم رکھا ہے۔

مقولہ کبیر صاحب

نیارا نیارا ہوت ہے جگ جگ کا بیوہار — چرچا تب ست جگ بھئے دواپر جگ آچار
سیوا ہوم اُپاسنا عمل تریتا بیچ — کلجگ میں بھگتی بھئی کیا اُتم کیا نیچ

راستی پیشۂ خود کن کہ بود سبز مدام　　مجلس افروزیٔ شمع و چمن آرائی سرو

ست کے معنے راست کے بھی ہیں یعنے راستی اختیار کرنے والا ہی ست کا پالن کر سکتا ہے ؎

از راستی است جائے الف درمیانِ "جان"　　واو۔ از کجی ہمیشہ بود درمیانِ "خون"

بھیشم پتامہ جی کیا فرماتے ہیں۔ تینوں جہان کو ترک کرنا۔ بہشت کی حکمرانی چھوڑ دینا۔ بلکہ ان سے بھی بڑھکر ہو تو اسے نہ لینا منظور ہے لیکن سچائی سے جدا ہونا گوارا نہیں کرسکونگا۔ خواہ زمین اپنی خاصیت (بو) کو چھوڑ دے۔ پانی اپنی خاصیت (ذائقہ) کو چھوڑدے۔ روشنی اپنی خاصیت (اظہارِ الوان) کو چھوڑ دے۔ ہوا اپنے گن (لامسہ سے محسوس ہونا) کو چھوڑ دے۔ آفتاب اپنے جلال کو چھوڑدے۔ آگ اپنی حرارت کو چھوڑ دے۔ آکاس اپنے دھرم (آواز) کو چھوڑدے۔ چاندنی اپنی ٹھنڈک کو چھوڑدے۔ یمراج۔ (ملک الموت) عدل کو چھوڑ دے۔ لیکن میں سچائی کو ہرگز نہ چھوڑونگا۔ بھیشم پتامہ کے یہ الفاظ ہیں اور انکا ان پر عمل ہے۔ اسی طرح ہر بشر کو چاہیئے کہ اسے دستور العمل بنائے۔ جو ایک دفعہ ذہن میں جچ جائے کہ یہ راست ہے۔ اُس پر ضرور چلنا چاہیئے۔ خواہ ساری خدائی مخالف ہو

ہے باغبانِ گلشنِ تقریر راستی　　آئینۂ بیاں کی ہے تصویر راستی
صیقل ہے بہرِ خنجرِ توقیر راستی　　ہے کحلِ چشم چہرۂ تحریر راستی
لازم ہے غازۂ رخِ ایماں اسے کہوں　　واجب ہے وجہِ عزتِ انساں اسے کہوں

ہادی و رہبر خضر راہِ دیں ہے یہ　　آفت میں رحمت گیر الم میں معین ہے یہ
مشاطۂ عروسِ سخن بالیقیں ہے یہ　　بزمِ صفاتِ نیک میں بالا نشیں ہے یہ
دشمن سمجھتے ہیں کہ خیالات خام کا　　ہر حفت کہیئے شاہدِ حسنِ کلام کا

ہے زر دنائے صدق و صفا گھر سے راستی　　ہے کبر بلیئے عفو و خطا خو سے راستی
ہے فضلِ حق کو باد نما خو سے راستی　　ہے موجبِ رضائے خدا جو سے راستی
کچھ دخل راستی میں نہیں تین پانچ کو　　سچی ہے یہ مثل کہ نہیں آنچ سانچ کو

تقریر اسی سے دلکشِ عالم پسند ہو　　تحریر میں اسی سے فصاحت بلند ہو
دلچسپ اسی سے ہر سخنِ عذر و چند ہو　　شیریں اسی سے لفظِ بیان مثلِ قند ہو
شوخی سے جو لشکر کو اُتارے یہ خو ہے وہ　　جو گیسوئے کلام سنوارے یہ خو ہے وہ
سچے جو ہیں سمجھتے ہیں سب انکو ذی شعور　　غیبت سے فتنہ سازی سے رہتے ہیں نفور

اسکو آگ میں ہنیں جلایا جاتا کیونکہ جلے کو پھر کیا جلایا جاوے۔ مُردے کو جلانا ہی پیدائش سے دور ہے بہت دور وجود افردی سے

معترض۔ جلے کو آگ پر سیکتے ہیں تو آرام ہوتا ہے۔ اسواسطے سنیاسی کو جلانا ہی چاہئیے۔

آپ کو معلوم رہے کہ آگ سے پانی پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ اُسکی اندریاں اور واسنا جل چکی ہیں تو اس سے اُس کا کلیجہ شیتل آب سے ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ اور اوم الدماغ سے آنند رس جھرتا ہے گویا اُس کا ہردیہ شیتل ہے۔ اور آگ سے اس کا میل نہیں ہے۔ آب آگ کے مخالف ہے یعنی ستاہر دو آب و آگ کی مختلف ہو۔ اِس لئے پرواہ جل کرتا ہے سنیاسی کا ٹھیک ہو پنگلو اپنشد منتر ۵۔

ناشو بھیم نا اگن کا ریہ چہ نہ پنڈم نودک کریہ	نمبر۶	نہ کوریا پارقاوی نے برہم بھوتا ہے بھوبے ناپچرسے
وکت ہسی دہتم ناستی بکبے پچھم بکوسے یتپا		گیا تا اگنی وگدہ وییہہ سے نہ چہ اضعم نہ چہ کریا

علاوہ اسکے یہ بھی جائے غور ہے کہ سنیاسی کا رشتہ کس سے ہے کہ وہ داہ کرم کرے۔ جبکہ کوئی داہ کرم کرنے والا نہیں ہے۔ تو اس سے بہتر اور آسان طریق نہیں ہے کہ جل پرواہ کیا جاوے اور اسی باعث سے اچھے مہاتما پرش سنیاسی اکثر جل کے کنارے یعنی سری گنگا جی کے کنارے ہی قیام پسند کرتے ہیں۔

ست دھرم کی فضیلت

کل دھرموں میں ست دھرم ست سے اعلیٰ ہے۔ ست ہی سناتن دھرم ہے۔ تپ اور جگ ست سے ہی ہوتے ہیں۔ (۱) راست گوئی (۲) سب جیوں کو یکساں سمجھنا (۳) خواہشاتِ نفسانی پر قابو پانا (۴) حسد، بغض، و کینہ سے دل کو پاک رکھنا (۵) معافی (۶) شرم (۷) جان کشی (یعنی کسی کو نہ مارنا۔ نہ ستانا) (۸) افعالِ قبیحہ سے مجتنب رہنا (۹) ایشور کی یاد میں مگن رہنا (۱۰) پاک طینتی (۱۱) تحمل (۱۲) حلم (۱۳) کسیکی طرفداری نکرنا۔ یہ تیرہ (۱۳) ست دھرم کے اوصاف ہیں۔ ویدوں کی شرتیاں ست ہی ست پکارتی ہیں۔ ہزار جگ و اشومید کا پھل بھی ست کی ہمسری نہیں کرسکتا۔ گیتا میں سری بھگوان نے فرمایا ہے ؎ اوم تت ست۔ ذات واحد کا سہ حرفی نام ہے۔ علم و شوق و فضل کی تدبیر اس کا کام ہے ؎ اسے والا ور لفظ ست ہو مرکز صدق و صفا ؛ عالمِ فانی میں ساری نیکیوں کا رہنما ؛

مہاتما سندرداس کا قول ہے

ست شوں سو سب پکار۔ ایک ست جو بوئے	متھیا سب سنسار۔ دو جو ست سو برہم ہے
راستی موجب رضائے خداست	کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

دیا۔ دھرم و دھیانا یادھ کے سمت آنکاس لگائے اجپا جاپ سرت بھون لائے گھٹ میں الکھ جگائے
انتر دھوتی لگا جتن سوں پران پون ٹھیرائے سج نیم کر بھید سکے برہم اگن پر جاوے
تین گرنتھی کھٹ چکرن بید سے وسم واتک جلائے م الٹ تین سنگت آنند سے ست گورو بھید بتائے

جوگی یادھ من کو لگاوے

جیسے پتنگ جے دیپک میں پریت سوں پران جلاوے جگمگ جوت سبھی ہین جاتی جوت میں آن سمائے
جیسے نارنگھٹ کو جات ہے سر گاگر بھر لاوے سکھی سنگ سے بولت چالت سرت گاگر سے لاوے
جیسے نٹ کلا کے کارن گا ڈھاڈ ہول بجاوے اپنا بوجھ سادھ سر اوپر سرت بانس سوں لاوے

سنیاسی مہاتما بھگوان کا اوتار مانا گیا ہے جو کہ اپنے سے حسد۔ بغض۔ کینہ۔ عداوت وغیرہ رکھنے والوں کا بھی بھلا چاہتا ہے اور انکی خدمت میں اپنا پیارے سے پیارا دھن حاضر کرنے کو تیار رہے۔
جسکے بدن سے برہم ٹپک رہا ہے جسکی آنکھوں سے آنند برس رہا ہے۔ جسکے ماتھے پر شانتی کا چاند چمک رہا ہے نظم
سنیاسی مہاتما پر برہم کا بھنڈار کھل جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس سے سوائے برہم کے دوسرا برتاؤ نہیں کرتا۔

برگ عیش بے خزاں از بینوائی یافتم آنچہ می جستم ز شاہی از گدائی یافتم

دیگر

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن کہ دارد در دلبسیار با خلق آشنا بودن

دیگر

اگرچہ ہست بظاہر خراب درویشی ز وصل گنج بود کامیاب درویشی
ترا ز درد سر آں جہاں خلاص کند اگرچہ تلخ بود چوں گلاب درویشی
بشوئے از دو جہاں دست چوں فقیر شدی کہ ہست مدۂ فقیراں وضوئے درویشی

دیگر

در دل بے آرزو راہ غم و تشویش نیست در جہان بے نیازی ہیچکس م وتیش نیست

دیگر

آشنائے حق شد آنکس کز جہاں بیگانہ شد ہر کہ ایں دریا بر آمد گوہر یک دانہ شد

دیگر

ہر کہ پیش از مرگ مرد از یک جہاں غم شد خلاص ہر کہ بیروں رفت از عالم ز عالم شد خلاص

دیگر

از دو عالم قطع کردم رشتۂ پیوند را تا بہ آں بیگانہ پر ور آشنائی یافتم

دیگر

چیست دنیا تا بہ آں آلودہ کردن دست خویش بر سر خوان سلیمان کاسہ لیسیدن چرا

سنیاسی کو واہ کرم کیوں نہیں کیا جاتا جل میں پرواہ کیوں کیا جاتا ہے

جواب۔ چونکہ سنیاسی کے حواس خمسہ اندریاں و واسنا وغیرہ سب پہلے ہی جل چکے ہیں۔ گیان اگنی میں واسطے

کچھ اعلیٰ درجے کے عارفوں کی تفصیل

ترِ بتر جس کا سُنے عرفاں سے دامن ہوگیا　　وہ غریقِ بحرِ وحدت تا گریباں ہوگیا
بھرتری نے بادۂ عرفاں کا جب ساغر پیا　　کشورِ توحید کا یکتا تاجداراں ہوگیا
جب پیا شاہِ بخارا نے تو چھوڑا تخت تاج　　اور ہفت اقلیم کا وہی جاہ و سلطاں ہوگیا
تر کیا منصور نے دامن مئے عرفاں سے جب　　مار کر نعرہ انا الحق کا وہ فرماں ہوگیا
جب تصوف کا اٹھایا ہاتھ میں سرشار جام　　خم کے خم خالی کئے ساقی پریشاں ہوگیا
رام سہنیا نانک تلسی کبیر اور رام داس　　انکا ساغر جب چلا تب چرخ حیراں ہوگیا
دست شفقت سے پیا تھا ایک جام مکشانہ نے　　مجلس رنداں میں تب ہی سے وہ شاداں ہوگیا

عارفوں کی نگاہ وہ کیمیا گر ہوتی ہے کہ جہاں پڑی۔ خدا ہی خدا بنا دیا۔ کوئی پستی رہی نہ بلندی دیوانگی رہی نہ ہوشمندی شبلی جمعہ کی نماز کے لئے امام بنایا گیا۔ تو وہاں یہ کلمہ شیریں گایا۔

من خدایم۔ من خدایم۔ من خدا　　فارغم از کبر و کین و از ہوا

یہ سُنکر جنید نے شکایت کی۔

آنچہ من با تو گفتہ ام بہ خلوت　　تو عیانش ہمے کنی اظہار

شبلی نے جواب دیا۔

من ہمے گویم و ہمے شنوم　　نیست کس غیر من بہر دو دیار

میں تو تنہا میں ہوں۔ غیر کوئی ہے ہی نہیں۔ ظاہر کرنا کرانا کیا معنے۔

تنہا ستم تنہا ستم در بحر و بر یکتا ستم　　جز من نباشد ہیچ شے من جا ستم من ما ستم
سجدہ کرا من کنم اے زاہدا　　خود خدایم۔ خود خدایم خود خدا

باوجودیکہ یاگیہ ولکیہ رشی تھا اور کلی گیان سے بھرپور تھا مگر پھر بھی اس نے آدیہ آشرم یعنے سنیاس آشرم میں جانے کی خواہش کی اور سنیاس دھارن کیا اور اپنی ہر دو عورت و زر و مال وغیرہ کو چھوڑ گیا۔

اعلیٰ وہی درویش کہاوے

دھرتا آسن سنتوکھ کا کیسر ست لنگوٹ پڑھاوے　　پریم کی سیلی دھیان کر آسن گیان بھبوت رماوے

غرض تنہا ہمی گردم کہ شیطان برطرف گردد — زرگ بینی ویک دانی حصار سے گرد و ام پیدا
باخبت زندہ کسے کہ گشت یار — مردہ را کے وکشا ندر کنار

سری بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے

۱۳و۱۴/۱۲ جسکو کل مخلوق سے ہے امن و الفت آشتی — جسکی چشم مست میں ہر رنگ ہے رنج و خوشی
شغل کی برکت سے ہے جس کا عقیدہ استوار — عقل و دل کو محو کر کے ہے وہ میرا جاں نثار
۱۵/۱۲ خوف و طیش و رنج و راحت سے بری ہے میرا — اس کا مسلک صلح کل ہے وہ ہے سب کا دوستدار
عارف نظر بالذات ۔ اور آزاد رہتا ہے ۔ — جاہل نظر بالغیر ہونے کی وجہ سے پابند صفات ہو جاتا ہے
عارف کہ ہمہ بند دوئی را بگسیخت — چوں شیر و شکر بوحدت صرف آمیخت

سوامی شنکراچاریہ اور دیگر اچاریہ وغیرہ کے اقوال

(۱) من اور اندریوں کو وشیوں سے روکنا ہی سنیاس ہے اور یہ جاننا کہ میں دیہہ نہیں ہوں آتما ہوں یہ نشچہ ہونا ہی سنیاس کا لچھن ہے
(۲) کام کرودھ کو دور کرنیکے واسطے سنیاسی ہمیشہ کوشش کرتا ہے اور طاقت رکھتے ہوئے بھی اچھے صوفیانہ کپڑے نہ پہنے پھر لنے بسترینے کپڑے پہنے ۔
(۳) آسن یعنے بیٹھک اور سونا سنیاسی کو زمین پر کرنا چاہیئے ۔ چارپائی پر نہ سووے ۔
(۴) نرک یعنی دوزخ کے کام ۔ کرودھ ۔ لوبھ ۔ تین دروازے ہیں جو آتما کو ناش کرتے ہیں اسواسطے اپنے کلیان کیواسطے انکو تیاگ
(۵) سنیاسی ضرورت سے زیادہ شے اور نہ کسیکو دباکر لیوے نہ کسی دوسرے کو دبا کر دلاوے اور ایسا خیال اسکو سپنے میں بھی نہ آنا چاہیئے
(۶) سنیاسی ان واں ۔ زیادہ تنا ضرورت سے زیادہ نہ لیوے ۔ نہ کپڑے ہی ضرورت سے زیادہ جمع کرے ۔
(۷) ستکار ۔ پوجا ۔ لابھ سے سنیاسی کو گلانی چاہیئے ۔ بہت آدر ستکار وغیرہ برتاؤ کئے جانے سے سنیاسی اپنی پرساتھ سے گر جاتا ہے
(۸) موکش کیواسطے آتما کا گیان بھی ضروری ہے خواہ بستر وغیرہ نشانی کے ہوں نہ ہوں ۔
(۹) جو گرہستی تکلیف میں ہو ۔ عیالداری سے تنگ ہو ۔ یا کوئی سرکاری عتاب میں مبتلا ہو ۔ یا روگی ہو ۔ یا موت ہونے سے رنج میں ہو اسکو بھا کر بھی نہ لے ۔ بلکہ وہاں جاوے ہی نہیں ۔
(۱۰) میٹھے پکوان ۔ باریک و قیمتی کپڑے ملنے پر بھی نہ لیوے ۔
(۱۱) جو سنیاسی سنیاس لیکر وشے بھوگ کرتا ہے ۔ وہ نیچ ہے ۔

ہے وہ تارک جسنے رغبت اور نفرت چھوڑدی ہے وہ سالک بیخودی میں جسکو آزادی ملی
عارفانِ پاک طینت بے گناہ و باثبات فیض پہنچاتے ہوئے دنیا کو پاتے ہیں نجات
اسم اعظم اوم کا جو ذکر کرتا ہے مدام کوچ کرکے جسم سے پاتا ہے وہ اعلیٰ مقام
عارفوں کو جن کی وحدت پر نگہ قائم ہوئی جلوۂ یک رنگ رنگارنگیٔ عالم ہوئی

البتہ جو اپنی خودغرضی اور آرام کے واسطے سنیاس دھارن کرتا ہے وہ لاحاصل ہے۔ نتیجہ اچھا نہیں۔

سری بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہے

تارک الدنیا ہے جو آسائشِ تن کے لئے ترک بالعوض سے کچھ حاصل نہیں ہوگا اُسے

جو اعلیٰ سنیاسی و برہم گیانی ہے اُسکے سامنے عورت اگر آ کھڑی ہو تو وہ کہے گا ماں۔ ماں۔ بچھی۔ بچھی۔ اور یہ کہتا ہوا اُسکے چرن چھو دیگا۔ سادھو سنیاسی میں کبر و غرور مطلق نہیں ہوتا۔ کبیر صاحب نے کیا اچھا کہا ہے

روڑا ہو رہ باٹ کا۔ تج آپا ابھمان لوبھ۔ موہ۔ ترشنا۔ تجے تا ہے ملیں بھگوان
روڑا بھیا تو کیا بھیا پنچھی کو دکھ دے سادھو ایسا چاہیئے جوں پٹری کی کھیہ
کہتا کبیر تن رات دن جا کے اودم یہہ کہے کبیر تا سادھ کی ہم چرنن کی کھیہ
گانٹھی دام نہ باندھیے۔ نہیں ناری سے نیہہ کہے کبیر تا سادھ کی ہم چرنن کی کھیہ

جو شخص اِس آشرم میں پہنچتا ہے۔ اُسکو برہم کا بھنڈار کھل جاتا ہے۔ ہر کس و ناکس سے سوائے برہم کے دوسرا برتاؤ نہیں کرتا

ایک شاعر نے سنیاسی کی تعریف میں کیا ہی اچھا کہا ہے

انہیں پرواہ کسکی ہے جو دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں وہ سکھ ہو یا کہ دُکھ دونوں سے رشتہ توڑ بیٹھے ہیں
غمی کو جو خوشی۔ اور موت کو جینا سمجھے وہ زرداری کی دنیائے دنی کو کیا سمجھے
جو ہیں درویش وہ قدرت کی بلاؤں سے نہیں ڈرتے جو ہیں عارف جفاکش اور جفاؤں سے نہیں ڈرتے
مصیبت کے مقابل میں وہ سینہ تان جاتے ہیں وہ آدھی رات کو دریا کی چھاتی چیر جاتے ہیں

وہ عارف جو تمام دنیا کو اپنا آپ دیکھتا ہے۔ ہر فرد بشر کو اپنا سروپ سمجھتا ہے۔ وہ کس سے ناراض ہو۔ اُسکے لئے تو وکشیپ (اضطراب) کہاں۔ جب جیبھ اپنے دانتوں میں دب جاتی ہے تو دانتوں کے نکال ڈالنے کا اُسکو خیال آیا

ایشا واسیہ اپنشد نمبر۷۔ جس حالت میں تمام چیزیں گیانی کی آتما ہو گئیں تو ایسی وحدانیت کی نظر رکھنے والے کو کیا موہ یعنی غفلت اور کیا سوک یعنی رنج و غم ہے

سنیاسی بہشت و سرگ و بیہاوانند کی پدوی پر لات ماردیتا ہے۔ سعدی کا مقولہ ہے ؎

آنکس کہ ترا توانگرت نمیگرداند	او مصلحت تو از تو بہتر داند

دیگر

گر ہیچ زرجعفری دارد	مرد بے توشہ برنگیرد گام

دیگر

بے زر نتواند کہ کند بر کس زور	در زر داری بزور محتاج نہ

سادہو کے لچھن۔ سادہ کہاوں کٹہن ہے جوں کھانڈے کی دہار	ڈگ مگے تو گر پڑے۔ نشچل اترے پار

کامنی دام نہ باندہیے نہیں ناری سوں نیہ	کہیں کبیر تا سادوہ کی ہم چرنن کی کہیہ

الکہہ پرکاش کی آسی سادہوں بل کی دیہہ	لکہا جو چاہیئے الکہہ کو ان میں ہی لکہ لیہہ

سیکہ دیویں دکہہ کو ہر جن کریں دوراپرادہ	کہیں کبیر وہ کب ملیں پرم سنیہی سادہ

کوئی آدے بہاؤ سے کوئی آئے کوبہاؤ	سادہ دوادکوپستے بہاؤ نہیں آبہاؤ

جبکہ اہنکار یعنی "میں" انسان کے دل سے جاتی رہتی ہے اُس وقت سنیاسی کہلانے کا مستحق ہے اور سنیاسی کا مقولہ برہم پراپتا سے اِس طرح ہے کہ جب ہم ہوتے تب تم ناہیں۔ اب تم ہو ہم ناہیں شیخ سعدی سنیاسی کیواسطے اِس طرح گویا ہیں

من آں مورم کہ در پایم بمالند	نہ زنبورم کہ از نیشم بنالند
کجا خود شکر این نعمت گزارم	کہ زور مردم آزاری ندارم

بنان خشک قناعت کنیم و جامۂ دلق	کہ رنج محنت خود بہ کہ بار منت خلق

سری بھگوان سنیاسی کی تعریف میں یوں فرماتے ہیں

گیتا ۵۔۱۸	فیل کتا گائے۔ چنڈال اور فاضل برہمن	مختلف اجسام میں اِک نور جاں پر تو فگن

صائب سنیاسی کی نسبت ایسا فرماتے ہیں

دولت دنیا گوارا نیست بر روشندلاں	تاج زر تا ہست بر سر شمع را لرزاں بود

در دل بے آرزو راہ غم و تشویش نیست	در جہان بے نیازی ہیچکس درویش نیست

آشنائے حق شد آنکس کز جہاں بیگانہ شد	ہر کہ زیں دریا بر آمد گوہر یکدانہ شد

ہر کہ بیروں رفت از عالم ز عالم شد خلاص	ہر کہ بیروں رفت از عالم ز عالم شد خلاص

از تہ دیوار آسانست بیروں آمدن	دامن از دست گراں جانان کشیدن مشکل است

اگرچہ ہست بظاہر خراب درویشی	ز وصل گنج بود کامیاب درویشی

سری بھگوان نے گیتا میں فرمایا ہو

۴۔۱۹	آتش عرفاں میں کل افعال جسکے جل گئے	کاملوں کی عزت دنیا میں حاصل ہے اُسے

پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے — اِس واسطے زباں پہ میری رام رام ہے
دسرتھ دس اندریوں کا مجموعہ لا کلام — اور جسم تیرا یاں ہوا ہے بسر رفاہ عام
ہے شہر تن کے راج میں ادلس کشل تمام — ماں کا اسی نظر سے تو کوشلیا ہے نام
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے — اِس واسطے زباں پہ میرے رام رام ہے
رام کہنے کو فقط دو اکشروں کا نام ہے — کہاں لیکن گیان کی ہے وہ برہم کا گن گرام ہے

جن کے ہردے شری رام بسے — تن اور کو نام لیؤ نہ لیؤ رے
جن کے وادرے شری گنگ بہے — تن کنوئیں کا نیر پیؤ نہ پیؤ رے
جن مات پتا گورو سیوا کری — تن تیرتھ برت کیؤ نہ کیؤ رے
جن سیوا اہیں کی سادھن کی — تن یوگ اور دھیاں کیؤ نہ کیؤ رے
جن بات کری پرمارتھ کی — تن ہاتھ سے دان دیؤ نہ دیؤ رے
جن کے مکھ سے نکلی چغلی — تن ہاتھ سے پاپ کیؤ نہ کیؤ رے
تلسی داس بچار رکھیں — کپٹی کو متر کیؤ نہ کیؤ رے

سنیاس آشرم کی کیوں بڑائی ہے؟

چونکہ یہ آشرم چوتھی اوستھا میں لیجانے کا حکم ہے اور پہلی تین منزل برہم چرج یعنی حصول تعلیم و گرہست یعنی خانہ داری و بان پرست جس میں ایشور بچار کیا جاتا ہے اور تجربہ دنیا سے حاصل ہو کر ناپائداری سنسار کی دل میں پختگی ہونے پر شاستروں میں فرمان ہے۔ اب اسکو باقی اگر رہا ہے تو یہ کہ میں کون ہوں اور برہم کیا ہے؟ اور میرا اُس سے کیا تعلق ہے؟ جو کچھ وان پرست آشرم میں رہی ہے اُسکو پورا کر کے اپنی آتما میں مگن اور آنند ہو کر "اوم" کا سمرن کرنا اس کا کام ہوتا ہے۔ دنیا کی نیکی و بدی۔ و رنج و راحت و راگ و دویش۔ و سردی و گرمی سے اُسے کچھ تعلق نہیں رہتا ہے۔
سنیاس آشرم میں خود غرضی۔ غیبت۔ دروغگوئی۔ بغض و حسد۔ و کینہ و اہنکار وغیرہ وغیرہ اِس شخص سے نابود ہو جاتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ دولتمند نہیں ہوتا۔ مگر مستغنا ہوتا ہے۔ بقولیکہ۔

ساتگانٹھ کوپین میں ساد ھونہ مانے سنگ — رام عمل ماتا پھرے گنے اندر کو رنگ

دیگر

خشت زیر سر و بر تارکِ ہفت اختر پاے — دستِ قدرت نگر و منصب صاحب جاہے

نظم

تو وہ ہے رام جو کہ سما بھی ہے ماہی بھی ہے
آنکھوں میں جس کا رنگ ہے دل میں جا بھی ہے
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

تیری جھلک کا ہے مہ و خورشید میں ظہور
تیری ڈھلک سے نور کا ہر شے میں ہے وفور
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

دُنیائے خارجی میں بھی جلوہ نما ہے تو
قوت ہے مادہ ہے تن و جاں بنا ہے تو
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

تو ہی محیط ہو کے ہوا عالم کبیر
ہر چیز دیکھتا ہے تو ہے اِس لیے بصیر
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

ساری نمود عالم اکبر تجھ ہی سے ہے
یہ جلوہ گاہ تیری سنور تجلی سے ہے
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

ہر شکل تیری شکل ہے ہر نام تیرا نام
نام و صور کے جلوے میں جا کو تیرے تمام
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

معشوق بن کے آپ مجھے اپنی چاہ ہے
منظور ناظر آپ ہے جو خود نگاہ ہے
پیارا وہ جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے

تو ایشور ہے تجھ سے ہی قائم ہے کائنات
تو آدمی ہے تو ہی ہے ہر ایک ذی حیات

تو وہ ہے رام ارض بھی ہے اور سما بھی ہے
باہر بھی جس کا جلوہ ہے اندر رما بھی ہے
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

تیری دمک چمک کا پڑا ہے جہاں میں نور
تیری چمک سے ہر میں ہے ذرہ ذرہ طور
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

دنیائے داخلی میں بھی اندر چھپا ہے تو
جس جا نظر گئی ہے وہیں رم رہا ہے تو
اِس واسطے زباں پہ میری رام رام ہے

تو ہی بسیط بن کے بنا عالم صغیر
ہر شے سے باخبر ہے تو ہے اِس لئے خبیر
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

اور ساری بود عالم اصغر تجھی سے ہے
چشم نظارہ بیں سے تو منظر تجھی سے ہے
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

جو جو مظہرات وہ تیرے ہی ہیں مقام
سب میں رما ہے اسلئے کہتے ہیں اسکو رام
اِس واسطے زباں پہ میری رام رام ہے

عاشق بنا ہے تیرے لئے لب پہ کو ہے
خود جلوہ گر ہے جلوہ ہے اور جلوہ گاہ ہے
اِس واسطے زباں پہ مری رام رام ہے

تو دیوتا ہے تجھ سے ہیں ہر پرشش حیات
تو ذات ہے تجھی ہی عالم میں ہے ثبات

دیگر

غافل ز احتیاط نفس یک نفس مباش — شاید ہمین نفس نفس واپسین بود

دیگر

یہاں تو وہاں تو عیاں تو نہاں تو — جگہ کون سی ہے نہیں ہے جہاں تو

نہیں دیکھتی تجھ کو آنکھیں ہیں ورنہ — جہاں ہے نہاں تو وہاں ہے عیاں تو

پتہ مجھکو ملتا ہے منزل بمنزل — نہیں جادۂ عشق میں ہے نہاں تو

جدا گو رہوں پھر بھی کیا تجھ سے نسبت — کہاں تو کہاں میں کہاں میں کہاں تو

جدا ہو گیا۔ ورنہ کیسی جدائی — جہاں تو وہاں میں جہاں میں وہاں تو

تغافل سے کچھ اور مطلب نہیں ہے — کہ خود کر رہا ہے میرا امتحاں تو

مرے عشق کا لطف ملتا کہاں پر — جو مجھکو عدم سے نہ لاتا یہاں تو

نہ طالب ہی ہوتا نہ مطلوب ہوتا — اگر اپنے جلوے کو رکھتا نہاں تو

کھلائے ہوئے ہیں یہ سب پھول تیرے — جہاں باغ ہے اور ہے باغباں تو

یہی آرزو اور حسرت ہے دلکی — رہے ذوق پر ہر گھڑی مہرباں تو

بیت

چار کوٹ چودہ بھون سرب بیاپک رام — نانک اون نہ دیکھئے پورن تا کے کام

ابیات

اب رام رام کر میت آتما رام ملو پیارے — پورب لے جپ تپ پنوں کے اودے ہوئے پیارے

سوامی کرشنا چاریہ سرستی گورو شنکر دھارے — اب رام رام کر میت پیارے۔ رام ملو پیارے

برہم منتر کو بھی جہارے سو پانچ بہوے جہارے — آج اکھنڈ سکھ روپ لکھایو بھرم مٹے سارے

مرگ ترشنا سے جگت لکھو ہے شوک موہ ٹارے — جنم مرن کو دوکھ کٹھو ہے نہیں مرے مارے

وشین کے سکھ جان لئے جھوٹے نیارے نیارے — بھرم سے میٹھے لگتے تھے اب جان لئے کھارے

کام۔ کرودھ۔ مدہ۔ لوبھ۔ دکھ دائی سارے — کرپا کرست گورو نے سب ٹھوتھے کر ڈارے

راگ۔ دویش اور اہنکار کو دل میں سنگھارے — اچل اٹل نرلیپ آتما جان کلیس ٹارے

مکت آنند گورو شنکر نے ڈنکا دے تارے — اب رام رام کر میت آتما۔ رام ملو پیارے

نظم

تو ہے ہر ایک چیز کے اندر چھپا ہوا — تو ہے ہر ایک چیز کے باہر کھڑا ہوا

جلوہ ہے تیرا میری نظر میں بسا ہوا — اور روم روم میں ہے مرے تو بسا ہوا

پیارا تو جان و دل سے مجھے تیرا نام ہے — اسواسطے زباں پہ مری رام رام ہے

دنیا ہے مایا جال یہ اور جان کا جنجال یہ ہوتا ہے گر اس سے رہا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
مایا میں تو پھنسیو نہیں دلدل ہے یہ دھنسیو نہیں ہاں اس سے بچکر چل ذرا سری رام کہہ سری رام کہہ
رو رو کے تو پچھتائے گا جس دن یہاں سے جائیگا بس نام ہی کام آئے گا سری رام کہہ سری رام کہہ
وہی یہاں جس کرگیا سنسار ساگر تر گیا جسنے عمل اسپر کیا سری رام کہہ سری رام کہہ
ہے نام زینہ دھیان کا اور بام عالی گیان کا لے تو اسی کا آسرا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
بلبل چمن میں نغمہ خوان گلشن میں قمری تر زباں چاروں طرف سے ہے صدا سری رام کہہ سری رام کہہ
وہ رام جو سب میں رما۔ وہ رام جو ما اور شما تو بھی وہی ہو جائیگا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
وہ ذات لا محدود ہے معبود اور مقصود ہے رٹ نام تو پھل پائیگا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
جو نام میں لولین ہیں وہ رام کے آدھین ہیں خود رام ہیں آدھین کیا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
گر تجکو اس بھگتی کا ہے رستہ یہی مکتی کا ہے تو ہمزباں ہوکر میرا سری رام کہہ سری رام کہہ
اے مکت کہتا مان تو رکھ دل میں اپنے دھیان تو لے نام کا ہی آسرا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ

دیگر

رام کہنے کا مزا جس کی زباں پر آ گیا جیون مکت ہوکر کے وہ چاروں پدارتھ پا گیا
اس نام کی سمرن سے پہلاد نے لوٹے مزے نرسنگھ ہو درشن دیا۔ ہرن کشپ بدھ کیا
پرتیت سے بھیلنی نے بیر میٹھے چاکھ کر رکھے تھے وہاں پر آن کر سری رام جی نے کھا لئے
کلکال میں تھوڑی ہی بھگتی سے ملیں درجے بڑے نرسی کی ہنڈی آ دوارکا سے شکر اگیا
چار ہی ہے کیرتی سنسار میں سری رام کی جھوٹا گڈھ میں آن کر بسا سنہری کر گیا
مکت آنند کی یہ بھاؤ نا شن لے یہی سے کامنا سنسار سے جلدی چھوڑا آخر نہ ہو پھر جا منا

بھجن

رام بھجا ہو وے جیتا جگ میں رام بھجا ہوے جیتا رے۔

ہاتھ سمرنی۔ بغل کترنی پڑھے بھاگوت گیتا رے ہردو فشا۔ کیا نہیں ہرکھ کہت سنت دن بیتا رہے
آن دیوکی تو جا کینی۔ ہر سوں رہا ابھا کا رے دہن جوبن تیرا یوں ہی جائیگا۔ انت سمے چلا ریتا رے
با ہر یا نے باوری بودھی پھند جال سب کیتا رے کہت کبیر کال یوں کہا نے جیسے مرگ اور چیتا رے

اور بھجن میں آلس ہی نکرنا چاہیئے بلکہ ہر دم کے ساتھ بھجن میں محو رہے۔ دوہرا

سوانس سوانس پر نام جپ برتھا سوانس مت کھو کیا جانوں جو انت کا یہی سوانس مت ہو

جو ذات تمام اشیا میں رم رہی ہے۔ سو رام ہے۔ ایسا کوئی مکان و زمان یا شے نہیں جو رام سے خالی ہو۔ کال میں کال
دیس میں دیس۔ جل میں سردی۔ چاند میں روشنی۔ سورج میں پرکاش۔ روپ رام ہے۔ زمین میں قائم ہو کر جو انواع اشجار
کی روئیدگی بڑھاتا ہے۔ اور طاقت دیتا ہے وہ رام ہے۔ زور آوروں میں زور۔ خوبصورت میں خوبی۔ گیان میں گیان
اور اگیان میں اگیان۔ غرضیکہ سب رام روپ ہیں۔ اس طرح سمجھنا۔ اور یقین کرنا اور دیکھنا۔ اپدیش کرنا۔ رام کا بھجن
کہلاتا ہے۔ رام کا لفظ اور رام کے معنی میں ہزارہا کوس کا فاصلہ ہے۔ جو رام سب میں رم رہا ہے سو رام میرا آتما ہے
گوسائیں تلسی داس جی کا بچن ہے

جڑ چیتن جگ جیو جو سکل رام میں جان	بندوں سب کے پد کمل سدا جوڑ جگ پان
آکر چار لکھ چوراسی۔ جات جیو نبھ جل تھل باسی	سیا رام میں سب جگ جانی۔ کروں پرنام جوڑ جگ پانی
جے سمرن نت رام دھنی دھن ہیت تنے نہ سوچ کرائیں	رام کو نام مہا دھن ہے ہر نام دھنی دھن وان کہائیں
رام دھنی اور شیام دھنی اور نام دھنی جیتے جگ جائیں	یہ دھن مول بکے تو کہہ تنہیں سکھ دو گہہ ستاوت نا ہیں

ابیات

جو تو ہے سو میں ہوں جو میں ہوں سو تو ہے	نہ کچھ آرزو ہے نہ کچھ جستجو ہے
بسا رام مجھ میں اور میں رام میں ہوں	نہ اک ہے نہ دو ہے سدا تو ہی تو ہے
اٹھا جبکہ مایا کا پردہ یہ سارا	کیا غم خوشی نے بھی مجھ سے کنارہ
زباں کو نہ طاقت نہ من کو رسائی	ملی مجھ کو اب اپنے میں بادشاہی

سری رام نام مہما

خاموش یوں بیٹھا ہے کیا سری رام کہہ سری رام کہہ	بن بلبل شیریں نوا سری رام کہہ سری رام کہہ
ہو جائے من تیرا ہرا۔ تو رس تو اس کا لے ذرا	ہے نام میں امرت بھرا۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
کانوں میں رس ہو نام کا اور دھیان دل میں رام کا	لب ہوں سعادت انتما۔ سری رام کہہ سری رام کہہ
کلپترو یہ منتر ہے۔ ہر کامنا کا جنتر ہے	جو چاہے وہ مل جائے گا سری رام کہہ سری رام کہہ
دنیا میں تیرا نام ہو عقبے میں نیک انجام ہو	دونوں جہان میں ہو بھلا سری رام کہہ سری رام کہہ
دنیا کی اس میں منفعت عقبے بھی ہے اس سے مغفرت	ہاں روز و شب صبح و مسا سری رام کہہ سری رام کہہ

ہر ایک مذہب نے جداگانہ قوانین مذاہب کی کتب میں قرآن وغیرہ بنائی ہیں ویدوں میں کیا فضیلت

جواب - دیگر مذاہب میں پرکش گیان اکی تعلیم ہے یعنی یہ کہ خدا ہے - بھگوان ہے - پرمیشور ہے مگر کوئی یہ نشان نہیں بتا
کہ کہاں ہے ؟ گو ہر ایک مذاہب اسکی تعریف میں رطب اللسان ہیں مگر اپروکش گیان کی تعلیم نہیں پائی جاتی -
ویدوں نے اسکو صاف کر دیا ہے یعنی اپروکش گیان کی تعلیم دی ہے کہ وہ برہم "میں ہی ہوں" اپروکش
گیان سے ساری اودیا جال کا ناش ہوتا ہے - اس حجاب کو کہ برہم نہیں ہے یہ اپروکش گیان دور کرتا ہے کہ برہم ہے
کیونکہ ستیہ گیان اور اننت برہم ہے کا نام اپروکش گیان ہے - اور یہ اس قسم کی پرتیتی کا متضاد ہے کہ برہم نہیں ہے
"میں برہم ہوں اپروکش گیان ہے" یا گیان کے تمام پہلاؤ کا متضاد ہے یعنے یہ اگیان کہ میں برہم کو نہیں جانتا -
حجاب یا آورن کو نہ تو برہم ہے اور نہ مجھے اس کا گیان ہوتا ہے - کہ یہ وہم کہ میں برہم نہیں ہوں بلکہ پن پاپ کا کرتا اور
سکھ دکھ کا بھوگتا ہوں - سب اودیا جال یا اگیان کا پھیلاؤ ہے - اس کا ناش "اہم برہم" کے اپروکش گیان سے ہوتا ہے
معترض - واہ صاحب خوب تعلیم دی - آپنے تو اپنے آپ کو ہی پرمیشور یا خدا وغیرہ مان لیا - یہ کیسے ہو سکتا ہے -
یہ جسم فانی ناش مان ہے - اسکو جلا دیا جائیگا یا بہا دیا جائیگا یا گاڑ دیا جائیگا - یہ برہم نہیں ہو سکتا -
میرے پیارے طالب آپکی عقل پر افسوس ہے کہ آپنے جسم کو برہم یعنی خدا - مان لیا ہے - ہمارا منشا نہ اس جسم سے
نہ پانچوں گیان اندریان - اور پانچوں کرم اندریاں - اور تینوں حالتوں کی بیداری - خواب سشپتی - نہ پانچوں کوسوں سے
ہے نہ چار انتہ کرن سے ہے - بلکہ ہمارا مطلب اُس طاقت سے ہے جسکی رُو سے یہ جسم قائم ہے جو اس جسم کے اندر ہماری
غذا کو ہضم کرتی ہے - جو ہمارے اعضاء کو حرکت دیتی ہے - جو ہمارے حالت خواب میں حفاظت کرتی ہے - جو طاقت ہمیں
روزی بہم پہنچاتی ہے - جس طاقت سے نشو و نما ظہور میں آتا ہے - جس طاقت کے نہ ہونے سے انسان مردہ کہلاتا ہے -
وہ طاقت جسم میں ویشٹی کہلاتی ہے - اور تمام سنسار میں اسے سمشٹی کہتے ہیں - جو ہر حالت و ہر وقت و ہر مقام پر
بدستور قائم ہے نہ کمی ہے نہ بیشی - نہ اوپر ہے نہ نیچے ہے بلکہ سرو ویاپک وآنند مئے ہے ؛

رام رام بھجنے سے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں ؟

رام رام طوطے کی طرح رٹنے سے نجات نہیں ہو سکتی ہے - جبتک کہ رام کے معنی و مطلب کو نہ سمجھا جاوے نجات حاصل نہیں
ہو سکتی - سری رامچندر جی نے بھی اسی گیان کو سمجھکر نجات حاصل کی تھی - رام کے معنے ہیں وہ ایک یعنی محیط کل عالم -

و تشریح میں تحریر کئے تھے۔

(۱) نیائے شاستر کا مصنف گوتم رشی تھے۔ اِس میں مایا۔ ایشور۔ جیو تین وجود مانے ہیں اور انادی ثابت کیا ہو

(۲) ویشے شک۔ کناد رشی کی تصنیف ہے۔ اِس میں کال یعنی وقت کا سب پر غلبہ ثابت کیا ہے یعنی سارا عالم کال سے ظہور پاتا ہے اور کال میں فنا ہو جاتا ہے۔

(۳) پاتنجل شاستر کپل منی کی تصنیف ہے۔ اُنھوں نے پرش کو پرکرتی سے علیحدہ مانا ہے۔ ذات پورش بے لوث ہو اور پرکرتی سے عالم کا نمو تسلیم کیا ہے۔ پورش کو شخص اور پرکرتی کو اس کا سایہ ثابت کیا ہے

(۴) میمانسا یہ دو ہیں۔ اتر اور پورب۔ جو کہ جیامنی بے منی کا کلام ہے۔

(۱) اُتر میمانسا۔ شری وید ویاس جی کی تصنیف ہے۔ اور اس میں کرم یعنی فعل سے عالم کا ظہور مانا گیا ہے۔

(ب) پورب میمانسا۔ ویدانت کے اُصول کے موافق کرم کا وجود پرکرتی یعنے قدرت سے بتاتا ہے۔ ویدانت اعلیٰ درجہ کا فلسفہ سری وید ویاس جی رشی کا کلام ہے اس میں توحید خالص ہے

برہم سوتر میں ویدانت کے اُصول بدلائل ثابت کئے گئے ہیں۔

گو چاروں ویدانت فلسفہ مختلف ثبوت ذات لا تناہی کے دیتے ہیں۔ مگر سب کا اسکی ہستی بحث اور وحدت پر اتفاق ہے۔ گو نیائے اور میمانسا میں جزوی فرق ہے لیکن ضمیر دونوں کی ایک ہی ہے۔

ویدانت کے لغوی معنی ہیں علم کی انتہا یعنی وہ فلسفہ جس میں اعلیٰ تحقیقات ختم ہوا اور محویت شروع ہو۔

ویدانت واجب الوجود کو اول و آخر ظاہر و باطن ثابت کرتا ہے۔

اُپنشد کے معنے اسرار خفی کے ہیں۔ ویدوں کے علمی رموز یعنی توحید و عرفان۔ حکایتوں کے پیرایہ میں ظاہر کئے گئے ہیں

ویدانت کا اصل اصول کیا ہے؟

ویدانت کا اُصول یہ ہو کہ ایک گیان سروپ آتما ہست ہی اور سب انآتما۔ یعنی کل کائنات ہستی سے عاری ہے۔ لیکن چونکہ کل کائنات کا احساس ہر شخص کے تجربہ میں آتا ہے اُسی ایک گیان سروپ آتما سے یہ مستخرج ہونے چاہئیں۔ اِسی استخراج کے سمجھانے کے واسطے آچاریوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں جنکی علت غائی یہ ہے کہ جس طرح ہو سکے کائنات کی بودھنودی طالب کے ذہن نشین کر دی جائے۔ کیونکہ کائنات کا وجود واقعی نہیں ہے۔

گیان سروپ آتما میں محض بودھنودی رکھتی ہے اِس سے زیادہ اِسکی وقعت نہیں۔ لیکن چونکہ کثرت ہی کو سمیٹ کر وحدت وجود پہنچتا ہے اِس لئے ایک آتما سے عالم کثرت کا استخراج ایک منطقی ضرورت ہو جس کا پورا کرنا شاستر کا فرض ہے۔

آستک یعنی خدا کا ماننے والا جانتا ہے۔ کوئی اسے مالک اور حاکم۔ کوئی باپ یا ماں جانتا ہے۔ کوئی کہتا ہے۔ وہ ایک اور ہی چیز ہے۔ وہ ماں۔ باپ۔ حاکم و مالک نہیں ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ کوئی چیز نہیں ہے۔ وہ ایک حالت ہے کوئی اسکو قانون بتاتا ہے کوئی راستہ۔ کوئی آواز کہتا ہے۔ تو کوئی روشنی ظاہر کرتا ہے کسی کا خیال ہے کہ نہ خدا ہی نہ رام ہے۔ کھاؤ پیو خرسے اڑاؤ۔ یہی دنیا کا نیم ہے۔ اس سب جھگڑے کو رفع کرکے پھر اٹھا سبق اس طرح حاصل کرتے ہیں کہ جاننے والا نہ جاننے والے کی ہاں میں ہاں ملاکر۔ اور نہ جاننے والا جاننے والے کی ہاں میں ہاں ملاکر کہہ دیتے ہیں کہ اس کا بھید وہی جانتا ہے۔ وہ تو یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔ جیسا ویدانت میں کہا ہے "نیتی نیتی" غرضکہ اس سے یہ امر ظاہر ہوا کہ آخر کار سب ویدانت کی طرف آتے ہیں۔ اور یہاں آکر تسکین و تشفی الستی حاصل کرتے ہیں۔

وید چار ہیں

(۱) رگوید ہے اِس کا پرگیانم آنند برہم مہاواک ہے اور اصول اذکار کی سادھنا ہے۔

(۲) یجروید۔ اس کا "اہم برہم آسمی" مہاواک ہے۔ اِس میں اذکار کے عملی طریقوں کا بیان ہے۔

(۳) سام وید۔ اس کا "تت توم اسی" مہاواک ہے۔ اس میں اشٹانگ یوگ اور عشق کی طریقت کا بیان ہے اور علم موسیقی داخل عبادت ہوا ہے۔

(۴) اتھروَن وید۔ اس کا "ایم آتما برہم" مہاواک ہے۔ اِس میں توحید و عرفان کا بیان ہے۔

یہ چاروں وید رشیوں یعنی عارفوں کے کلمات ہیں جو گذشتہ زمان میں گذرے ہیں۔

ابتدائے زمانے میں یہ علم سینہ بسینہ منتقل ہوتا تھا۔ مگر جب شرتیاں زیادہ ہوگئیں اور حافظے میں رکھنا مشکل ہوگیا تب وہ وقتاً فوقتاً مکتوب ہوکر چار وید موسوم ہوئے۔

شرتی وہ کلام ہے جو حالت اشراق میں عارفوں کی زبان سے نکلا ہے۔

وید انادی ہیں اور اپنشد وید کے علم الوہیت کا انتخاب ہے۔

سمرتی کے معنے حافظہ ہیں۔

شرتی کی شہادت صرف بطون میں مل سکتی ہے۔

سمرتی کی شہادت حواس سے مل سکتی ہے۔

سمرتی میں چھ شاستر یعنی فلسفہ۔ پدات۔ اور اپ پران وغیرہ شامل ہیں جو کہ وقتاً فوقتاً عالموں نے وید کی تفسیر

منتر ۵۔ اے عزیز جس طرح ایک سونے کی اینٹ سے سونے کے تمام کاریہ جانے جاتے ہیں۔ تبدیلی محض نام کی ہوتی ہے۔ جو صرف کہنے پر مبنی ہے۔ سونا ہی ستیہ ہے۔

منتر ۶۔ اے عزیز جس طرح ایک لوہے کے ٹکڑے سے۔ لوہے کے تمام کاریہ جانے جاتے ہیں تبدیلی محض نام میں ہوتی ہے جو صرف کہنے پر مبنی ہے۔ لوہا ہی ستیہ ہے۔ اسی طرح کی وہ تعلیم ہے۔

منتر ۷۔ سویت کیتو نے کہا کہ میرے گرو یہ علم نہیں جانتے تھے۔ جانتے تو بھلا مجھے کیوں نہ بتاتے۔ آپ ہی مجھے بتائیں

اس سے ایک نتیجہ یہ بھی اخذ ہوتا ہے کہ صرف تعلیم حاصل کرنے سے عالم وعامل نہیں ہوتا۔ گیانی پرشوں سے ہی عامل ہوا کرتا ہے۔ ع "چارپاے بروکتابے چند۔ نہ محقق بود نہ دانشمند"

برہدارنیک اپنشد۔ جو برہم گیان چاہتا ہے وہ مال وزر کی خواہش نہیں کرتا۔ بلکہ برہم گیان کی چاہنا کرتا ہے۔

ادھیائے ۴ منتر ۳۔ جس وقت یاگیہ ولکیہ نے اپنی استری منتریی سے یہ کہا کہ اب میں چوتھے آشرم میں جانا چاہتا ہوں۔ آ تیرا اور اس (کاتیاینی) دوسری عورت سے حساب کر دوں۔ اسپر منتریی چونکہ گیان وان تھی اُسنے جواب دیا کہ جس شے سے میں امر نہیں ہو سکتی اسکو لیکر مجھے کیا کرنا ہے۔ جو آپ جانتے ہیں وہی مجھے بھی بتائیں دنیا مجھے درکار نہیں کیونکہ میرا دل دنیا کے زر و مال سے بیزار ہے۔ یارب ویدانت کی عظمت اسقدر ہے کہ کسی سے بیان نہیں ہو سکتی۔ بقول لیکہ ع ہر موکی جگہ لاکھ اگر میری زبان ہو۔ تو بھی نہ ویدانت کی عظمت کا بیان ہو۔

معترض۔ ویدانت تو آدمی کو مردہ و آلسی بناتی ہے کہ کوئی اگر کچھ کہے تو سر نہ ہلائے صبر کیا پڑا رہے۔ ایسے ویدانت سے یعنے علم اخلاق سے تو زہر کھا لینا بہتر ہے۔

جواب۔ اگر ویدانت سنکھیا کھلاتا ہے تو بھی کچھ مضائقہ نہیں۔ اِس سنکھیے میں وہ تاثیر ہے کہ پاپ روپی جذام دور ہوتا ہے۔ آدمی مُردہ نہیں ہوتا۔ بلکہ شیو شنکر نیل کنٹھیشر بن جاتا ہے۔ یہ وہ ہستی ہے جسپر دنیا کی ہستی قربان ہے۔ اگر کسی کو ویدانت جڑتا اور آلسی معلوم ہوتا ہے تو اسکی وہ مثال ہے کہ جنہیں کہیں (دفوز۔ نور وسرور) اول ویدانت کو اُسکی آنکھ دیکھنے والی ہی نہیں۔ یعنے وہ اندھیرے دیکھنے والی آنکھ چکدار ہیں۔ نہ کہ آفتاب جہاں تاب کے دیکھنے کی۔

وفورِ جلوہ ہم یکسر حجاب جلوہ ہست اینجا   نقابے نیست دریارا مگر طوفان عریانی

رام۔ رحیم۔ پرماتما۔ اللہ۔ گاڈ وغیرہ کی نسبت دنیا کے جدا جدا خیال اور الگ الگ رائیں ہیں۔ ایک کا قول دوسرے سے نہیں ملتا۔ کوئی آستک یعنے پرماتما کو ماننے والا کہتا ہے۔ اور جس کا خیال اُس سے نہیں ملتا۔ اُسے

لوک کی ہوس ہے کیونکہ تینوں ہوس ہی ہیں۔ اس واسطے برہمن کو چاہیئے کہ عالم بنکر برہم بدیا کے بل میں قیام کرے بل اور علم پیدا کرکے منی بنکر رہے۔

نہ غم دنیا کا ہے اِسکو نہ دنیا سے کنارہ ہے — نہ لینا ہے۔ نہ دینا ہے۔ نہ حیلہ ہے نہ چارہ ہے
نہ اپنے سے محبت ہے۔ نہ نفرت غیر سے اِسکو — سبھوں کو ذاتِ حق دیکھے یہ ہے اس کا گزارا ہے
نہ شاہی میں وہ شاداں ہو گدائی میں نہ غم اسکو — جو بن آوے سوئی اچھا ہے اِس کا گذارا ہے
کفر اسلام سے فارغ نہ ملت سے غرض اسکو — نہ ہندو۔ گبر و مسلم ہے۔ سبھوں سے پنتھ نیارا ہے

ویدانت سُرگ (بہشت) کی حور (اپسرا) پر آنکھ نہ ڈالنا۔ بلکہ اندر۔ برہما۔ آوک کے عالی رتبوں پر لات مار دینے کی ہدایت کرتا ہے۔ چہ جائیکہ اس دنیا کی ناپائداری و چند روزہ اشیا کے لالچ میں مارے مارے پھرنا اور خاک اڑانا۔

حور پر آنکھ نہ ڈالے کبھی شیدا تیرا — سب سے بیگانہ ہے اے دوست شناسا تیرا

ویدانت میں یہ بات نہیں ہے کہ جس طرح عام لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ میرا جسم ہے یا میری دستو ہے ٹھیک اسی زور کے ساتھ عارف (گیان وان) تمام موجودات کو "میرا" کہتا ہے۔

جیسے موتی کی لڑی میں تار ہے اک درمیاں — سارے عالم میں ہوں ساری اِس طرح اور ہوں نہاں

ایشا واسیہ اپنشد منتر ۶۔ جو گیانی تمام جیو جڑ چیزوں کو اپنے میں دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو سب میں وہ کسی سے نفرت نہیں کرتا۔

ویدانت ہی یہ پکار پکار کر کہتا ہے کہ ایک کے جاننے سے سب جانے جاتے ہیں۔
چھاندوگیہ اپنشد ادھیائے ۶ کھنڈ ۱ منتر

منتر ۲۔ جبکہ شویت کیتو تعلیم پاکر یعنے تمام وید پڑھکر عالی طبع اپنے آپ کو عالم ماننے والا۔ اور مغرور ہو کر واپس آیا تو اسکے باپ ارن رشی نے اس سے کہا کہ اے عزیز شویت کیتو تو جو ایسا عالی طبع اپنے آپ کو عالم ماننے والا اور مغرور ہے۔ کیا تو نے وہ تعلیم پائی۔

منتر ۳۔ جس سے بے سنا ہوا سنا ہوا۔ بے سوچا ہوا۔ سوچا ہوا۔ اور بے جانا ہوا۔ جانا ہوا۔ ہو جاتا ہے۔ شویت کیتو نے پوچھا کہ مہاراج یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

منتر ۴۔ رشی نے جواب دیا کہ اے عزیز جس طرح ایک مٹی کے ڈھیلے سے مٹی کے تمام کار یہ جانے جاتے ہیں۔ تبدیلی محض نام کی ہوتی ہے۔ جو صرف کہنے پر مبنی ہے۔ مٹی ہی ستیہ ہے۔

مسلمان کہتے ہیں (کُنْ فیکون) خدا نے حکم دیا تھا دنیا ہو جائے اور (وہ ہو گئی) اِس طرح کہنے یا حکم دینے سے دنیا کو رچا یا۔ اِس بات کا بدیہی ثبوت ہے کہ کہنے یا حکم دینے والا گیان سروپ ہے۔ اور اُسکے حکم کے ساتھ ہی گیان میں دُنیا اِس طرح جلوہ گر ہو گئی جیسے خواب بیں کی نظر کے سامنے خواب کا نقشہ آ گیا۔ یہاں اِس مسئلہ سے بھی ویدانت کی عظمت ثابت ہے۔

ویدانت دیگر مذاہب سے وہی اُنس رکھتا ہے جو کہ خاص ویدانتیوں سے رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ سب کو اپنا آتما سمجھتا ہے غیریت جہاں ہووے وہاں اور کو اور دیکھے۔ اور کو اور سُنے۔ اور کو اور سوجھے۔ اور کو اور جانے۔ اور کو اور سمجھے۔ اور کو اور خیال کرے۔ جہاں دیکھی ہی سب آتما ہووے۔ بقولیکہ چوں ناظر و منظور توئی غیر تو کس نیست ہ پس از چہ سبب گشت پدید این غوغا

اِک نقطہ کا جو پھیر پڑا۔ تب غین۔ عین کا نام دہرا جب نقطہ موہومہ دُور کیا۔ تب یہ غین بھی عین کہایا

ویدانت کہتا ہے کہ جس سجن نے اپنی خواہشوں کو یوں سمیٹ لیا ہے جیسے سمندر اپنی ندیوں کو اپنے بیچ میں داخل کرلیتا ہے وہی شانتی (آنند) کو حاصل کرتا ہے دوسرا نہیں غصہ و غم کو مغلوب کرنا اُسی کا کام ہے جسکی یہ نگاہ ہے ۔

چیست دنیا تا بہ آن آلودہ کردن دستِ خویش بر سرِ خوانِ سلیماں کاسہ لیسیدن چراست

ویدانت کا معراج سنیاس ہے۔ اور اس میں بڑائی کا معیار تیاگ ہے۔ بڑائی کے واسطے روپیہ پیسہ کسقدر ہے دیکھنا درست نہیں ہے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس کا استغنا کتنا ہے۔ ؎

خشت زیرِ سر و بر تارکِ ہفت اختر پائے دستِ قدرت نگر و منصبِ صاحب جاہے

یہیں سے یہاں پیدا ہوتا ہے۔ سب کا آتما اپنا آپ کس طرح ہے۔ سُنو! برہدارنیک اپنشد تیسرا ادھیاء چوتھا برہمن منتر (۱)۔ "یاگیہ ولکھ نے جواب دیا جو پران سے سانس باہر نکالتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ جو اپان سے سانس اندر کھینچتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ جو ویان سے کل جسم تین دہارین پہنچاتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ اور زیادہ وضاحت سے سمجھنے کیواسطے منبر ۲ میں تحریر ہے۔ جو اودان سے پران کی دہاروں کو اوپر چڑھاتا ہے وہ تیرا آتما سب کے اندر ہے۔

"کون سا آتما سب کے اندر ہے"۔ اِس کا جواب یاگیہ ولکھ نے پھر اس طرح دیا ہے کہ تو بینائی کے دیکھنے والے کو نہیں دیکھ سکتا۔ سماعت کے سُننے والے کو نہیں سُن سکتا۔ عقل کے سوچنے والے کو نہیں سوچ سکتا۔ جاننے والے کو نہیں جان سکتا۔ یہی تیرا آتما سب کے اندر ہے۔ آتما کی اور تعریف پانچویں برہمن منترا۔ اِس طرح کی ہے کہ جو بھوک۔ پیاس۔ سوک۔ موہ۔ ضعیفی۔ اور موت سے پرے ہے۔ عقلاً اسی آتما کو جانکر برہمن لوگ بیٹے کی ہوس۔ دولت کی ہوس۔ اور لوک کی ہوس۔ ترک کرکے بھیک مانگتے پھرا کرتے ہیں۔ جو بیٹے کی ہوس ہے وہی دولت کی ہوس ہے وہی

وہ تم ہو جو ملتا ہے کوئی بری ہے ‏ ‏ ‏ سوا تمہارے کے سب جو ہے سو دوئی ہے

یہی بہتری ہے یہی برتری ہے ‏ ‏ ‏ منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

وہ تم ہو جو چھوتا ہے ایسے کوئی ‏ ‏ ‏ جب تک ہیں مگر کہیں تم سے کبھی

یہ ہے سر مخفی کرو راز جوئی ‏ ‏ ‏ منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

کرم میں نہ تم دل کو ہرگز لگانا ‏ ‏ ‏ بہشت بریں کا ہے جھوٹا فسانہ

نہ آنا تمہیں ہے کہیں اور نہ جانا ‏ ‏ ‏ منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

ویدانت ہدایت کرتا ہے کہ ستوگن میں مقیم رہو۔ یعنی دل کا ہر وقت بشاشت اور شانتی کے نور سے معمور رہنا۔ رنج غصہ۔ تعصب۔ سے بھرا ہوا دل حق کا ظاہر ہرگز نہیں اٹھا سکتا ہے

اور بچشم پاک تواں دید چوں ہلال ‏ ‏ ‏ بر دیدہ جلوہ گاہ آں ماہ پارہ نیست

ایسا ورسد انپشد میں آیا ہے۔

جانیو اپنا پاپ۔ جب شوک موہ ہے ناش ‏ ‏ ‏ دھند اندھیر انس گئے گینو روے پرکاش

جو شخص رجوگن (شہوت) تموگن (غضب) کو آہستہ آہستہ کم کریگا۔ اسکو برہم بھاؤ حاصل ہونا آسان ہو جائیگا۔ جیسا کہ مانڈوک انپشد میں آیا ہے (یقیناً یہ سب کچھ برہم ہے۔ وجہ یہ ہے کہ جیسے میلے کپڑے پر رنگ نہیں چڑھتا۔ یا کہ گیلی لکڑی کو لاکھ جتن کرنے پر بھی آگ نہیں لگتی۔ ویسے ہی جو شخص وویک۔ ویراگ۔ سم۔ دم وغیرہ سادھن پن نہ ہوا اسکو آتم گیان کا رنگ چڑھنا مشکل ہے۔

رفتم بہ طبیب و گفتم از درد نہاں ‏ ‏ ‏ گفتا کہ زغیر دوست بربند زباں

گفتم کہ غذا گفت ہمیں خون جگر ‏ ‏ ‏ گفتم پرہیز۔ گفت از ہر دو جہاں۔

عامل ویدانت کے نسبت مانڈوکیہ انپشد میں آیا ہے۔

وہ کہ جو پرش اس حقیقت کو سمجھتا ہے وہ بلا شبہ سب مرادوں کو پا لیتا ہے اور سب سے اول ہو جاتا ہے۔

سوتیا سوترا انپشد میں آیا ہے۔

"جب ویدانتی نے نور علی نور کو جان لیا۔ تو زنجیر سب ٹوٹ گئی دکھ دور ہو گئے اور مرنے جینے سے خلاصی ملی۔ ویدانت کہتا ہے کہ پہلے آتما ایک تھا اس نے سوچا کہ میں بہت ہو جاؤں اور وہ ہو گیا۔ عیسائی کہتے ہیں کہ خدا نے کہا روشنی ہو جائے اور روشنی ہو گئی)

ایساجاننے والا اگر اپنا جھوٹا چنڈال کو بھی دے تو بھی وہ اُس کے آتما وبشوا نر میں ہی ہوم ہوگا۔

اسمیدیگ ایک بہت اعلیٰ مشہور یگیہ ہے اور بہت صرف کثیر سے عمل میں آتا ہے۔ معمولی آدمی کیا اچھے اچھے سیٹھ ساہوکار کا بوتا بھی نہیں ہے کہ وہ اِس یگیہ کو کر سکیں۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجوں کا ہی یہ کام ہے کہ وہ سرانجام پہنچا سکیں اور اس کا نتیجہ سورگ و برہم لوک کی حصولی مانا ہوا ہے۔

مگر ہمارا ویدانت اسکے واسطے بھی ایسا آسان طریقہ بتاتا ہے کہ ایک غریب سے غریب اور کنگال سے کنگال بھی کرسکے بشرطیکہ وہ تمام تراکیب سے واقف ہو کہ جس جس طریق اور قاعدہ سے یہ یگ کیا جاتا ہے۔ برہدارنیک اپنشد میں ہدایت ہے کہ یہ یگیہ ان سک یا خیالی بھی ہو سکتا ہے۔ ضرورت اتنی ہے کہ آدمی تمام یگیہ کرم سے واقف ہو اور اس کا اعتقاد و تصور ایسا تیز ہو کہ چشم تصور کے سامنے تمام رسوم بعینہ ہوتی نظر آئیں۔ اِس طرح اسے یگ کا ہی پھل نہیں ملیگا بلکہ اس سے کچھ زیادہ ملیگا۔ کیونکہ شرتی بتاتی ہے کہ گیان کے ساتھ جو یگیہ کرم کیا جاتا ہے وہ زیادہ زبردست ہوتا ہے جس اُصول پر یہ مسئلہ مبنی ہے وہ یہ ہے کہ عالم عالم خیالی ہے۔ موٹی نظر والا آدمی بہت سا روپیہ خرچ کرکے اور سخت تکلیفیں اُٹھا کر اس اعتقاد کو بہم پہنچاتا ہے کہ میں یگ کے پھل سے بہرہ ور ہونگا۔ اور ہوتا ہے۔ داناآدمی صرف خیالی قوت سے کام لے کر وہی کیا اس سے بھی بڑھ کر پھل پالیتا ہے۔ شرتی پکار پکار کر کہتی ہے (سربم کھلدم برہم) ترجمہ۔ یہ تمام نام روپ کائنات برہم ذات حق ہی ہے۔ ویدانت کی منادی ہے۔

جنھیں کچھ خبر میرے برتانت کی ہے
اُنہیں فکر بھی کچھ نہ دیہانت کی ہے

غرض ہینے فکر اُنکی کل سانت کی ہے
منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

کسی نے عبث ڈر کے بھی کچھ لیا ہے
تمہیں ڈر ہے کس کا تمہیں خوف کیا ہے

جگت متھیا ہے۔ جگت متھیا ہے
منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

بکھیڑوں سے دنیا کے تم کیوں حزیں ہو
بکھیڑوں میں تم پھنسنے والے نہیں ہو

جہاں خواب ہے اور تم خواب بیں ہو
منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

نہ برہما کی پدوی کی تم چاہ کرنا
کہ برہما بھی متھیا ہے متھیا سے ڈرنا

بس ایک ست تم ہو۔ دم اپنا ہی بھرنا
منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

نہ کچھ دھرم میں ہے نہ کچھ دھیان میں ہے
نہ کچھ کرم میں ہے نہ کچھ گیان میں ہے

یہ سب محض مایا کے امکان میں ہے
منادی جہاں میں یہ ویدانت کی ہے

پران کے ترپت ہونے پر آنکھ ترپت ہوتی ہے۔ آنکھ کے ترپت ہونے پر سورج۔ سورج کے ترپت ہونے پر آسمان۔ آسمان کے ترپت ہونے پر جو جو چیزیں آسمان اور سورج کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود۔ اولاد اور مویشی۔ صحت جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۲) دوسری آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ ویان کے لئے سواہا۔ اس سے ویان ترپت ہوتا ہے ویان کے ترپت ہونے پر کان ترپت ہوتا ہے۔ کان کے ترپت ہونے پر چاند۔ چاند کے ترپت ہونے پر اطراف اطراف کے ترپت ہونے پر جو جو چیزیں اطراف اور چاند کے نیچے ہیں وہ سب اس ترپتی کے نیچے۔ اپاسک خود۔ اولاد۔ مویشی۔ صحت۔ جلال اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۳) تیسرا لقمہ جب کھاوے تو یہ کہکر کہ ہوم کرتا ہوں اپان کے لئے۔ سواہا۔ اس سے اپان ترپت ہوتا ہے۔ اپان کے ترپت ہونے پر بانی ترپت ہوتی ہے۔ بانی کے ترپت ہونے پر اگنی۔ اگنی کے ترپت ہونے پر پرتھوی۔ پرتھی کے ترپت ہونے پر جو جو چیزیں پرتھوی اور اگنی کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود اولاد۔ مویشی۔ صحت۔ جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ سمان کے لئے۔ سواہا۔ اس سے سمان ترپت ہوتا ہے سمان کے ترپت ہونے پر من ترپت ہوتا ہے۔ من کے ترپت ہونے پر بادل۔ بادل کے ترپت ہونے پر بجلی۔ بجلی کے ترپت ہونے پر جو جو چیزیں بجلی اور بادل کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود۔ اولاد۔ مویشی۔ صحت۔ جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

(۵) پانچویں آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ اودان کے لئے سواہا۔ اس سے اودان ترپت ہوتا ہے۔ اودان کے ترپت ہونے پر جلد ترپت ہوتی ہے۔ جلد کے ترپت ہونے پر ہوا۔ ہوا کے ترپت ہونے پر اکاس۔ اکاس کے ترپت ہونے پر جو جو چیزیں اکاس اور ہوا کے نیچے ہیں وہ سب۔ اس ترپتی کے پیچھے اپاسک خود۔ اولاد۔ مویشی۔ صحت۔ جلال۔ اور برہم تیج سے ترپت ہوتا ہے۔

جو ایسا نہ جانکر اگنی ہوتر کرتا ہے وہ گویا انگاروں کو ہٹا کر راکھ میں ہوم کرتا ہے۔

جو ایسا جان کر اگنی ہوتر کرتا ہے اُس کا ہوم سب لوگوں میں سب چیزوں میں اور سب جیووں میں ہوتا ہے۔ جس طرح سینک کا موبخہ آگ میں پڑ کر جل جاتا ہے اسی طرح اس میں اپاسک کے تمام پاپ جل جاتے ہیں۔ جو ایسا جان کر اگنی میں ہوم کرتا ہے۔

اور سب کو اس سے محبت ہے اور اسکی سب کو طلب ہے اور ہر دل کو وہ مرغوب ہے۔

هر سو که دویدیم همه سوئے تو دیدیم — هر جا که رسیدیم سر کوئے تو دیدیم

هر قبله که بگذیده دل از بهر عبادت — آن قبلهٔ دل راخم ابروئے تو دیدیم

هر سرو رواں را که دریں گلشن دهر است — بر رستهٔ بُستانِ لب جوئے تو دیدیم

از باد صبا بوئے خوشت دوش شمیدیم — با باد صبا قافلهٔ بوئے تو دیدیم

روئے همه خوبانِ جهان را به تماشا — دیدیم و لے آئینهٔ روئے تو دیدیم

در دیدهٔ شیدائے بتان همه عالم — کردیم نظر نرگس جادوئے تو دیدیم

تا مهر رخت بر همه ذرات نتابد — ذراتِ جهاں را به تگ و پوئے تو دیدیم

ویدانت کی عظمت یہاں تک ہے کہ ہر انسان کھانا تو آپ کھاتا ہے۔ اگر بموجب ہدایت وید و طریقہ کھانا کھاتا جاوے تو وہی پھل ملتا ہے کہ جو ہون کرنے والوں کو ملتا۔ ہر لقمہ آہوتی متصور ہو کر وہ شخص عظمت پاتا ہے۔ اور کیسا ہی کھانا پاک و ناپاک ہو وہ بموجب منتر کے پاک شدھ ہو جاتا ہے۔ پہلا لقمہ اٹھاوے تب کہے کہ بعد سیر ہونے شکم کے جو میں قصد کھانے کا کروں یا کسیکا جھوٹا یعنے پس خوردہ کھانے کا ارادہ کروں۔ یا مُشتبہ طعام کھانے کا قصد کروں یا مکروہ طعام کی ہی خواہش کروں۔ یا سہو سے مرتکب اِس حرکت کا ہوا ہوں تو برکت سے لشن دیوتا کی کہ یہ موکل طعام کا ہے۔ اور برکت سے آگ کی۔ اور برکت سے شعاعِ آفتاب کی وہ پاک ہو جاوے کہ مجھے اُسکی حقیقت پر علم نہیں ہے اور جو کچھ میں کھاتا ہوں پاک ہو جاوے۔ پھر تھوڑا سا آچمن کرے (پانی پیوے۔ کھانا طعام شروع کرے۔ پانچ لقمہ اِس نیت سے کھاوے کہ پانچوں پران۔ اپان۔ وپان۔ اودان۔ سمان۔ کو دیتا ہوں۔ اسقدر کھانا کھاوے کہ سیر ہو جاوے۔ اِفراط پر مائل نہ ہو۔ پانی پیوے اور کہے کہ واسطے پران کے ہے۔ ہاتھ منہ دھووے۔ اور یہ بات کہے۔ پران کہ یہ آتش غریزی ہے اور ہضم کرنا طعام کا اِس کا کام ہے اور یہی پرم آتما ہے۔ پانچ قسم کی ہوا بنکر جسم میں سماتا ہے۔ اور سب کو لذت دیتا ہے۔ اب میں اِس غذا سے آسودہ ہوا۔ تمام عالم مثل میرے آسودہ ہووے۔ آتما سے کہے کہ اے آتما فنا کرنے والی تو ہے۔ اور پیدا کرنے والی بھی تو ہے۔ یہ طعام جو میں نے کھایا ہے تجھے پہنچے۔ جو اس ترکیب سے عمل نہیں کرتا اُسکی غذا جزو بدن نہیں ہوتی۔

چھاندوگ اُپنشد میں آیا ہے پانچویں ادھیائے میں دیکھو۔ جو کھانا پہلے سامنے آئے اُسے آہوتی سمجھنا چاہیئے پہلے آہوتی جو ہوم کرے وہ یہ کہکر ہوم کرنی چاہیئے کہ پران کے لئے۔ سواہا۔ اِس سے پران ترپت ہوتا ہے۔

کرشن نے فرمایا ہے ؎ جسکی نظروں میں ہو یکساں دوستی و دشمنی | گرم و سرد و شادی و غم عزت و بے حرمتی
با توکل بے تعلق ہو اور قہر بے غیبت | صابر و آزاد و ذی دان انسان پیارا ہے مجھے

ویدانت میں آتما یعنے خدا کے تین اوصاف مانے ہیں یعنے ست ۔ چت ۔ آنند ۔ یعنی غیر محدود ہستی ۔ غیر محدود علم غیر محدود سرور ۔ اور ان تینوں کو ایک بتایا جاتا ہے ۔ کیونکہ بلا علم و سرور یعنے محبت ہستی نہیں ہو سکتی ۔ اور علم بلا محبت نا ممکن ہے ۔ محبت بلا علم محال ہے ۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ غیر محدود ہستی و علم و سرور میں یکتائی دیکھو ۔ تمہارا معراج یکطرفہ ترقی نہیں ہے بلکہ ہستی و علم و سرور تینوں کا کمال ہے ۔ ضرورت اتحاد و یکتائی کی ہے ۔

ویدانت میں ویراگ کی تعلیم ہے ۔ مگر اُسکے یہ معنی نہیں ہیں کہ دنیا چھوڑ دو ۔ بلکہ دنیا میں رہتے ہوئے نیک کام (بلا معاوضہ) کرم کرتے رہو ۔ اور سو برس جینے کی خواہش رکھو ۔ اے شخص ایسا کرنے سے تو کرم سے ملوث نہ ہوگا ۔ اور اسکے سوائے تیرے لئے اور کوئی رستہ نہیں ہے ۔ دیکھو ایسا واسیہ اپنشد منتر ۲ اور صائب نے بھی ایسا ہی کہا ہے ۔

کارِ دنیا کن و اندیشۂ عقبیٰ بگذار | تا بہ عقبیٰ نرسی دامن دنیا مگذار

ویدانت تو اس دنیا کو خدا کی ہستی بتاتا ہے ۔ پھر اس کا چھوڑنا کیا معنی ۔ جب سب کو خدا سمجھو گے تو کیسی عداوت کیسی دشمنی ۔ کیسی بُرائی ۔ اور کیسی نفرت جس وقت کہ ہر کس و ناکس ۔ اخلاق ۔ محبت و یکدلی کا برتاؤ رکھیں ۔ تو یہ کہنا درست ہوگا ۔ "پھر دیکھئے بہار کہ کیسی بہار ہو"

ایسا واسیہ اپنشد میں یہی تعلیم ہے کہ اِس دنیائے متبدل میں ہر بدلنے والی چیز کو اس نظر سے دیکھو کہ اس میں ایشور ویاپک ہے ۔ جگت روپ سے چھوڑ کر ایشور روپ سے محسوس کرو ۔ بس یہی دنیا کا ترک ہے ۔ جب دنیا متروک ہوگئی تو جو کچھ رہے گا وہی ذاتِ خدا ہے ۔ وہی بچے ہیں ۔ وہی جوان ہیں ۔ وہی دوست ہیں ۔ وہی دشمن ہیں ۔ وہی بد ہیں ۔ وہی نیک ہیں ۔ وہی موت ہیں ۔ وہی زندگی ہیں ۔ جیسا کہ چھاندوگ اپنشد ادھیائے ۷ کھنڈ ۲۵ منتر ۲ میں آیا ہے آتما ہی نیچے ہے ۔ آتما ہی اوپر ہے ۔ آتما ہی پیچھے ہے ۔ آتما ہی آگے ہے ۔ آتما ہی دائیں ہے آتما ہی بائیں ہے آتما ہی سب کچھ ہے ۔ آدمی ایسا دیکھتا ہوا ۔ ایسا سوچتا ہوا ۔ ایسا جانتا ہوا ۔ آتما میں پریم رکھتا ہے ۔ آتما کے ساتھ کھیلتا ہے آتما سے وصل کرتا ہے ۔ آتما کا آنند بھوگتا ہے ۔ وہ سوراٹ یعنی شاہنشاہ ہوتا ہے ۔ اور تمام لوگوں میں اسکی خود مختیاری ہوتی ہے جو لوگ اس سے مختلف طور پر جانتے ہیں انہیں فانی لوک ملتے ہیں اور تمام لوگوں میں اُنکی خود مختیاری نہیں ہوتی دنیا کے ہر مذہب کے علماء ویدانت کی تصدیق کرتے ہیں ۔ اگر کچھ اختلاف ہے تو وہ مذہبی نقطۂ درمیان میں چلتا ہے ۔ پرمیشور یا آتما ۔ یا اللہ یا خدا یا گاڈ وغیرہ خواہ کچھ نام لو ۔ گو کسی نے دیکھا نہیں ہے مگر سب اُس کا دم بھرتے ہیں ۔

کہ عالم کائنات میری روح ہے۔ جبکہ ہم خدا سے قریب سے بھی قریب ہیں۔ تو خدا کو دور اور جدا سمجھنا کیسی سخت غلطی ہی نہیں
بلکہ تحیر ہے سہ خدا اس پاس یہ ڈھونڈھے ہے جنگل میں ڈھنڈھورا شہر میں لڑکا بغل میں

تو آہوئے ختنی مشک جوئی از صحرا زنافِ خویش نداری خبر خطا اینجاست

آنچہ ما کردیم برخود ہیچ نابینا نہ کرد درمیانِ خانہ گم کردیم صاحب خانہ را

ہے مرگ تیرے سوگند سے بھیو یہ بن بھر پور کستوری تو نکٹ ہے کیوں دھاوے ہے دور

ویدانت دوئی ماننے والوں سے بھی یہی کہتا ہے کہ چونکہ حصص کے پہلو سے دیکھا جائے تو کثرت ہی نظر آتی ہے۔ اس واسطے
تم بھی راستی پر ہو۔ مگر کائنات کے حصہ خاص کو نظر رکھکر خدا کو دیکھو گے تو وہ ایک ہی شے معلوم دکھائی دیگی۔
یہ ایک قدرتی امر ہے چونکہ اہلِ دوئی کی نظر وسیع نہیں ہے انکو اسی طرح ماننے دو۔ آخر منزل مقصود پر چلکر کبھا کر وہ
بھی پہنچیں گے پر پہنچیں گے۔ مگر ویدانت کہتا ہے کہ خوشی و آنند کا سمندر دل میں موجود ہے۔ گرد و پیش ہے۔ ہر جگہ ہے
اسکو باہر ڈھونڈھنا ایسا ہے۔ بقولیکہ وزد آنکس کہ بکف چراغ دارد۔

اے کہ عمرے در پئے او سے دویدم چارسو ناگہانش یافتم بادل نشستہ روبرو

آخرالامرش بدیدم معتکف در کوئے دل گرچہ بسیارے دویدم در پئے او کوبکو

دل گرفت آرام چوں آرام دل در بر گرفت جاں چو جاناں را بدید آسودہ گشت از جستجو

ایکہ عمرے آرزوئے وصلِ او بودت چرا از پئے آں آرزو نگذشتی از ہر آرزو

تابکے سرچشمۂ خود را بگل انباشتن جوئے خود را پاک کن تا آید آب آبجو

آبِ حیواں در دروں وانگہ برائے قطرۂ ریختہ در پیش ہر نادان و دونا آبرو

مطرب آں مجلسی حرف را مسنہ ہرگز گرو

ویدانت کہتا ہے کہ ہر ایک شخص اس معراج پر پہنچا ہوا ہے۔ اپنی ذات یعنی روح کی عظمت میں یقین نکرنا تمہاری سرکشی
و نادانی ہے۔ ویدانت میں یہ بات نہیں ہے کہ دنیا میری بنی رہے۔ میں عیش و عشرت اڑاؤں اور جب کسی مصیبت
میں مبتلا ہوں خدا سے پرارتھنا و عبادت کر کے کامیابی حاصل کروں اور پھر اپنی اسی پرانی عادت میں مشغول ہوں۔
ویدانت تو خواہشوں کا دشمن ہے۔ وہاں تو خواہشوں کا بستر ا بوریا لپیٹ کر رکھدو سہ

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں این خیال است محال است و جنوں

ویدانت کی یہی تعلیم ہے کہ مجھے ہر چیز میں بسا ہوا دیکھو۔ وہ کسی سے بھی پرخاش رکھنا نہیں چاہتا۔ گیتا میں سری

بڑے اپنشدوں میں من کی شدھی کے لئے اُپاسنائیں بتائی جاتی ہیں جن میں "اوم" اور "پران" کی وہ اُپاسنائیں ہر دلعزیز ہیں۔

اُپنشدوں کے حصہ کثیر کا تعلق کرم یا اُپاسنا سے نہیں ہے بلکہ برہم گیان سے ہے۔ یہ گیان کیا ہے؟

محض اپنے سروپ کا پہچاننا ہے کہ میں حقیقت میں کیا ہوں اور یہ جگت جو مجھے نظر آرہا ہے کیا ہے۔ اور ایشور سے میرا کیا تعلق ہے۔

کرم کا مطلب صرف اتنا ہے کہ نشکام کرم کرنے سے من کا میل دور ہوتا ہے۔

اپاسنا کا اتنا کہ من کا اضطراب دور ہو۔ ان دونوں مرحلے طے کرنے والا گیان کا ادھیکاری سمجھا جاتا ہے۔

طالب (یعنی مرید) اپنشد کسے کہتے ہیں۔ اور ویدانت کے کیا معنے ہیں؟

جواب۔ اپنشد کے معنے مجازاً راز مخفی کے ہیں۔ اور ویدانت کے معنی ہیں وید کا انت۔ ہر دو کا مطلب ایک ہی ہے۔ اس میں برہم ودیا کوٹ کوٹ کر بھری ہے اور آتما کا سروپ دکھلایا گیا ہے۔ اور یہ بتایا گیا ہے کہ نظارہ دنیا محض خواب کا نقشہ ہے۔ اس کا دیکھنے والا گیان سروپ جیو برہم سے علیحدہ نہیں ہے۔ بلکہ برہم ہی ہے۔

اگیان کے باعث برہم جیو بھاؤ میں ہے۔ گیان سے اگیان دور ہو جاتا ہے تو اُسے اپنے شدھ گیان سروپ میں قیام ہوتا ہے جو ست چت ہے آنند ہے۔ یہاں تمام دوئی اُٹھ جاتی ہے اور ایک ذات احد باقی رہ جاتی ہے۔

غرض اپنشدوں میں آتم گیان کی بحث ہے۔ اسی واسطے اسکو ویدانت یعنی آخری حصہ یا وید کا انت کہتے ہیں۔

اور یہ اپنشد اُن لوگوں کے لئے ہے جو آواگون کے چکر سے باہر نکلنا چاہتے ہیں۔

ویدانت کی عظمت کیوں ہے؟

جواب۔ ویدانت تعلیم یکتائی دیتا ہے۔ محبت و خوش اخلاقی سکھاتا ہے۔ دوئی کو جڑ مول سے اُکھاڑ کر پھینکتا ہے۔ صلح و آشتی کی ہدایت کرتا ہے۔ ویدانت ڈنکے کی چوٹ للکار کر کہتا ہے کہ اے انسان تو ہی خود خدا ہے جسقدر مخلوق ہے سب اُسی کی شکلیں ہیں۔ ع سین انسان گر بفیت از میان ✦ اول و آخر خدا ند غیر آں ✦

ویدانت کسی مذہب سے پرخاش نہیں کرتا ہے سب کو یکساں نظر سے دیکھتا ہے اور یہی ہدایت ہے کہ آپس میں دنگا فساد مکرو۔ نہ کسی کے عقاید کو خراب کرو بلکہ سبکی اس طرح مدد کرو کہ اونچے چڑھتے چلے جائیں اور سب کا مجموعہ کل ہے اُس میں داخل ہو جائیں۔ اہل دوئی کہتے ہیں کہ خدا کائنات سے باہر سرگ یا بہشت میں رہتا ہے۔ ویدانت کہتا ہے

[illegible] ہے۔ اور کہیں کہیں سوکت مل کر شستر کا نام پاتے ہیں۔ نظم کا ہر مصرع یا شعر رچا کہلاتا ہے۔ یہ سوکت دعاؤں کے بھجن ہیں۔ اور دعائیں خاص خاص مرادوں کے لئے اور خاص خاص دیوتاؤں مثلاً سورج۔ اگنی۔ ہوا وغیرہ سے مانگی گئی ہیں۔ اور یگوں میں خاص لب ولہجوں سے پڑھی جاتی ہیں۔ گیان کے متعلق بھجن بہت کم ہیں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ جو گیان انپشدوں میں دستہ دستہ ملتا ہے وہ سنگھتاؤں میں بیج کی صورت میں ہے

(۲) یجروید نثر میں ہے۔ یگوں میں جو ہوں کیا جاتا ہے وہ زیادہ تر یجروید کے منتر پڑھ پڑھ کر ہی کیا جاتا ہے۔

(۳) سام وید میں زیادہ تر وہی سوکت (نظم) ہیں۔ جو رگوید میں ہیں۔ مگر یہ سام کہلاتی ہیں اور یگوں میں بجائے پڑھنے کے گائی جاتی ہیں۔

(۴) اتھروید۔ کی نظموں کو یوں سمجھو کہ ہر قسم کے یگیہ کرنے کے عملیات (طریقہ) کے مجموعے ہیں۔ غرض ان چاروں سنگتاؤں میں منتر ہیں۔ اور وہ منتر یگیہ کرم میں کام آتے ہیں۔

ان چاروں ویدوں کے چھ انگ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) سکشا یعنی علم حروف وتلفظ جو منتروں کے پڑھنے میں کام آتا ہے۔

(۲) کلپ۔ جس میں بتایا جاتا ہے کہ کونسا یگیہ کس طرح ہوتا ہے۔

(۳) ویاکرن۔ صرف ونحو جسکی مدد سے وید تحصیل ہوتے ہیں۔

(۴) نرکت۔ جس میں ویدوں کے الفاظ کی تحقیق وتدقیق ہے۔

(۵) چھند۔ یا علم عروض جس کی رو سے ویدوں کے نظم منتر پڑھے جاتے ہیں۔

(۶) جوتش یا علم نجوم۔ جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سال کے کون سے مہینے یا پکس وتاریخ ومہورت میں یگ کرنے چاہئیں۔

(۲) ویدوں کا برہمن بھاگ۔ یہ نثر کی کتابیں ہیں اور ان میں اس بات کی توضیح وتشریح ہے کہ یگیہ کیا ہیں؟ کون کون سے ہیں۔ ہر ایک کیونکر کیا جاتا ہے۔ کیا کیا سامان درکار ہوتا ہے۔ کتنے آدمیوں کی ضرورت ہوتی ہے کتنے وقت تک پوجن جاری رہتا ہے۔ کہاں کہاں۔ کون کون سے منتر کن کن آدمیوں کو پڑھنے چاہئیں۔ خاص یگیوں کا پھل کیا ہے؟

غرض سنگھتاؤں میں یہ منتر ہیں۔ برہمن بھاگ انکی نسبت بتاتا ہے کہ یگیوں میں انہیں استعمال کیونکر کرنا چاہیئے۔

(۳) وید کا منتر بھاگ، انپشد ہے۔ ان میں برہمن بھاگ کی طرح کہیں کہیں کوئی خاص یگیہ کرم بھی آجاتا ہے۔ خاص کر

اندریوں کو وس کرنے یعنے قابو میں کرنے کا نام دم ہے۔

لؤکام کرم کرنے کو۔ کرم کہا جاتا ہے۔ کیونکہ بالعموم کرم کرنے سے من کو شدھی نہیں ہوتی ہے جس کرم سے من شدھ ہووے وہی کرم کہلاتا ہے۔

وید کیا ہیں؟ انکی تشریح کیجیئے

وید ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ کل دنیا کی سب سے قدیم کتابیں ہیں۔ ان میں منتر ہیں جنکی نسبت ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے کہ آدمیوں کے بنائے ہوئے نہیں ہیں۔ بلکہ انادی۔ اننت یعنی بے آغاز اور بے انجام ہیں۔ پرلے ہونے پر یہ منتر ناش نہیں ہوتے۔ بلکہ مخفی رہتے ہیں۔ جب سرشٹی شروع ہونے کو ہوتی ہے۔ یعنی جیووں کے کرم اوے بہت چیتن۔ یا ایشور میں یہ تحریک پیدا کرتے ہیں کہ میں ایک سے انیک ہو جاؤں۔ تو اول اسی وید منتر کا ہی سمرن ہوتا ہے اور پہلے کلپ کے مطابق وہ نام و منظر یعنے جڑ چیتن کو عالم شہود میں لاتا ہے۔

اِن منتروں کے مجموعہ کا نام وید ہے جسکے تین حصہ ہیں (۱) منتر بھاگ (۲) براہمن بھاگ (۳) انپشد بھاگ۔

پُرانی روایت یہ ہے کہ وید ایک تھا۔ ویاس جی مہاراج نے اِسے چار حصوں میں منقسم کر کے اپنے چار چیلوں کو پڑھایا۔ اُن چیلوں کے اور چیلے ہوئے اور اُنکے اور اس طرح شاخیں پھیلتی چلی گئیں (جنھیں سنسکرت میں شاکھا کہتے ہیں) اِس طرح گیارہ سو اکتیس شاکھا ہو گئیں۔

(۱) شام وید کی ۱۰۰۰ شاکھائیں۔ چونکہ یہ گایا جاتا ہے اسواسطے سب سے زیادہ شاکھا ہیں۔

(۲) یجروید کی ۱۰۱ ساکھا ہیں۔ چونکہ ہون کیا جاتا ہے اسواسطے اِسکی بھی زیادہ شاکھا ہیں۔

(۳) رگوید کی ۲۱ ساکھا ہیں۔ یہ منتر صرف پڑھے جاتے ہیں۔ اِس سبب سے کم ہیں۔

(۴) اتھروید کی ۹ ساکھا ہیں۔ یہ منتر بھی صرف پڑھے جاتے ہیں۔

وید سب رشیوں اور اچاریوں کے نام سے مشہور ہیں۔ اِن میں سے بہت سی شاکھاؤں کا اب پتہ تک نہیں ہے۔ اِس وقت تھوڑی سی معروف ہیں اور ان کا نام چلا آتا ہے۔

جیسے کہ چھاندوک انپشد سام ویدیوں کی چھاندوگیہ شاکھا کا انپشد ہے۔

منتر بھاگ۔ چار مجموعوں یا سنگتہاؤں کی صورت میں ہے۔

وید چار ہیں (۱) رگوید (۲) یجروید (۳) شام وید (۴) اتھروید ان میں سے (۱) رگوید نظم میں ہے۔ ایک نظم کو سوکت

کرتا ہے۔ البتہ جو بشر علم عرفان کے ذریعہ سے جسم کو ترک کر دیتا ہے وہ بیشک تارک ہو جاتا ہے۔ اِس لئے کہ آتش عرفان جسم کی موجودگی میں جسم کو بالکل جلا دیتی ہے۔ یعنی عدم وجود اُس کا مساوی کر دیتی ہے۔

مخصوص رضا بہ سر تراشیدن نیست ۔۔۔ تسلیم و رضا بہ خرقہ پوشیدن نیست
آزادیست کہ از فیض میسر گردد ۔۔۔ این دولت ناپاک بہ کوشیدن نیست

موڈ منڈائے ہو سنیاسی ÷ کپڑے رنگے ہوئے اداسی ÷ پر روپ کی انہو باتی ÷ جو پاوے ہوئے سکھ لبھی

برہم گیان کے سادھن کیا ہیں؟

جواب۔ وویک۔ ویراگ۔ کھٹ سمپتی۔ مموکشتا۔

برہم گیان اسباب کے ذہن نشین کر لینے کا نام ہے کہ میں گیان سروپ آتما ہوں۔ اور مجھ گیان کے سمندر میں جگت خواب کا نقشہ ہے۔ کیونکہ اگیان کے دوش سے رسّی سانپ نظر آوے تو رسّی کے گیان سے سانپ کا وہم باطل و دور ہوتا ہے نہ کسی ریاضت یا ابھیاس وغیرہ سے۔ اِس واسطے برہم گیان میں کرم ابھیاس وغیرہ کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔ برہم گیانی رنج و خوشی۔ رغبت و نفرت چھوڑ دیتا ہے۔ ہتو مکتی کا گیان ایک نہیں کرم نہیں بیان ÷ رجو سرب تب ہی نسے ہوئے جو گیان

طالب۔ تو کیا کرم اُپاسنا نشپھل ہی ہیں؟

جواب۔ نشپھل نہیں ہیں۔ کرم اُپاسنا کے ذریعہ صفائی قلب ہوتی ہے یعنی گیانی کو فضول ہیں۔ مگر اگیانی کو من کے شدھ کرنے کے واسطے اِن اعمالوں کی ضرورت ہے تاکہ آدمی گیان کے لائق بنے اور راہِ طریقت صاف ہو جائے کیونکہ برہم گیان کے پانوں تپ۔ دم۔ کرم۔ ہیں۔ وید اعضا ہیں۔ اور رہنے کا مکان ست یا صدق ہیں۔ پس برہم گیان سمجھنے کے لائق آدمی اُسی وقت ہوا کرتا ہے جب اُس کا من شدھ ہو۔ شاستر وچار کرے ست گرہن کرنے کیواسطے من یا قلب طیار ہو۔

طالب۔ من کس طرح شدھ ہو سکتا ہے؟

جواب۔ نشکام کرم کرنے۔ اور اندریوں کو دمن کرنے اور جفاکشی کی عادت بہم پہنچانے سے ہوتی ہے۔ اِن ہی تینوں پر چلنے کو۔ تپ۔ دم۔ کرم۔ کا نام دیتے ہیں۔

طالب۔ تپ۔ دم۔ کرم۔ کی تشریح کیجئے۔

جواب۔ جفاکشی کی عادت بہم پہنچانے کا نام تپ ہے۔

گرہستی کو اپنے دہرم میں شاد و دل رہنا چاہیئے۔

دہرم پالن سے ہی سکھ اور اسی پرکاش ہوتا ہے   دہرم کو ناش جو کرتا ہے وہ خود ناش ہوتا ہے

دنیادار کو اصول مندرجہ ذیل پر پابند رہنا چاہیئے

(۱) فرض کو فرض سمجھکر بجالائے۔ اور اسکے بجالانے میں اپنی غرض کو دخل نہ دے
(۲) نفع ہو یا نقصان۔ کامیابی ہو یا ناکامیابی۔ من کو میلا نہ کرے۔
(۳) کوشش جبتک کہ کام پورا نہ ہو۔ کئے جائے چھوڑے نہیں
(۴) پھل کی چاہنا مطلق نہ کرے بلکہ ہر ایک کام نشکام ہو۔ یہانتک کہ یوگ اور گیان بھی نشکام ہی کیا جائے۔
(۵) نشکام کرم سے نفس صفا ہوتا ہے۔ نفس کا شدھ ہونا ہی من کا شدھ ہونا ہے۔ اور من شدھ ہوتے ہی گیان کا ادھکاری ہو جاتا ہے۔ اور یہ ایک نہ ایک دن اُسکے چت میں گیان کا پرکاش ہوگا اور موکش کو پہنچ جائیگا۔

دنیادار کو کس طرح رہنا چاہیئے

اُس پرندے کی طرح دنیا میں رہنا چاہیئے   جو چہچہاتا ہے خوشی سے جو کہ نازک شاخ پر
جھومتی ہے شاخ لیکن خوف کچھ اُسکو نہیں   کر نہیں سکتا کہ ہیں موجود اُڑ جانے کو پر

گرہست آشرم میں پہلے زمانہ میں کون کون راج رشی عارف کامل ہوئے ہیں

گیتا۔ ادھیائے ۳۔ منتر ۲۰

سلطنت کرنے پہ بھی راجہ جنک مُکتا من تھے   رسم دنیا کے مطابق فعل واجب ہے تجھے

ویوسوت منو۔ راجہ اکشواک۔ سری رام چندر جی۔ بششٹ جی۔ وید ویاس جی۔ راجہ جنک اور بہت سے راج رشی تعلقات دنیاوی کے برتنے پر بھی عارف کامل تھے۔ اس وجہ سے کہ وہ تمام جسمانی اور روحانی تعلقوں کے صدمہ کو تقاضائے قدرت سمجھتے تھے اور اپنی ذات کو ہمیشہ افعال سے مبرا و بے لوث جانتے تھے۔ آجکل یہ عام خیال ہے کہ جبتک کوئی سرمنڈا اور گوشہ گزینی اختیار نہ کرے تب تک اُسے علم معرفت حاصل نہیں ہو سکتا۔ یہ خیال سراسر غلط ہے کیونکہ اپنی حیات میں خدا کبھی کسی سے الگ ہوئی ہے اور نہ ہوگی جسم انسانی خود بخود دیتا ہے۔ ہر جگہ ساتھ رہتا ہے۔ اور نہ گرہستی میں

گرہستی کو کیا کرنا چاہیئے؟

جواب۔ گرہستی کو چاہیئے کہ اتیت یعنی سائل کو اپنے دروازے سے خالی نہ جانے دے۔ مہمان کی تواضع کرے۔ عام لوگوں سے خاکساری وسخاوت خوش خلقی کا برتاؤ رکھے۔ وسیلہ معاش ایسا رکھے کہ کسی شخص کو تکلیف نہو۔ اور نیک کمائی کرے۔ اور کچھ وقت ایشور چنتون میں گذارے۔ گھر کو مثل سرائے اور متعلقین کو مہمان شب باش تصور کرے انکی الفت میں گرفتار نہ ہو۔ گیانی مہاتما پرشوں کا ست سنگ کرے اور انکی خدمت۔ تن۔ من۔ دھن سے بجالائے۔ غرور وابھمان نکرے۔ اور گرہستی کو حسب ذیل پانچ گیہ کرنے لازمی ہیں۔

(۱) دیو یگیہ۔ یعنی ہون اور یگیہ کرکے دیوتاؤں کو بھوگ پہونچاوے۔

(۲) رشی یگیہ۔ ویدوں کو پڑہے اور پڑہائے۔ رشیوں کا قرضہ اتارے۔

(۳) پتری یگیہ۔ سرادھ کرنا۔ دان دینا۔ اولاد پیدا کرنی تاکہ آئندہ کو بھی پتری کرم ہوتے رہیں۔

(۴) منشیہ یگیہ۔ آئے گئے مہمان کو کھانا کھلانا۔ اور ٹھہرنے کو جگہ دینا۔

(۵) پسو یگیہ۔ جانوروں کو چارہ اور پانی دینا۔ ابیات

از رباط تن چو بگذشتی دگر معمورہ نیست — زاد راہے برنمے داری ازین منزل چرا

ترا در بوستاں بہر آن دادہ ایں مہلت — کہ سیم ناقص خود را کنی کامل عیار اینجا

پیش ازاں کز طبل رحلت دست و پا را گم کنی — زاد راہے جمع کن اے بیخبر تا فرصت است

رہے راضی رضائے مولا پہ — عمر خوش خوش جہان میں ہو بسر

ز حرف نیک و بد خلق ہر کہ شد خاموش — خلاص مے کند از حرف نیک و بد خود را

ز خلق خوش شکر و شیر باش با احباب — د روئے ترش مکن تلخ کام الفت را

غرور مال و دولت و مرتبہ و املاک ہرگز نکرے۔ غرض ایسی صورت سے زندگی گذارے تو وہ گرہست میں رہتے ہوئے بھی جیون مکت ہے ؎

خود نمائی۔ خود ستائی۔ خود پسندی خودی — جب تلک دل پر مسلط ہیں خدا ملتا نہیں

جو دم کہ گذرتا ہے۔ تری یاد سے خالی — وہ دم نہیں حق میں مرے تلوار ہو یارب

دے اپنی حضوری کا شرف اپنے کرم سے — درکار ہے کچھ تو یہی درکار ہے یارب

پھول پھل کا آہار رہتا ہے۔ دن رات نارائن بھجن کے سوا دوسرا کام نہیں کرتے سنیاسی وہی ہے جو طبیعت [illegible] کی
کاماوی نہ ہو گیوا بستر پہ پچھے پھل پھول کا آہار رکھے۔ یا گاؤں میں جا کر بھیک سے اپنا پیٹ بھر لے۔ درختوں کے نیچے
سو رہے۔ دنیا کی کسی چیز سے تعلق نہ ہو۔ لذیذ اور خوش ذائقہ کھانوں سے نفرت ہو۔ عورت سے دامن پاک رکھے۔
دنیا داروں کی شکل زہریلے سانپ کے مانند ہے۔ اگر کوئی اسکی توہین بھی کرے تو اس پر غصہ نہ کرے۔ موت کو ہر وقت پیش نظر
رکھے نہ کسی سے ڈرے۔ نہ کسی سے محبت بڑھائے۔ ایسے سنیاسیوں کی عزت دیوتا بھی کرتے ہیں۔ ہاتھی کے پاؤں
میں سب کا پاؤں ہے۔ اِسی طرح جوگیوں سنیاسیوں کیوجہ سے دنیا داروں کی زندگی سپھل ہوتی ہے۔ راست گو حلیم
خلیق لوگ ہی سنیاس دھارن کر سکتے ہیں۔ اور اس سے بڑھکر اور کوئی تپ نہیں۔ ایسے انسان دیوتاؤں کے بھی پیارے
ہوتے ہیں۔ اگر جوانی میں ہی ویراگ اور چار دل نشین ہوں۔ باوجودیکہ کاروبار خانگی بھی کرتا ہے تو نہایت ہی خوش
نصیبی ہے کیونکہ عمر کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ؎

بہ پیری ہر کس از خوف مرگ فکر کند — صد آفرین بر آن کس کہ می کند بہ شباب
جوانی بر سر کوچ است فرصت دان جوانی را — دوبارہ کس نمی یابد متاع رائگانی را

گرہست آشرم کی منزلت

گرہست آشرم سے بڑھکر کوئی آشرم نہیں۔ مگر محبت کے جال میں پھنسکر طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں۔
اِسی سبب سے گرہست آشرم آواگون سے نجات نہیں پاتا۔ دل کو مارنا اور اندریوں کا پست کرنا بھی گرہست کی ریاضت
ہے۔ جو لوگ متعلقین کی محبت میں آلودہ ہو جاتے ہیں۔ وہ بڑی مصیبتیں پاتے ہیں۔ دانا لوگ اِسی سے دنیا کو ہیچ اور
اور بجز خیر و ثواب کے سب کو زوال پذیر جانتے ہیں۔ مرنے کے بعد بھائی۔ بند۔ اولاد۔ اور رشتہ دار کوئی کسی کا نہیں ہوتا
ہر ایک اپنی اپنی راحت کو روتا ہے۔ اپنا دھرم اور خیر و ثواب کے سوائے کوئی کام نہیں آتا یہی ساتھ جاتا ہے۔ اِس لئے
دنیا کو چھوڑ کر اور سب کی محبت سے منہ موڑ کر اچھے کام کرنے سے دنیا میں وہی مسرت ملتی ہے۔ اور دین دنیا میں سرخروئی
نصیب ہوتی ہے۔ جو ایسا نہیں کرتا اُس کا دین و دنیا میں کہیں بھلا نہیں ہوتا۔ راحت و تکلیف و قضا و رضا کو ایک سا
اور دنیا کو ہیچ جانتا ہے۔ وہی ایشور کی پہچان سکتا ہے۔ نہیں تو دنیا کے بھرم میں بھٹکتا ہے۔ ؎ دنیا ہیچ است و کار
دنیا ہمہ ہیچ۔ جو کچھ ہے وہ خواب و خیال ہے۔ ایک دن سب کو زوال ہے۔ صرف قادر مطلق کی جستجو کرنا ہر انسان کا فرض ہے
جو جلوہ دست اور جو ہوا ست جو پیام کچھ ہے سب اسی ذات سے ہے ہر حال میں یہ فقرہ یاد رکھنا چاہئے" آنچہ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ"

تے تعریف کروں کیا اُسکی جسکا ہے سارا بستار — ثے ثانی نہیں اُس کا جسپر مومن کرتے جان نثار

جیم جا کر باغ ارم میں حق نے لگائے ہیں اشجار — حے حشر کو بن جائیں گے آدم ایندھن شتر مہار

خے خالق کی یاد کرو تم کیوں بستے ہو پھولوں میں خار — دال۔ دمن کا کلمہ پڑھ لو کافر چھوڑ و دار مدار

ذال ذکر کر اُس عالی کا جسکے نور سے گل گلزار — بے برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

رے رحیم ہے مالک جس کا کل عالم میں ہے اسرار — زے زبان سے کہہ ہر دم خدا اخدا مت ہو بیزار

سین سخن حسن صحیح بات ہے اُس نے بنایا ہے سنسار — شین شکر کر مومن مئے وحدت میں جتے ہیں شرار

صواد صاحبی اُسکی دیکھو جس نے بنایا تن اصار — ضواد۔ ضرور کرو عبادت بندگی میں رہنا انظار

طوے طوفان آویگا جس دن نہیں کسیکی نپے تقار — بے۔ برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

ظوے ظاہر کر فخر جہاں میں کس کی کرتا ہے تنظار — عین عقل کو رکھتے ہو صحیح موزوں کر اشعار

غین غضب ہو روز حشر کو زمین شق ہو پھر جائے — فے فیکن کہہ فنا کرے خلق احد کو لیں غفار

قاف قفل کو توڑے جو کوئی اُسکا ہوتا سند قطار — کاف کفر کو دور کیا اُس مالک کی عالی سرکار

گاف گہر کو جو کریں نہیں اُن سے راضی پروردگار — بے برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

لام لیس ہو اُسکی یاد میں وہی سورما سپہ سالار — میم۔ مورچہ ہٹا دیا۔ رن جیتا کافر مارے تا

نون نکل جا جوبن سے مت اُسے مرد سمجھو وہ نار — واو۔ وصل ہو اُسکی یاد میں لڑے سورما وہ دودار

ہے ہر دم کر یاد الٰہی اپنے دل میں تو مت ہار — یے یاد خدا کر تم ہر دم بنے دھیاؤں سکے یار

جیون مکت ہو آنند پراپت کر مکت آنند کہتے للکار — بے برحق باری تعالیٰ کا بے شک ہے سچا دربار

گرہست اور سنیاسی کی دیکھ بھالی

صاحب مروت اور جود و سخا کے پابند۔ دہرم کرم سے واقفیت رکھنے والے انسان گناہوں سے پاک رہتے ہیں۔ دنیا و عقبیٰ دونوں جگہ عزت سے دیکھے جاتے ہیں۔ دان دہرم کرنے سے وقعت بڑھتی ہے۔ ایسے لوگوں پر کام سکرودھ موہ کا اثر نہیں ہوتا۔ بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے گھر میں چین ہی چین ہے۔ کسی طرح کا دکھ نہیں۔ لڑکے بالے فراغت سے گزر کرتے ہیں۔ کسی بات کی پرواہ نہیں۔ مگر عالم پیری وضعیفی ہے۔ ایسی حالت میں وہ دنیا چھوڑ کر سنیاس دہارن کرکے جنگل میں تپ اور پرماتما کا دھیان کرتے ہیں۔ بعض بان پرست استری کے ساتھ بن میں نواس کرتے ہیں۔ جنگل

سادھو آتما دو سفک خالص ہیں جو موجودہ مایا کی ہوس کی بو کو نابود کر دیتے ہیں۔ جن لوگوں نے مہاتماؤں کی سنگت نہیں کی۔ انہوں نے اپنا جیون بیکار کر دیا۔ مہاتماؤں کی سیوا اور بھگوان کی بھگتی کے بغیر جیتا حیوانوں کی سی زندگی بسر کرتا ہے۔ اگر پریم کے پانی کی پیاس ہے تو خندق میں کیوں تلاش کرتے ہو ست سنگ کی گنگا کی طرف آؤ۔ تاکہ جنم جنم کی پیاس مٹ جائے۔

رام بلاوا بھیجیا۔ دیا کبیرا روئے   جو سکھ سادھو سنگت میں وہ بیکنٹھ نہ ہوئے

آؤ من چنچل ہے۔ اسکی باتوں میں نہ آؤ۔ زندگی کے گھڑے سے سانسوں کے قطرے چھن رہے ہیں دم کو غنیمت سمجھو۔ اور دنیا کے جال کو توڑ دو۔ اور باہر نکل آؤ جیسی سنگت کرو گے پھل بھی ویسا ہی ملیگا۔ بندھے ہوئے کو بندھا ہوا نہیں کھول سکتا۔ سچے مہاتما کی تلاش کرو۔ بھیس دھاریوں کے بھیس پر نہ جاؤ۔

بندھے کو بندھا ملے چھوٹے کون اپائے   کر سنگت نربندھ کی پل میں لئے چھڑائے

جا پل درشن سادھ کا تا پل کے بلہار   ست نام رسنا بسے لیجے جنم سدھار

اس لئے بُری صحبت سے بھاگو۔ لوہے کو پانی میں ترانے کی کوشش نہ کرو۔ پاپوں کے بوجھ کو نیک صحبت کی کشتی میں پھینک دو تر جاؤ گے۔ نیچ کی صحبت کوئلوں کی کوٹھری ہے۔ بغیر داغ لگے خالی نہ آؤ گے۔ دیکھو ایک ہی سواتی بوند کا قطرہ سیپ میں پڑے تو موتی بنتا ہے۔ کیلے کے گوبھ میں پڑے تو کافور بنتا ہے۔ وہی قطرہ سانپ کے منہ میں پڑنے سے زہر ہو جاتا ہے۔ ایک قطرہ کی تین حالتیں۔ یہ ہے سنگت کی تاثیر۔ جیسے پاس بیٹھو گے ویسا ہی گیان ملیگا۔

بارش قطرہ کیسا اُجل تھا   مٹی میں پڑنے سے کیچڑ بن گیا

ہری جن سیتی روٹھنا سنساری سوں ہیت   تے نر کبھوں نہ اُبھرے جیوں کالر کا کھیت

مورکھ کو سمجھاؤ گے تو گیان گانٹھ سے جائیگا۔ صابن لگانے سے کوے کا رنگ سفید نہیں ہو گا۔ مورکھ کی صحبت چھوڑو نہیں تو کیلے کے ساتھ کیکر کے پیڑ کی طرح اسکی شاخیں ہلینگی اور اس کا ناش ہو جائیگا۔ ادہم سادھو کی سنگت سے دور بھاگو۔ کیونکہ سنگت ادہم اسادھ کی موت ہوئے تت کال   کہیں کبیر اس سادھ کا بانی برہم رسال

کبیر گرو کے دیس میں بس جانے جو کوئے   کاگا تے ہنسا بنے ذات برن کل کھوئے

برہم گیانی کا پہلا سبق

الف۔ فقر کی کر بندگی۔ کیوں رکھتے ہو دلمیں عار   سب جگ بابی تعالیٰ کا ہے شک ہے تجھا سبار

ریزش خود از چشم مردمان پوشیده دار　　　　در سخاوت خویش را افسانہ چون حاتم کن

سادھو سنگت کی مہما

ایک گھڑی۔ آدھی گھڑی اور آدھی میں آدھ　　　　کبیر سنگت سادھ کی کٹیں کوٹی اپرادھ

بالمیک ڈاکو تھا۔ ست سنگ نے کُندن بنا دیا۔ بھلے پُرشوں کی صحبت کا وہ رنگ چڑھا کہ ظلم اور بے رحمی کا کوئی داغ دل کے دامن پر نہ رہا۔ سمرد اس پرلے درجے کا اوباش تھا۔ ست سنگ کی اکسیر نے خاک سے پاک بنا دیا۔ ست سنگ ادہم سے اُوتم بناتا ہے۔ سُکھ کا سمندر ٹھاٹھیں مار اُٹھتا ہے۔ دکھ کے بادل چھن بھن ہو جاتے ہیں۔ اِس لئے کہا ہے

سنگت کیجئے سادھ کے جن کا پورا من　　　　بے نصیب کو دیت ہیں رام سریکھا دھن

واقعی دنیا کی کسی نعمت کو بقا نہیں۔ رام نام کی دولت مل گئی تو پھر کسی اور دولت کی ضرورت کیا۔ سادھو کی سنگت تو عطار کی دوکان کی خوشبو ہے۔ عطار ہاتھ سے کچھ بھی نہ دے تو بھی خوشبو مفت میں ہاتھ آتی ہے بھلے آدمی اپنے پلے سے کچھ نہ دیں۔ اُنکی بھلائی کا عکس ہی بدھی کو روشن کر دیتا ہے۔ انسان کے سوکھے کھیت ست سنگ کے بادل سے سیراب ہو جاتے ہیں۔

کلھا کال اور گلپتا ست سنگ میں جائے　　　　تاسوں دُکھ بھاگا پھرے سُکھ میں رہے سمائے

لوگ متھرا۔ کانشی۔ ہردوار۔ جگناتھ کو دوڑتے ہیں۔ دِل میں کھوٹ کی کالک ہے۔ کس دریا کا پانی اِس کو دھوئے گا۔ ست سنگ کے بغیر کون کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار کی غلاظت کو کھوئے گا۔ ست سنگ سے ہی رام نام کا منتر ہاتھ آتا ہے۔ اور یہ وہی منتر ہے جس کا اُلٹا سیدھا رٹ کر بھی پاپ آتما پار ہو گئے ہیں۔

میرے سنگی دو جنا ایک سادھ ایک رام　　　　وہ تو داتا مکتی کے یہ سمرادیں نام

سادھو کی سنگت چندن کا برکش ہے۔ بانس کا جنگل بھی چندن کی خوشبو سے معطر ہو جاتا ہے۔ ست سنگ کبھی نِشپل نہیں جاتا۔ چندن کی صحبت میں چندن ہو جائے۔ پھر اُس کو نیم کون کہے گا۔ آک ہو یا ڈھاک ہنس سب کو اپنا جیسا کر لیتا ہے۔

ایک گھڑی۔ آدھی گھڑی بھاؤ بھگتی میں جائے　　　　ست سنگ پہلے ملے یم کا بھے مٹ جائے

حق پر حملہ کرنے جا رہے ہو معلوم ہوا کہ ابھی آپ کو اور ضرورت ہے۔ اور چونکہ میں نے قناعت کے خزانے کو
پالیا ہے لہٰذا مجھے کسی چیز کی پروا نہیں۔ اِس لئے میں شہنشاہ ہوں۔ اور تمام دنیا میں میرا راج ہے۔ جہاں
چاہوں جاؤں اور سوؤں۔ اور چونکہ تم نے موت کا مطلب سمجھ لیا ہے۔ لہٰذا اس کا جواب بھی نہیں۔ باقی نالائق
کا جواب رہا تو وہ یہ ہے کہ اگر میں دنیاداری سے نالائق ثابت ہوا تو فقیری پائی۔
بادشاہ کے دل پر کڑکتے ہوئے سادھو کے لفظ بجلی کا اثر کر گئے۔ سواری سے اترا۔ اور فقیر کے
چرنوں پر گرا۔ اور فوج کو واپس لوٹنے کا حکم دیا۔ اور باقی عمر قناعت میں بہ آرام بسر کی۔

فقیر اپنی شہرت چاہتا ہے یا نہیں؟

جواب۔ نہیں۔ شہرت ہوتی ہے شہر میں رہنے سے۔ جہاں پر کہ ایک کثیر مجمع زن و مرد کا ہو اور وہاں خدا
نخواستہ کوئی کلمہ زبان مبارک سے وقت مراقبہ کے نکل جاوے اور دنیادار اپنی مرضی کے موافق خیال و
گمان میں لاکر طشت از بام پہنچاتے ہیں جس سے عارف کامل نہایت ملول خاطر ہو کر بستی کو خیرباد کہنا پسند
کرتا ہے۔ بقول کسے

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو　　　دشمن جاں ہو نہ کوئی مہرباں کوئی نہ ہو
پڑیئے گر بیمار تو آ کر کوئی پوچھے نہ بات　　　اور اگر مر جایئے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

جب فقیر کا مقولہ اسقدر تنہائی قیام کا ہے کہ جہاں کوئی آدم ہو نہ آدم زاد تو شہرت کیا معنی رکھتی ہے۔
فقیر اپنی گوشہ گزینی میں ہی خوش ہے۔ چہ جائے کہ شہرت کا خواہاں ہو؟

در صحبت برائے خلق بہ بند　　　ہوس فتح باب گر داری
مرا ہر کس کہ بیروں مے کشد از گوشۂ خلوت　　　ستم گار یست کز آغوش یارم مے کشد بیروں
ز چشم خلق نہاں دار گنج عزلت خود را　　　مکن شیرازۂ صحبت کند وحدت خود را
درین زماں کہ عظیم است حلہ صحبت ہا　　　کنار گیر و غنیمت شمار عزلت را
خوش آں آزادہ کز مردم نہاں دارد فقیری را　　　نسازد گوشۂ چشم توقع گوشہ گیری را
بہ توحید خدا ہم چوں الف گویا ست تنہائی　　　دوئی در پایۂ شرکت بے ہمتا ست تنہائی
تا نشوئی دست از دنیا میا در رہ حق　　　در شریعت نیست جائز بے وضو کردن نماز

(۲) سوال۔ فقیر کا دین کیا ہے؟ — جواب۔ کسیکو نہ ستانا۔

(۳) سوال۔ فقیر کا طریقہ کیا ہے؟ — جواب۔ اپنے کو خیر سمجھنا

(۴) سوال۔ فقیر کا آئین کیا ہے؟ — جواب۔ کسی کی طرف داری نہ کرنا

(۵) سوال۔ فقیر کا دستور کیا ہے؟ — جواب۔ جو کہے وہی کرے۔

(۶) سوال۔ فقیر کی عبادت کیا ہے؟ — جواب۔ سب کو نیک صلاح دینی۔ کچھوے کی طرح ہر وقت چوکنا اور ہوشیار۔ کنول کے پتے کی طرح پانی سے الگ۔ ہوا کی طرح پکڑ میں نہ آنے والا۔ اور شیر کیطرح نڈر۔

بادشاہ اور فقیر کا مکالمہ

ایک لنگوٹ بند سادھو چلے جا رہے تھے کہ رستہ میں ایک پیسہ پڑا پایا۔ اِس خیال سے کہ یہ کسی حاجتمند کے کام آئیگا۔ اُٹھا لیا۔ اور حاجتمند کی تلاش کرنے لگے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بادشاہ اپنا لاؤ لشکر لئے کسی دوسرے ملک پر قبضہ کرنے کے لئے جا رہا ہے۔ مہاتما (عارف) نے جب دیکھا تو بھاگتے ہوئے بادشاہ کے پاس گئے۔ اور آپکے ہاتھ پر پیسہ رکھدیا۔ بادشاہ حیران ہوکر پوچھنے لگا۔

بادشاہ۔ ارے تو کون ہے؟ — فقیر۔ شہنشاہ۔

بادشاہ (حیرانی سے) کس سلطنت کا؟ — فقیر۔ تمام دنیا کا۔

بادشاہ۔ ارے بیوقوف تونے مجھے پیسہ کیوں دیا؟ — فقیر۔ غریب اور محتاج دیکھکر۔

بادشاہ۔ نہایت پریشان ہوگیا۔ اور غصہ میں بولا۔ اے نالائق بادشاہوں سے مذاق کرتا ہے۔ کیا موت تو نہیں بلا لائی؟ — فقیر۔ موت تو میرے قبضہ میں ہے۔ بیچاری کی کیا طاقت۔ ہاں نالایق ضرور ہوں۔

بادشاہ۔ جوں جوں فقیر کی عجیب و غریب باتیں سنتا حیران ہوا جا رہا تھا۔ آخر نرمی کے لہجہ میں پھر دریافت کیا کہ سائیں جی میں آپکا معمہ ابھی تک نہیں سمجھا۔ — فقیر۔ رستہ میں جاتے ہوئے میں نے پیسہ پڑا پایا خیال کیا کہ کسی محتاج کو دیدونگا۔ آپکو حاجتمند میں نے سمجھا کہ اپنی بادشاہی پر بھی قناعت نکر کے دوسروں کے

عشق کیا ہے؟ آپنے فرمایا تو آج دیکھے گا۔ کل دیکھے گا۔ پرسوں دیکھے گا۔ یعنی اس روز آپ کو سولی دیگئی۔ دوسرے روز آپکی لاش کو جلایا گیا۔ تیسرے روز خاک کو ہوا میں اڑایا گیا۔

جب آپ کو سولی پر چڑھانے لگے تو لوگوں نے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ آپنے دونوں ہاتھ اوپر اُٹھائے اور قبلہ کی طرف منہ کرکے کہا جو کچھ چاہا۔ پایا۔

سولی پر چڑھانے سے پہلے آپ پر پتھر برسائے گئے۔ مولنا شبلی نے ایک پھول آپ پر دے مارا اُسوقت آپنے ایک آہ کھینچی

لوگوں نے پوچھا کہ اسقدر اصحاب نے آپ پر پتھر برسائے۔ آپ نے زبان سے اُف تک بھی ۔لیکن ذرا سے پھول پر آپنے اسقدر رنج والم کا اظہار کیا۔ اِسکے جواب میں آپنے فرمایا کہ لوگ نہیں جانتے اِس سبب سے لیکن شبلیؒ جانتے ہیں کہ نہیں پھینکنا چاہیئے اسکے باوجود انہوں نے پھینکا۔ جس سے مجھے بیحد تکلیف ہوئی۔

پھانسی دیتے وقت سولی کی سیڑھی پر آپکے ہاتھ کاٹے گئے۔ آپ ہنسے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ہنسنے کا کون مقام ہے۔ آپنے کہا کہ یہ ظاہری ہاتھ کاٹنے تو آسان ہیں۔ اگر آپ میں سے کسی میں ہمت ہو تو ہمارے صفات کے ہاتھوں کو کاٹے۔

پھر آپکے دونوں پاؤں کاٹے گئے۔ اسپر بھی آپ مسکرائے اور سبب پوچھنے پر آپنے کہا کہ میں نے دنیا کا سفر ان پاؤں سے کیا ہے۔ لیکن انکے علاوہ دوسرے قدم بھی رکھتا ہوں۔ جو اب بھی دونوں جہان کا سفر کر سکتے ہیں۔ اگر تم میں قدرت ہے تو ان قدموں کو بھی کاٹ ڈالو۔ آپ اپنے دونوں خون آلودہ ہاتھ منہ پر ملتے تھے جس کے سبب سے آپکی کلائیاں اور سینہ خون سے لتھڑ گیا تھا۔ لوگوں نے آپسے کہا کہ آپ کسلئے ایسا کرتے ہیں۔ آپنے فرمایا کہ میرے جسم سے بہت سا خون بہ گیا ہے۔ پس میرا خیال ہے کہ میرا منہ زرد ہو گیا ہو گا۔ شاید تمہیں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ زردی خوف کے سبب سے ہو۔ اِس واسطے میں خون منہ پر ملتا ہوں کہ تمہاری نظروں میں سرخ دکھائی دوں۔ کیونکہ مردوں کا چہرہ کا اُبٹنا اُن کا خون ہے۔

اِسکے بعد آپ کی آنکھیں نکالی گئیں۔ ناک اور کان بھی کاٹے گئے۔

مغرب کیوقت خلیفہ کا حکم آیا کہ اس کا سر تن سے جدا کردو۔

سر کٹنے کے وقت آپنے قہقہہ مارا۔ اور جان بحق ہو گئے۔

اسکے بعد ہر ایک عضو کو پارا پارا کیا گیا۔ صرف ایک گردن اور پشت باقی رہ گئی۔ لیکن گردن اور پشت

جیل سے دو رات غائب۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جس رات آپ قید ہوئے اُسی وقت لوگوں نے آکر جیل خانہ میں دیکھا۔ کہ آپ بالکل گم تھے۔ جس مکان کے گوشہ میں آپ کو قید کیا گیا تھا۔ اُس کو اور تمام مکان کو چھان مارا۔ آپ کا کہیں پتہ نہ ملا۔ آخرکار لوگ تھک کر چلے گئے۔ دوسری رات کو پھر آپ کو دیکھنے گئے تو انہوں نے دیکھا۔ کہ نہ تو قید خانہ ہے نہ آپ ہیں۔ اِس سے اور زیادہ حیرانی ہوئی۔ تیسری رات آکر لوگوں نے جو دیکھا۔ تو دیکھتے کیا ہیں۔ کہ قید خانہ بھی موجود ہے اور آپ بھی موجود ہیں۔ لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ اول رات آپ کو قید خانہ میں ڈھونڈا۔ آپ کہیں نہ ملے۔ دوسری رات پھر آپ کو ڈھونڈا نہ تو جیل خانہ کا پتہ لگا۔ نہ آپ کا۔ تیسری رات ہم آپ کو بھی دیکھتے ہیں۔ اور جیلخانہ کو بھی۔ اِس راز سے مطلع فرمایئے۔ آپنے جواب دیا کہ ہاں تم سچ کہتے ہو۔ پہلی رات میں حضور میں تھا۔ اور دوسری رات خود حضور یہاں جلوہ گر تھے۔ اِس لئے قید خانہ بھی گم تھا۔ اب مجھے پھر یہاں لائے ہیں۔ فقط شریعت کیواسطے۔ پس آؤ! اپنا کام کرو!!

قید خانہ سے رستہ دیدیا۔ ایک رات قید خانہ میں تین سو آدمی قید تھے۔ آپنے اُن سے کہا کہ اے قیدیو میں تم کو رہا کردوں۔ اُنہوں نے جواب میں کہا کہ آپ ہمکو تو کیا رہا اور آزاد کرینگے۔ پہلے آپ تو رہا اور آزاد ہوجایئے۔ آپنے اُسکے جواب میں کہا کہ مَیں خداوندکی قید میں ہوں۔ اور شریعت کا لحاظ رکھتا ہوں۔ اگر چاہوں تو ایک اشارہ سے یہ سب طوق اور بیڑیاں توڑ ڈالوں۔ اِسکے بعد آپنے اُنگلی کا اشارہ کیا۔ اشارہ کے ساتھ ہی اُنکی سب بیڑیاں ٹوٹ گئیں۔

اِسکے بعد اُن قیدیوں نے کہا کہ ہم اب کدھر جائیں۔ کیونکہ دروازہ تو بند ہے۔ آپنے ایک اور اشارہ کیا تو چاروں طرف کھڑکیاں نظر آنے لگیں۔ پھر آپنے فرمایا لو اب چلے جاؤ۔ قیدیوں نے کہا کہ آپ نہیں چلتے۔ آپنے اِس کا جواب یہ دیا کہ ایک ایسا راز ہے کہ بغیر سولی چڑھے اس کا حل ہونا ممکن نہیں۔
حکام نے صبح آکر دیکھا تو کسی قیدی کا پتہ نہ لگا۔ جب یہ خبر خلیفۂ وقت کو پہنچی تو حکم دیا کہ اُنہیں تین سو دُرے مارکر فوراً قتل کر ڈالو۔

ملازمان نے آپ کو جیل سے نکالا۔ اور کوڑے مارنے کے بعد آپ کو سولی پر لے گئے۔ اس وقت ایک لاکھ آدمی جمع تھے آپ سب کی طرف دیکھتے تھے اور کہتے تھے۔ حق۔ حق۔ حق۔ اناالحق۔
ایک درویش لوگوں کی جماعت کو چیرتا ہوا آپکے سامنے آیا اور اُسنے آپ سے دریافت کیا۔

چار سو آدمیوں نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ آپ کی اس کرامت سے سب لوگ حیران ہو گئے۔

اسی سفر میں ساتھیوں نے آپ سے کہا کہ حضرت خواجہ دل چاہتا ہے کہ ہم تازہ کھجوریں کھائیں۔ آپ اسی وقت کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ جس طرح خرمے کے درخت کو جھاڑتے ہیں۔ اس طرح مجھ کو جھاڑو۔ لوگوں نے آپ کے جسم کو ہلانا شروع کیا کہ تڑا تڑ کھجوریں گرنی شروع ہو گئیں۔ کچھ لوگوں نے کہا کہ حضرت ہمارا دل تو انجیریں کھانے کو چاہتا ہے۔ آپ نے ہاتھ پھیلایا۔ آپکے ہاتھ میں ایک طباق آگیا جو انجیروں سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ آپ نے وہ طباق انکے آگے رکھدیا۔

سب سے دلچسپ واقعہ حلوائے طباق کا ہے۔ کچھ لوگ حلوائے گرم کے خواستگار ہوئے۔ آپنے اسی طرح ہاتھ پھیلایا۔ اور گرم حلوے کا طباق اُنکے سامنے رکھدیا۔ جب لوگوں نے اس طباق کے حلوے کو کھایا۔ تو سب آپ سے کہنے لگے۔ حضرت ایسا حلوا تو بغداد کے باب الطاقہ میں بنتا ہے۔ آپنے جواب میں فرمایا کہ میرے نزدیک باب الطاقہ۔ بغداد۔ اور جنگل سب برابر ہیں۔

اس سلسلہ میں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اُسی وقت بغداد کے حلوائی کا گرم طباق غائب ہو گیا۔ اُسنے وہ تاریخ لکھ لی۔ چند روز بعد جب آپ کا قافلہ بغداد میں آگیا۔ تو وہ طباق آپکے ہمراہیوں کے پاس اُس حلوائی نے دیکھا۔ اس نے اِن سے پوچھا۔ آپکے پاس یہ طباق کہاں سے آیا۔ اُنہوں نے کل حال معہ تاریخ کے بیان کردیا۔ حلوائی نے جب طباق کے گم ہونے کی تاریخ دیکھی تو واقعی وہی روز تھا۔ حلوائی پر آپ کی اس کرامت کا بہت اثر ہوا۔ اور وہ آپ کا مرید ہو گیا۔ اَنَا الحق کا نعرہ۔ آپ خدا تعالیٰ کی یاد میں اسقدر مشغول ہوئے کہ اپنی ہستی کو بھی بھول گئے تھے۔ اُنہیں اپنی اور خدا کے درمیان کوئی تفاوت نظر نہیں آتی تھی۔ وہ حق حق۔ حق۔ اناالحق کا نعرہ لگاتے تھے۔ یعنی میں خدا ہوں۔ آپکے اِس نعرہ کے خلاف متعصب مسلمان بڑے جوش میں آئے۔ اور آپ پر جادوگر اور کفر کا فتویٰ لگایا گیا۔ لیکن آپنے اِسکی شمہ بھر بھی پرواہ نکی۔ اور اپنے حال میں مست رہے۔ علماء وقت کی مخالفت آپ کو بڑی مہنگی پڑی۔ انہوں نے خلیفہ وقت کے کان بھرنے شروع کئے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خلیفہ کے حکم سے آپ ایک سال قید خانہ میں رہے۔

اس عرصہ میں لوگ برابر آتے جاتے تھے۔ اور آپ سے دقیق مسائل دریافت کرتے تھے۔ اُنہیں مزید تنگ کرنے کے لئے خلیفہ کا حکم ہو گیا کہ کوئی آپکے پاس نہ جائے۔ چنانچہ پانچ ہفتہ تک کوئی آدمی آپکے پاس نہیں گیا۔ آپ پر زور ڈالا گیا کہ آپ معافی مانگ لیں۔ لیکن آپنے کہا کہ میں معافی مانگنے کے لئے پیدا ہی نہیں ہوا

کے مانند ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ خزانے کی تلاش کرتا ہے۔ وہی گوہر مقصود کو پاتا ہے۔

صفت میں مرتا ہے انساں اِن خزانوں کے لئے ۔۔۔ خوبصورت خوشنما پتھر کے دانوں کے لئے
وے سہا ہے وہ ہر دم کو کتنا بڑا اندھیر ہے ۔۔۔ شیر ہو کر حرص کے گیدڑ کے آگے ڈھیر ہے

عارفِ کامل حضرت شاہ منصورؒ

برہم گیانی بن جانا آسان ہے مگر عامل ہونا مشکل ہے۔ آفریں ہے اُن اشخاص پر جو جسم و جان کی پرواہ نہ کرکے ثابت قدم رہے۔ عارفوں میں بہت سے اشخاص ہوئے ہیں مگر اس وقت میرا مطلب حضرت شاہ منصور سے ہے کہ عشقِ حقیقی کے سودائی اوائل عمر میں ہوئے ہیں۔ یعنی اٹھارہ سال کی عمر سے ہی آپکے دل میں عشقِ الٰہی موجزن ہوا۔ اور زمانہ کے بزرگوں اور عالموں کی تلاش شروع کی۔ حضرت جنید بغدادی نے آپ کو خلوت اور سکوت کی تعلیم دی۔ کچھ عرصہ آپ اُنکی صحبت میں رہے۔ اسکے بعد پھر حجاز کا سفر کیا اور ایک سال تک وہاں مجاور رہے۔

ایک خوفناک پیشگوئی۔ بعدازاں آپ جماعت صوفیان کے ہمراہ بغداد میں رونق بخش ہوئے اور آپنے اس موقعہ پر اپنے استاد حضرت جنید سے ایک مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے اِس مسئلہ کے متعلق جواب نہ دیا۔ صرف اتنا کہا کہ تو لکڑی کا سر بہت جلد سرخ کریگا۔ اِس کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب تھا کہ تو عنقریب سُولی پر چڑھایا جائے گا۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ کی پیشگوئی حرف بہ حرف پوری ہو کر رہی۔

جب حضرت کو اپنے مسئلہ کا جواب نہ ملا تو آپکو اس سے سخت ملال ہوا۔ اور آپ اپنی بیوی کو بغیر اجازت حضرت "جنید" ہمراہ لیکر "طشتر" تشریف لے گئے۔ اور وہاں ایک سال تک قیام کیا۔ آپکی بزرگی کشف و کرامات کو دیکھ کر بہت سے لوگ آپکے معتقد ہو گئے۔ اور آپ کی خدمت میں مصروف ہوئے

کشف و کرامات۔ آپکے کشف و کرامات کے متعلق بہت سی روایتیں مشہور ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ چار سو صوفیوں کے ہمراہ جنگل میں سفر کر رہے تھے۔ ایسا اتفاق ہوا کہ چند روز کھانے پینے کو میسر نہ آیا سب لوگ بھوک سے مجبور ہوئے تو انہوں نے آپ سے یہ گذارش کی کہ ہمارا دل چاہتا ہے کہ بھنی ہوئی سری کھائیں آپنے سب کو حکم دیا کہ قطار در قطار بیٹھ جائیں۔ بعدازاں آپ ہر ایک کے پاس گئے آپ پیچھے ہاتھ کرتے تھے اور ہر ایک کے سامنے دو روٹیاں اور [illegible] بھنی ہوئی سری رکھ دیتے تھے۔ اس طرح

مشتعلی ضرور کوئی چمتکار تھا۔ یا تو وہ آپ تھا۔ یا کوئی اُس کا سیوا بردار تھا۔ بالک کی تلاش کو نکلے۔ اب
وہ بالک کہاں۔ کام کیا اور چلتے بنے ؎

چلے آئے کہ اپنے بھگت کو رستہ دکھاتا تھا ٹھہرتے وہ کہاں سوچ کا بھی دیپک جلاتا تھا

پریم بدھ کہتا کیرتن کے بڑے شیدائی تھے۔ لوگ بھی اُنکے بڑے اُتو پائی تھے۔ کتھا رنگ جماتے
تو مرد عورت جوق در جوق پروانوں کی طرح پریم کی شمع پر آکر منڈلاتے۔ چمگادڑ کو روشنی سے عداوت ہے
پاپی کے دل میں ہمیشہ دہرم کی بغاوت ہے۔ کسی چغلخور نے بادشاہ کے پاس چغلی کھائی کہ پریم بدھ کتھا
کے بہانے راگ رنگ کی محفل جماتا ہے۔ عورتوں کو بہکا کر لے جاتا ہے۔ بادشاہ کے ہاں بھگت کی طلبی
ہوئی۔ ایک طرف پاپیوں کا ہجوم۔ دوسری طرف اکیلا معصوم۔ عذرداری کا کیا اُٹھے۔ بادشاہ سلامت
بھی غصہ میں تلملا اُٹھے۔ دشٹوں کے عذر کو پسند کیا۔ پریم بدھ کو نظر بند کیا۔

درد انگیز اور چھیک ہے کہانی دھرم کی پاپیوں کے ہاتھ سے ہوتی ہے ہانی دہرم کی
پاپ کی سیوا کا پھل میٹھا ہے پاپی کے لئے اور ہے کشٹوں کا کارن پاسبانی دہرم کی

رات کو بھگوت نے بھیانک روپ دھارن کر خواب میں بادشاہ کو درشن دیا۔ اور کہا کہ تو چین سے سوتا
ہے۔ یہاں مارے پیاس کے زبان پر چھالے ہیں۔ دل و جگر پر بھالے ہیں۔ بادشاہ نے جواب دیا۔
آبدار خانے سے جتنا جی چاہے پی لو۔ پیٹ بھر کر نوش کر لو۔ بھگوت کو کرودھ آیا۔ اور ایک لات جڑ دی
کمبخت وہ ناپاک پانی ہم کو پلاتا ہے۔ ہمارے پلاؤ کو بندھن میں ڈالدیا۔ آپ لمبی تانے بلند کے جشن
اُڑاتا ہے ؎

انصاف کا یہی کیا تو نے ہے عہد پالا جو بھگت تھا ہمارا اُس کو بلا میں ڈالا

بادشاہ کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً قید خانہ میں گیا۔ پریم بدھ کے پاؤں پکڑے۔ معافی مانگی۔ کہا میں نے غلطی
کی۔ بھگت کو عذاب دیا۔ بھگونت کو ناراض کیا۔ جاؤ جلدی تشریف لیجاؤ۔ پیاسوں کی پیاس بجھانے والا
پانی کو ترستا ہے۔ واقعی بھگوان بھگتوں کی رکھشا کے لئے ذرہ ذرہ میں بستا ہے۔

کس کا دکھ ہے اور کسے لالے پڑے ہیں جان کے بھگت کو کانٹا چبھا اور درد اُٹھا بھگوان کو

بادشاہ نے تحفے تحائف دینے کی کوشش کی۔ وہاں بھگتی کے رستہ جاننے والے فقیری کے تخت کے
بادشاہ دونوں جہان کو ٹھوکر مار بیٹھتے تھے۔ شاہی زر کو ہاتھ نہ لگایا۔ واقعی عارف لوگ کھنڈروں میں خزانوں

غمی کو جو خوشی اور موت کو جینا سمجھتے ہیں   وہ زرداروں کی دنیائے دنی کو کیا سمجھتے ہیں

ایک پریم ندھ نامی شخص تھا۔ اور ہری بھجن کا متوالا تھا۔ سچائی ڈھونڈنے والا تھا۔ نام کا فقیر تھا۔ لیکن دنیا داری میں بے نظیر تھا۔ شانت مزاج اور گمبھیر تھا۔ نت نیم بھی معقول تھا۔ صبح سویرے منہ اندھیرے جمنا جی سے گھڑا بھر لاتا۔ اور اپنے اشٹ دیو کو نہلا کر پوجا پاٹ میں مصروف ہو جاتا تھا۔

تعلق سب سے توڑا اور لی دھر سے آشنائی کی   صرف خواہش تھی دنیا میں فقیری اور گدائی کی

ایک روز برسات کی وجہ سے کیچڑ بہت تھی۔ جہاں کیا طلوعِ آفتاب سے پہلے جمنا جی پر جانے میں تو گر پڑنے کا ڈر ہے اور طلوعِ آفتاب کے بعد جائیں گے۔ تو جل کے سپرس سے ناپاک ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ چلو جو سر پر آپڑی جھیلیں گے۔ کیچڑ میں گر پڑے تو جان پر کھیلیں گے۔ نت نیم کا چھوڑنا پریمی کی توہین ہے۔ سکھ دکھ بھگوان کی اچھا کے آدھین ہے ؎

جو پریمی ہیں وہ قدرت کی بلاؤں سے نہیں ڈرتے   جو ہیں عارف جفاکش وہ جفاؤں سے نہیں ڈرتے

مصیبت کے مقابل بھی وہ سیدھے تیر جاتے ہیں   وہ آدھی رات کو دریا کی چھاتی چیر جاتے ہیں

بر توکل گھر سے چل پڑے۔ بھگوان اپنے پریمیوں کی دردشا کہاں دیکھ سکتے ہیں۔ اس اٹل شردھا اور وشواش سے خوش ہو کر بھگوان ترلوکی ناتھ نے بھگت کی رکھشا کے لئے مشعلچی کا سوانگ بھرا۔

وہ دیکھے بھگت کو دکھ میں تو پھر بیٹھا نہیں رہتا   وہ رستہ اور کی امداد کا تکتا نہیں رہتا

سنگھاسن چھوڑ کر اپنا وہ ننگے پیر آتا ہے   چھیر ساگر کو کشتی کے بنا وہ تیر آتا ہے

پریم ندھ جی نے دیکھا۔ ایک خوبصورت بالک ماہ و مہری روپ سے مشعل اٹھائے آگے آگے جاتا ہے (واہ بھگتوں کے درد کا اتنا خیال) سارے کام چھوڑ چھاڑ کر مشعلچی بن گئے۔ خیر یہ تو کوئی ایسا ویسا کام نہیں۔ بھگت وتسل بھگتوں کے لئے کیا نہیں کرتا۔

کبھی مزدور بن کر بھار بھگتوں کے اٹھاتا ہے   کبھی بنتا ہے نائی پیر دشٹوں کے دباتا ہے

وہ بھگتوں کے لئے دنیا میں لاکھوں روپ بھرتا ہے   نہیں جو کام کرنے کے انہیں بھی آپ کرتا ہے

پہلے تو بھگت کو مغالطے میں رکھا۔ پریم ندھ نے سمجھا۔ کوئی نوکر مالک کو چھوڑ گھر آتا ہوگا۔ یا چودھا ہو شیوالے کے کھولنے کو جاتا ہوگا۔ خیر مشعلچی نے پریم ندھ کو جمنا گھاٹ پر پہنچایا۔ پھر لوٹ کر بھی ساتھ آیا۔ پریم ندھ نے گھڑا سر سے اتارا۔ تو محبت کے جذبہ نے جوش مارا۔ عجب ماہ و مہری صورت کا خیال آیا۔ سوچا پوچھ تو لوں۔

بھگوان کپل کیلا کر بیٹھے کہ بس نارد جی تم میرے بھگت بنتے ہو۔ اتنا کام بھی نہ ہو سکا۔ میں بتاؤں کون سا سچا بھگت ہے۔ وہ جو دنیا میں رہتے ہوئے اور دنیوی کام کرتا ہوا مجھے نہیں بھولتا۔ جیسا حال خود دیکھ آئے تھے نارد جی آرتے بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے

راجہ بھرتری کا گیان

شاعرانِ نکتہ رس اِس بات سے واقف نہیں ۔۔۔ نازنینانِ جہاں کو کہتے ہیں ابلا کہیں
ان کو بھی دھرم سے اپنے پتت جس نے کیا ۔۔۔ ہم اُسے ابلا کہیں کس طرح پھر سوچو ذرا
شمع پر گر جلے اک پروانہ آکر بے تمیز ۔۔۔ کیونکہ وہ واقف نہیں یہ ہے جلا دینے کی چیز
گوشت کانٹے کا نگل جاتی ہے مچھلی بھی کبھی ۔۔۔ جانتی وہ بھی نہیں ہے یہ کہ میں مر جاؤنگی
ہو گئے ہیں پھر بھی ہم سنسار کے وشیوں کو خوب ۔۔۔ ہم پہ روشن گرچہ اچھی طرح ہیں اُنکے عیوب
ہے کوئی ایسا کہ جس نے خلق کو پیدا کیا ۔۔۔ اور حفاظت میں کسی نے اسکی ہے حصہ لیا
اور کوئی ایسا بھی اس سنسار میں پیدا ہوا ۔۔۔ جس نے اسکو فتح کر کے دوسروں کو دیدیا
ہیں کوئی ایسے بھی جو چودہ بھون ہیں پالتے ۔۔۔ پرورش کرتے ہیں جو دنیا کی دل اور جان سے
اور یہاں ہم ہو کے مالک ایک چھوٹے گاؤں کے ۔۔۔ کس قدر مغرور ہو جاتے ہیں مغرور ہمکو دیکھئے
وصل ہیں جسکے کہ از خود رفتگی موجود ہو ۔۔۔ اور جسکی یاد میں آرام بھی موجود ہو
اور بے چینی بھی جسکی دید میں ہو بیگمان ۔۔۔ ہے تعجب ایسی عورت کو کہیں جانِ جہاں
اِن سے بڑھ کر ہو نہیں سکتا کبھی آب بقا ۔۔۔ چشمۂ زہر ہلاہل بھی نہیں اِن سے سوا
نوشدارو سے یہ بہتر ہیں اگر الفت کریں ۔۔۔ اور اگر ناراض ہوں تو زہر سے بدتر ہیں
جیسے گنگا سورگ سے شیوجی کے مستک پر گری ۔۔۔ اور وہاں سے کوہ پر پھر آ زمین پر گر پڑی
پھر زمین سے رفتہ رفتہ جا سمندر میں ملی ۔۔۔ گرتا جاتا ہے سدا اس طرح جاہل آدمی۔

بھگت پریم ندھہ

اُنہیں پرواہ کسی کی ہے جو دنیا چھوڑ بیٹھے ہیں ۔۔۔ وہ سکھ ہو یا کہ دُکھ دونوں سے رشتہ توڑ بیٹھے ہیں

ایک گھنٹہ کے بعد نارد منی ایک صاف ستھرے کمرے میں براجمان تھے۔ اُن کے آگے چمکتے ہوئے برتنوں میں دودھ۔ مکھن۔ پھل وغیرہ افراط سے رکھے ہوئے تھے اور چمار دست بستہ پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔

نارد منی کی واپسی پر بھگوان نے مہرشی کا خیر مقدم کیا اور کہا کہ "دیکھ آئے میرے بھگت کو؟"

نارد منی نے منہ بسور کر کہا۔ واہ کس کو آپ نے سچے بھگت کا خطاب دے رکھا ہے!

بھگوان نے کہا۔ مہرشی کیا اس میں کوئی بات نہیں دیکھی؟

نارد منی نے کہا جی! پرانی لکیر کا پیٹنا۔ شام تک جوتے سیتا رہا۔ ہاں میری خاطر خوب کی اس میں شک نہیں۔ مگر آپ کا نام تک نہیں لیا۔ میں نے یہی دیکھا کہ شام ہونے پر بھی لگا رہا۔ بازار سے لکڑی لا کر چمارن کو دی۔ اور وہ کھانا بنانے لگی۔ اور یہ ادھر ادھر کے چھوٹے موٹے کام کرنے لگا۔ اتنا خیال بھی تو نہ کیا کہ مہمان کو تمام سامان مہیا کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ اُس سے باتیں کرنا۔ دلجوئی کرنا بھی مہمان نوازی میں شامل ہے۔ ہاں تو جب سب کام ختم ہو چکا۔ بچے کھا پی کر سو گئے۔ چمار مجھے پوچھنے آیا۔ میں اُس وقت پھل۔ دودھ۔ کھا پی چکا تھا۔ مجھے ترپت (سیر) ہو کر۔ کھا پی کر لیٹے ہوئے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ پھر معافی مانگ کر خود کھانے گیا۔ اس کے پندرہ بیس منٹ بعد وہ پھر میرے پاس آیا۔ وہ گھڑی بھر ہی کو بیٹھا رہا۔ میں نے اُس سے کئی سوال کئے۔ اُس کا ایک جواب بھی مجھے "سچا بھگت" ہونے کا ثبوت نہ دیتا تھا۔

بھگوان نے پھر پوچھا کہ میرا نام اُس نے ایک دفعہ بھی نہیں لیا؟

مہرشی نارد۔ ہاں اب یاد آئی۔ سوتے وقت بستر پر لیٹے لیٹے اتنا ضرور اُس کو میں نے کہتے سُنا۔ "جے بھگوان" تیرا کام تیرے ساتھ۔ میرا میرے ساتھ" پھر خراٹے لینے لگا۔

بات کو ٹال کر بھگوان نے نارد سے کہا۔ ایک کام ہے۔ کیا کر سکتے ہو؟

مہرشی نارد۔ جی حکم! بھگوان۔ میرے لئے ایک برتن میں دودھ لاؤ۔ برتن دودھ سے لبالب ہو اور زمین پر ایک بوند نہ گرنے پائے ورنہ میں نہیں پیوں گا۔

مہرشی نارد۔ ابھی لیجئے۔

دودھ کا برتن ہاتھ میں تھا۔ لبالب بھرا ہوا۔ نارد منی کی آنکھیں برتن پر جمی ہوئی تھیں۔ پاؤں آہستہ آہستہ اُٹھاتا تھا مگر جب بھگوان کے قریب آئے تو ایسی ٹھوکر لگی سارا دودھ زمین پر گر کر جذب ہو گیا۔

پسوڑ ڈالیں تھیں کہ آیندہ ایسی غلطی نہ ہونے پائے۔
سورداس بھگوان کرشن کے پورے بھگت تھے۔ اور انکا تمام کلام بھگوان کرشن کی حمد وستائش سے بھرا ہوا ہے۔ اس کا نقطہ نقطہ اِس بات کا گواہ ہے کہ اُنکی بھگتی کتنی اونچی اور سچی تھی۔ کہتے ہیں کہ ایک موقعہ پر بھگوان کرشن نے سورداس کو درشن دیئے۔ سورداس نے اُنکا بازو پکڑ لیا۔ مگر بھگوان کرشن نے جھٹکا دیکر اپنا بازو چھڑا لیا۔ اِس پر سورداس نے یہ دوہا کہا۔ ؎

ہاتھ چھڑائے جات ہو۔ نبل جان کے موہ ہردے میں سے جاؤ تو مرد بدونگو توہ

مطلب ہے۔ تم مجھے کمزور سمجھ کر بازو چھڑا کر تو چلے گئے۔ لیکن میں تمہیں مرد اُس وقت کہوں گا جب تم میرے ہردے سے نکل جاؤ۔
شورداس کا مجموعۂ کلام "سورساگر" کے نام سے مشہور ہے۔ جو تقریباً بارہ ہزار چھوٹی بڑی نظموں پر مشتمل ہے۔ اِن نظموں کو مذہبی اصطلاح میں "پد" کہتے ہیں۔ انکا کلام خاص "برج بھاکھا" ہے۔ اور بلحاظ حقیقت نہایت اعلیٰ ہے۔ لیکن تاہم نہایت سادہ ہے +

بھگت منوچمار

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ نارد نے بھگوان سے سوال کیا کہ آپ کا سچا اور پیارا بھگت کون ہے؟
بھگوان نے جواب دیا کہ منوچمار۔ نارد منی نے کہا۔ اُس میں ایسی کیا خوبی ہے؟
بھگوان نے جواب دیا۔ خود ہی جا کر دیکھ لو۔
دوسرے دن نارد منی دوارکا کے نزدیک ایک گاؤں میں منوچمار کے دروازے پر آکر کھڑے تھے "منوچمار یہیں رہتا ہے"۔ اُنکے سوال کا جواب منوچمار نے خوب دیا۔ منوچمار سوئی کی نوک سے چمڑے میں چھید کر رہا تھا۔ نارد منی نے کہا منو شام ہونے والی ہے۔ اب میں اِس وقت کہاں جاؤنگا۔ اگر کچھ انتظام کر دو تو رات کاٹکر صبح چل دونگا۔
منوچمار کا چہرہ ایسے کلمات سنکر چمک اٹھا۔ تاگا۔ سوئی۔ چمڑا زمین پر پٹخ اُٹھ کھڑا ہوا اور کہا کہ "دھن بھاگ مہارشی آج میری کٹیا میں پاؤں کی دھول دینگے"۔
وہ دوڑا دوڑا گیا۔ چمارن کو کہا۔ تھے کی ماں تیری تقدیر جاگ گئی۔ بھگوان ہمارے گھر آئے ہیں

کوی مالا

سورداس کے سب تھے جو کوی مہان (۱) اُن سب سے بڑھ کر سنے انہیں کرت ستان
اوُلی رام - اکبر - اگر - درشن کوی - کرنیش (۲) چتر - بہاری - گوشپ کوی - وین آنند - امریش
آسکرن - اجیبس آر - قادر - کیشوداس (۳) تودر - گوبند - جیت کوی - چرن - چتر بھجداس
جیون - کیشو - تاج کوی - ہولرائے - کوی کھیم (۴) جودھا - جیتی - چند سکھی - کرشن داس - گومی حسیم
امرت - خانخاناں - جگن - اوتھو رام - کمان (۵) جمال الدین - جگت نند کوی - گوبند داس - جمال
جمال دین - کلیان کوی - فیضی - برہم - بھیم (۶) انیھے رام - پرسدھ کوی - وٹھل - وپل - رحیم
امر سنگھ - گھنشام ہوں - ویلد - نروتم داس (۷) چیت - چند - گووند بھیٹ - سوکوی - ودیا داس
ہری داس - ہری ناتھ لوکی - مان رائے - رگھو ناتھ (۸) سلر گنیش - کبیرار - بھلاور - کوی ناتھ
دامودر - ولدار کوی - دولت - ناگرداس (۹) نند - ہت ہری - ونس کوی - سین - نرائن داس
چیت سوامی - بھگوت رسیک - چتر بہاری لال (۱۰) مصر واوہر - مان سنگھ - لدمن - موتی لال
پتانر بخش - اندرجیت - پرتھوی راج کو جان (۱۱) لچھمی نارائن - ہری - بلی بھدر - کومان
وٹھل ناتھ - وشوناتھ کوی - پرم ناتھ - پردھن (۱۲) بھگوانداس - منوہرا - پرمانند - نوبن
نانک چند - نہال کوی - مکند - مبارک - ویر (۱۳) دیو - دنیش - دان کوی - تے ہی - توشی - ویر
شری پتی - جدیپ - بھگتی میں ہوں - نہ کچھ سکھات (۱۴) تا پی کوی تان میں کہاں سمنا کچھ نہ لکھات
ودیاپتی - آوک کوی ان جتنے بھے سجان (۱۵) کاویہ لاویں شور سم - تلسی ایک پرمان

(نوٹ (۱۰۸) پرانی اونچی چوٹی کے کوی - بینے شاعروں کے نام ہ

بھگت سورداس جی

سورداس ایک الیشور پریمی اور ہندی شاعر ہوا ہے جسکے نام سے سبھی واقف ہیں سورہ آنکھوں سے لاچار تھے۔ بعض روایت اس طرح بھی کرتے ہیں کہ پیدائشی اندھے تھے۔ کسی کا مقولہ ہے کہ وہ عالم شباب میں کسی عورت پر عاشق ہو گئے تھے۔ اور اپنے کو اُس کے جال میں پھنسا دیکھ کر سوچ لیکر اپنی آنکھیں

مکت آنند کامنی کنک کلنک (۸۵) اِن سے ہٹ پھر ہو نہ شنک
مکت آنند سب ایشور کے لال (۸۶) خوش ہو ملیں باہیں گل ڈال
مکت آنند سب میں صاحب تیرا (۸۷) گھٹ گھٹ میں کیا ہے ڈیرا
مکت آنند بات مکت کی سن لے (۸۸) گیان دھیان دونوں تو چُن لے
مکت آنند سب سے میٹھا بول (۸۹) بات یہی پوری انمول
مکت آنند جھوٹی باتیں چھوڑ (۹۰) سب دھرموں کا یہی نچوڑ
مکت آنند جب ترشنا تج دیوے (۹۱) نام سُرگ کا پھر کیوں لیوے
مکت آنند بولو مکھ سے سانچ (۹۲) پھر تو بید دھرک نگا ناچ
مکت آنند تو ہی، سب کی سہہ لے (۹۳) جی چاہے جو کوئی بولے
مکت آنند گھٹ میں دھارو نام (۹۴) سرب میں دیکھو بھگوان
مکت آنند برہم گیانی ناتھ کا ناتھ (۹۵) برہم گیانی کا سب اوپر ہاتھ
مکت آنند سب سے میٹھا بول (۹۶) تیرا کیا لگے کا مول
مکت آنند یہ جگت ہے سپنا (۹۷) اِس دلدل میں نہیں پھنسنا
مکت آنند سیوا کرو گروؤں کی (۹۸) تیری کایا کریں اروگی
مکت آنند من کو مارو (۹۹) اور آتم تتو بچارو
مکت آنند چلنے کی اب باری (۱۰۰) چھوڑو دُنیا کی یاری
مکت آنند کی انہد باقی (۱۰۱) جو سُن پائے ہوئے گیانی
مکت آنند لالوں کا لال (۱۰۲) جا کے پاس نہ آوے کال
مکت آنند ہوا ہے گیانی (۱۰۳) گورو گوبند جیوں کی سُن پانی
مکت آنند ہوا سنیاسی (۱۰۴) سوامی کرشناں چاریہ برہم نشٹھ ابناشی
مکت آنند چڑھاؤ رنگ (۱۰۵) جو دیکھے ہو جاوے دنگ
مکت آنند سب کا پیارا (۱۰۶) جو رکھتا ایشور کا ہے سہارا
مکت آنند بھجن کرو دن رین (۱۰۷) تم پاؤ گے سکھ اور چین

مکت آنند لال کا دھیان

[illegible] کا گیان

مکت آنند آتم گیانی پہکڑ	(۶۲)	ہیٹے چوراسی کا چکر
مکت آنند آتم گیانی سول	(۶۳)	بچن سنا کر میٹیں بھول
مکت آنند آتم گیانی برلا	(۶۴)	بن آتم گیانی سب کا البہ
مکت آنند آتم گیانی سے کر پیار	(۶۵)	ہردم سنو بات دو چار
مکت آنند آتم گیانی پر قربان	(۶۶)	خوش ہو پد دیوے نربان
مکت آنند تو چل سیدھی چال	(۶۷)	چھل فریب مت کر کوئی چال
مکت آنند کیوں ہوتا مغرور	(۶۸)	سب کو مرنا ہے بالضرور
مکت آنند کہیں شخب ہوئی	(۶۹)	سب سے بڑی خوشی یہ ہوئے
مکت آنند تر شنا کر ایک گھاٹ	(۷۰)	پھر سب کوئی سنتا بات
مکت آنند جو بن جاویں سنت	(۷۱)	سکھ ہوگیں بڑا انت
مکت آنند جب ہووے نشکام	(۷۲)	پھر تو تو ہی تیرا ہے رام
مکت آنند سانچ بول کر کھاؤ	(۷۳)	سرگ لوک کو سیدھے جاؤ
مکت آنند من کو کرو پونیت	(۷۴)	جیسا شتر ویسا میت
مکت آنند مرنے کو رہو طیار	(۷۵)	دیہہ ہووے اخر کو چھار
مکت آنند کال گھٹا کا گھیرا	(۷۶)	کیوں کرتا پھرے میرا تیرا
مکت آنند کہیں کس سے توجدا	(۷۷)	وید پکاریں تو خود خدا
مکت آنند سب تیرا سنکلپ	(۷۸)	اس میں مت کر ذرا بکلپ
مکت آنند تو ہے اج انباشی	(۷۹)	تیرے کہت میں تیرتھ کاشی
مکت آنند تو مانے ہے کیوں نیارا	(۸۰)	پرکاشی تو ہی ربی اور چندا
مکت آنند آنکھ بند کر لکھو	(۸۱)	انتر میں آتم سکھ چکھو
مکت آنند سب کو ہے مرنا جانا	(۸۲)	نا بچے کوئی راجہ رانا
مکت آنند کیوں کرتا ہے بیر	(۸۳)	چند دنا جگ کی ہے سیر
مکت آنند کام نہ پورا ہوئے	(۸۴)	چاہے مرنے تک بوجھا ڈھوئے

مکت آنند تیرا توہی سہا تک (۳۹) توہی دُکھ اور سُکھ کا دا ایک
مکت آنند آتم گیانی دیو (۴۰) کیوں کرتا ہے دوجے کی سیو
مکت آنند آتم گیانی سنت (۴۱) باقی جھوٹے پھریں مہنت
مکت آنند آتم گیانی پاک (۴۲) ویدتل ہیں تا کے واک
مکت آنند آتم گیانی رام (۴۳) پوجیں چرن ہوئے نشکام
مکت آنند آتم گیانی سادھ (۴۴) اُنکو ہیں نت نت آرادھ
مکت آنند آتم گیانی گیانی (۴۵) باقی جگ میں سب اگیانی
مکت آنند آتم گیانی بھلا (۴۶) جن پوجا سو پھولا پھلا
مکت آنند آتم گیانی کوئے (۴۷) ویئے باسنا دل سے کھوئے
مکت آنند آتم گیانی سچا (۴۸) وہ جانت سب کا سب کچا
مکت آنند آتم گیانی پنڈت (۴۹) اور پھریں باقی سب کھنڈت
مکت آنند آتم گیانی سودھرم (۵۰) اور دھرم جانو سب بھرم
مکت آنند آتم گیانی یکا (۵۱) اُسی جگہ میں متھرا اور مکہ
مکت آنند آتم گیانی جاگ (۵۲) سپن سشپتی میں نہیں بھاگ
مکت آنند آتم گیانی ست (۵۳) چھن میں کردیویں سُکھ است
مکت آنند آتم گیانی دھنی (۵۴) پورن ہو کے بیٹھا غنی
مکت آنند جھگڑے میں مت پڑے (۵۵) گالی شنکر بھی مت لڑے
مکت آنند بک بک کیوں نہیں چھوڑے (۵۶) دنیا سے مکھ کیوں نہیں موڑے
مکت آنند درلبھ مانس دیہہ (۵۷) بھجن کرو سب سے نج نیہہ
مکت آنند کونیں میں لاؤ (۵۸) پھر بے حد سُکھ تم پاؤ
مکت آنند آتم گیانی پوجو (۵۹) اور نہ کوئی جگ میں دوجو
مکت آنند آتم گیانی دھن (۶۰) اُن کے مکھ میں ڈالو ان
مکت آنند آتم گیانی سار (۶۱) سب کا کرتے پھریں اودھار

مکت آنند کر لے من چنگا (۱۶) تیرے گھٹ میں بسے گنگا
مکت آنند غربا کو سکھ دیتا (۱۷) کتھا بھاگوت کی یہ بینا
مکت آنند کہیں سنو تم بابا (۱۸) خبر نہیں کل کی مت کرو عوی
مکت آنند آتم گیانی ٹھیک (۱۹) جگت سمجھ یا کے نزدیک
مکت آنند آتم گیانی پاؤ (۲۰) دوڑ دوڑ تیرتھ مت جاؤ
مکت آنند آتم گیانی داتا (۲۱) پورے سکھ کی راہ بتاتا
مکت آنند آتم گیانی بانکا (۲۲) جانو نا کوئی کون کہاں کا
مکت آنند آتم گیانی واہ (۲۳) دور کرے دنیا کی واہ
مکت آنند آتم گیانی ایسا (۲۴) پورن کریں آپ میں جیسا
مکت آنند آتم گیانی جہان (۲۵) سب تیرتھ کا پھل ہے تھان
مکت آنند آتم گیانی پیارا (۲۶) برہم لوک سکھ اس پہ وارا
مکت آنند سب ہی چاہیں یار (۲۷) برہم آتم کا کر دیدار
مکت آنند تیری لیلا جتید (۲۸) جان سکے نا جیو معتقد
مکت آنند سب میں پورن جوت (۲۹) سمجھ وار کو طنا بر ہوت
مکت آنند جب آپا پہچانے (۳۰) پھر کیوں بھید بھاؤ کو مانے
مکت آنند تیرا آتم صحیح (۳۱) یہی بات جیوں کی تیوں کہی
مکت آنند تجو باسنا بھاری (۳۲) یہی پاپنی ہے ہتھیاری
مکت آنند چھل مت کرنا بھول (۳۳) یہی سب پاپوں کا مول
مکت آنند دیکھو من کی لیلا (۳۴) پل میں تنگ چھنک میں ڈھیلا
مکت آنند مانس دیہ امول (۳۵) یہ میں بس پیارے مت گھول
مکت آنند کال بجائے ڈھول (۳۶) کر بچار تیاد مت بول
مکت آنند بڑا بنے جو کوئے (۳۷) جگ میں سب سے چھوٹا ہوئے
مکت آنند سب چھوڑو آس (۳۸) سکھ کا یہی قاعدہ خاص

نطقوں کا خیال کرتا ہے۔ ہمارے بیٹھنے کے طریقے اور باہر کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ نہیں وہ تو اس نیت کو دیکھتا ہے جس سے ہم یہ کام کر رہے ہیں۔

وشسٹ جی اے رام جی پرمیشور اور پراربدھ (قسمت) پرشارتھ۔ تینوں کام نکرنے والوں کے کلپت یعنی خیالی فقط ہیں۔

حضرت علی محمد باب وہ محبت ہو۔ دل کی پاکیزگی اس سے ملنے کا راستہ ہے اور محبت اسکی عبادت ہے۔

شبداولی مالا

مکت آنند سرب ویرگیان — جیسے اسٹھانی پکوان

مکت آنند تو ہے سکھ کا بیج (۱) تیرے بن سب کچھ نا چیز

مکت آنند کر سنتوں کا کہنا (۲) سمجھے چند روز دنیا میں رہنا

مکت آنند دھن سے مت کر پیار (۳) چار دنا گا ہے بیو مار

مکت آنند دانت دکھاتا کیوں ہو (۴) ہونہار سو جوں کا توں ہے

مکت آنند سب کا چھوڑو سنگ (۵) تب ہی خوب کھلے کا رنگ

مکت آنند کہیں مٹے جب ٹی (۶) جیسا سونا تیسی مٹی

مکت آنند جیسے کومت رئے (۷) را جہ رنگ نچے نہیں کوئے

مکت آنند پیارے ہاتھ سکوڑ (۸) بے کھلے ہو مونچھ مروڑ

مکت آنند کہیں ملے سب ہلا (۹) جب دیکھے پات پات میں اللہ

مکت آنند کہیں بو جب جھنے آگ (۱۰) جیسی ٹوپی تیسی پاک

مکت آنند جب ہوں پورن کام (۱۱) سمجھے جب راون سیتا رام

مکت آنند کہیں مٹے جب بھید (۱۲) جیسی باتیں تیسی دید

مکت آنند چار دنا کا میلا (۱۳) پھر کون گورو اور کو ہے چیلا

مکت آنند سن سنتوں کا واک (۱۴) کرو باسنا ویسے تیاگ

مکت آنند چار دنا کی بات (۱۵) کون ست اور دارا اور پتا مات

بلکہ جنے کیا کیا۔

امام غزالی جب تو بھجن بندگی کرے تو تیرا دل ایشور کی طرف ہو۔ جب تم نماز پڑھو تو اس طرح کہ خدا کے سوا سب کو بھول جاؤ۔

کنفیوشس۔ بُروں کو بُرا کہنا۔ اُنکی پول کھولنی پاپ نہیں۔ ایسا ضرور کرو۔ یہ تو پُن ہے۔ اِس سے اوروں کی آنکھیں کھلتی ہیں۔ اور پاپوں سے بچتے ہیں۔

ایضاً اپنے سے بھگتی۔ پڑوسی سے محبت کرنا چاہیئے۔

لاؤتزو نہ ہیرے کی طرح کمیاب بن۔ نہ پتھر کی طرح ٹھوکریں کھا۔

ایضا پانی کی طرح سب کو فائدہ پہنچا۔ اور اپنے لئے سب سے نیچے جگہ ڈھونڈ۔

ایضا رستہ تو سیدھا ہے۔ ہم ٹیڑھے ترچھے ہو لیتے ہیں۔

حضرت بہار اللہ۔ اگر تو بزرگی چاہتا ہے تو عاجزی کی سڑک پر چل۔

سقراط۔ اندر باہر یکساں ہو جاؤ۔ اوروں کے کام میں آؤ۔

ویٹوفی جب کوئی تجھے بُرا کہے۔ چپ ہو جا۔

بُدھ اپنی استری۔ بھوجن۔ دھن۔ اِن تینوں میں سنتوس کرنا چاہئے۔ پڑھنا۔ دان۔ اور اچھے کام کی پرشارتھ میں سنتوش ٹھیک نہیں۔

ایضاً بڈھوں۔ بیماروں۔ اناتھیوں۔ اور آئے گئے کی سیوا کرنا سب سے بڑی پوجا ہے۔

تکارام جو دوسرے کی دولت کو اندھا۔ اور دوش دینے کو گونگا ہے۔ وہی سنت ہے۔

زردشت جو ہنر جانتا ہے اُسے غیروں کے آگے ہاتھ پھیلانا نہیں پڑتا۔ وہ کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔

شاہ بوعلی قلندر۔ شیخ ہے گوئی و تسبیح بدست ✤ صد بُت نہاں داری تو لے بُت پرست۔

پارسی دھرم۔ روح ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتی۔ ایک حالت سے دوسری حالت بدلتی اور کبھی فنا نہیں ہوتی۔

ایضاً ۔ سنتوش انسان کو خوشی دینے والا ہے۔ صبر کرنیوالا خدا کو پیارا ہے۔

شاہ بوعلی قلندر۔ آرزوہائے تو ہرگز کم نشد ✤ قامت حرص و ہوایت خم نشد ✤

گرو تیغ بہادر۔ دھڑ پے دھرم نہ چھاڑے۔ زمین ڈگمگا جائے۔ دھرم کو نہ چھوڑے۔

کیشب چندر سین۔ جس وقت ہم دعا کرتے ہیں تو کیا خدا ہمارے عبادت کے مکان کو دیکھتا ہے۔ ہمارے

تلسی داس۔ دھن دھن کہے جو دھن ہوئے۔ نہ دھن رہے نہ جگ میں کو ئے
کبیر صاحب۔ اے دہرم داس آپ بچ اور اوروں کو بچا۔
ایضاً شہرت سے بچو۔ شانت رہو۔ سب سے ملو۔ سب کو سُکھ پہنچاؤ۔
ایضاً بھولے کے من بھید ہے۔ مورکھ مت انیک۔ گیانی کا مت۔ ایک ہو کیا پنڈت کیا شیخ۔
مسیح خون نکر۔ چوری نکر۔ جھوٹ نہ بول۔ زنا نکر۔ ماباپ کی سیوا اور پڑوسی سے محبت کر۔
ایضاً مکاروں کی طرح دعا مت مانگ۔ اپنی کوٹھری میں جا۔ دروازہ بند کر۔ چپ چاپ دعا کر
جب تو روزہ رکھے اپنی صورت روتی نہ بنا۔ منہ مت بگاڑ۔ جو لوگ جانیں کہ تو نے روزہ رکھا ہوا ہے
ایضاً جو جسم کو قتل کرتے ہیں وہ روح کو قتل نہیں کر سکتے۔ روح فنا نہیں ہو سکتی۔
ایضاً جو میرے پیچھے آنا چاہے۔ اپنی خودی کو بھلائے اور چلا آئے۔
موسیٰ میرے بیٹے غریب کی روزی مت چھین۔ ضرورت والے سے انتظار نکرا۔ بھوکے کو فکر مند
مت رکھ۔ مصیبت میں پھنسے ہوئے کو غصہ مت دلا۔ تکلیف پانیوالے کی تکلیف مت بڑھا۔
بھوکے کو مت ٹال۔ جو تجھ سے مانگے اس سے آنکھیں مت پھیر۔ کسی کو بد دعا دینے کا موقعہ
نہ دے۔ دکھیا اور بھلے آدمیوں کی دعا لے۔
ایضاً بیوقوف کے سامنے اُسکے پاؤں کے نیچے کچل جانے کو مت جھک۔ سچائی کے لئے جان کی بھی
پروا نکر۔ لڑ۔ پھر خدا تیرے ساتھ ہے۔
حافظ اگر خدا سے ملنا ہے۔ تو سب کی خاطر تواضع کر۔
حافظا گر وصل خواہی۔ کن تواضع خاص و عام ٭ با مسلماں اللہ اللہ با برہمن رام رام ٭
سعدی مہربانی کر مہربانی۔ جو غیر بھی تیرا غلام ہو جائے۔
ایضاً اگر ایک ستھانوں میں نیکی بھری ہوتی۔ تو عیسیٰ کا گدھا مکہ جا کر گدھا ہی نہ رہتا ٭
ایضاً میں تو چاہتا ہوں کہ کسی کا دل نہ دکھاؤں۔ لیکن حسد کرنیوالے سے مجبور ہوں کہ وہ خود رنجیدہ
ہو رہا ہے۔
ایضاً جانور وہاں جاتا ہے جہاں دانا ہوتا ہے۔ وہاں نہیں جاتا جہاں دانا نہ ہو۔
امیٹیشن اوف کرائسٹ۔ انصاف کے دن یہ نہیں پوچھا جائیگا کہ ہمنے کیا پڑھا۔ کتنی مدت عبادت کی۔

من وَن لاگے رنگ صفائی دل کی اپنے ۔ من رین بلکے پے ستائی کرے نہ تپنے
پلٹو مالک تری ہے ۔ کوئی نہ دوجا ساتھ ۔ پڑھے پے جو سلے من پھر کبھی ہووے ہاتھ

مہاتما پرشوں کے سنہری اقوال

منو مہاراج ۔ کسی کو نہ ستاؤ ۔ سب سے محبت کرو ۔ چوری ۔ زناکاری سے بچو ۔ بزرگوں کا آدر ستکار کرو ۔

ویدک رشی ۔ من سے ۔ بچن سے ۔ کرم سے نیکی کرو !

جین دھرم ۔ کسی کو نہ ستانا پرم دھرم ہے !

بدھ ۔ شوق زندگی کا راستہ ہے بے ہودہ دلی موت کا دروازہ ہے ۔ جن کے من میں لگن ہے وہ کبھی نہیں مرتے جبکہ جن کے من میں لگن نہیں وہ جیتے ہوئے بھی مرے ہوئے ہیں ۔

بدھ ۔ جو سچائی کو نہیں دیکھتا ۔ مجھے دیکھا کرے ۔ کیا ہوتا ہے ۔

چانکیہ ۔ جس کا دل دوسروں کے دکھ سے پگھل جاتا ہے اسے گیان موکش جٹا بڑھانے بھبھوت ملنے بھجن کرنے کی ضرورت نہیں ۔

ایضاً ۔ کانٹے اور دکھ دینے والے کا منہ جوتے سے کچل دے ۔

ونا تری ۔ اے درخت ! انسان تیرے پھل کھاتا ہے ۔ پھول سونگھتا ہے ۔ تیرے سایہ تلے آرام کرتا ہے ۔ اور چلتے ہوئے ڈالیاں توڑ ڈالتا ہے ۔ مگر تو کچھ نہیں کہتا ۔ جانور تجھ پر بیٹ کر دیتے ہیں ۔ تو برا نہیں مانتا ۔ ہمیشہ سب کی سیوا کرتا رہتا ہے ۔ تو بڑا گرو ہے ۔ تجھے نمسکار ہے ۔

بھرتری ۔ ہرن تنکے کھا کر ۔ مچھلی پانی پی کر ۔ نیک آدمی صبر پر بھروسہ کر کے زندگی گذارتے ہیں ۔ مگر اس پر بھی ہرن سے شکاری کو ۔ مچھلی سے ماہی گیر کو ۔ اور لائقوں سے نالائقوں کو خواہ مخواہ دشمنی ہے ۔

تکارام ۔ جو مصیبت کے وقت نہیں گھبراتا ۔ جو کسی کو برا بھلا نہیں کہتا ۔ جو سب کو برابر سمجھتا ہے ۔ جو گنگا جل کی طرح پاک اور پراپکاری ہے ۔ میں ایسوں کو مستک نواتا ہوں ۔

میراں بائی ۔ پربھو میرا پریم کا بھوکا ۔ پریم کا بھوکا ۔ وہ بھاؤ کا بھوکا ۔ پربھو میرا ۔ آ ۔ آ ۔ آ ۔

کالیداس ۔ تو بالکل نہ ۔ کمال ہی ہے ۔ تو تن میں مل جا ۔ مٹا ہی ہے ۔

کالیداس ۔ انسان اچھا یا عقلمند بغیر تکلیف اٹھائے نہیں ہوتا ۔ گو اتفاق سے بڑا اور نصیب والا ہو جائے ۔

ستگپن آدھینا - پرترپا ست سمان | اسکے پر برنا ملیں تو تلسی داس شمان

بانے بھروسے سوئے ڈار گود میں سیس | تلسی واکے کپٹ کو رکھو ادھو جگدیس

تلسی ایک دن مرے ہے کر ناگنے ملے نہ چون | کرپا بھی رگھبیر کی تو چھوٹیں دونوں جون

مہاتما پلٹو صاحب کی بانی

سنت چڑھے میدان پر ترکش باندھے گیان

ترکش باندھے گیان سو وہ دل ما دبانے | ما پانچ پچیس وہ گڑھ مہ آگ لگائے

کام کرودھ کو مار قید میں من کو کینا | تو دروازہ چھوڑ سرت دسویں بر دینا

انہد باجے طور آمل سنگھاسن پایا | جیو بھیا سنتوش آنے کو رو نام لکھایا

پلٹو کمن باندھ کے کھینچو سرت کمان | سنت چڑھے میدان ترکش باندھے گیان

الٹا کنواں گگن میں جس میں جرے چراغ

جس میں جرے چراغ بن روغن بن بتی | چھا تو بارہ ماس رہت جرتے دن راتی

ستگور ملا جو ہوئے تاہے کی نظر بلائے | بن ستگور کوئی ہوئے نہیں واکو دکھلائے

نکسے ایک آواز چراغ کی جوتی ماہیں | گیان سمادھ سنے اور کوئی سنتا ناہیں

پلٹو جو کوئی سنے تا کے پورے بھاگ | الٹا کنواں گگن میں جس میں جرے چراغ

منبی باجی گگن میں مگن بھیا من مور

مگن بھیا من مور محل آٹھویں بیٹھا | جہاں اُٹھے سو ہنگم شبد شبد کے بھیتر پیٹھا

نانا اٹھیں ترنگ رنگ کچھ کہا نہ جائے | چاند سورج چھپ گئے سکھمنا سیج بچھائی

پھوٹ گیا حق بیچ - نہ انہیں سے لاگی | دسوں دوار پھوڑ - جوت باہر ہو جاگی

پلٹو وہار اتیل کے میت ہو گیا مور | منبی باجی گگن میں مگن بھیا من مور

چڑھے چو سکلے محل پہ کنجی آوے ہاتھ

کنجی آوے ہاتھ شبد کا کھولے تالا | سات محل کے بعد ملے آٹھویں اجیالا

بن کرپا ستگور نا دیں رسنا گاوے | جاوے اک بڑے ہے تب میں جانے سمائے

تلسی بروا ایغ کے سنت چڑی کہلائے — رام بھروسے جو رہیں پربت پر ہریائیں

تلسی اپنے رام کو ریجھ بوجھ کے کھینچ — تجو م پڑے سب پھیں گے ڈنشے بیج پیچ

تلسی آہ غریب کی ہر سے سہی نہ جائے — موئے چام کی پھونک سے لوہ بھسم ہو جائے

مالی کہے کمہار سے تو مت وندے موئے — ایک دن ایسا ہوئیگا میں وندونگی توئے

مانی میں مانی ملی اور پون میں پون — میں یہ پوچھوں میرے بیرادو میں موا کون

چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے — دو پاٹن بیچ آئے کے ثابت بچا نہ کوئے

چاکی چاکی سب کہیں مانی کہے نہ کوئے — مانی سے جو لگ رہا بال نہ بیکا ہوئے

تن اُجڑا من کالا بگلے کا سا بھیک — تو سے تو کاگا بھلا جو اندر باہر ایک

بکری جو میں میں کرے گلے چھری پھر والئے — مینا۔ جو میں نا کہے سب کے من کو بھائے

چکوا چکوی دو جنے اِنکو مت مارو کوئے — یہ مارے کرتار کے رین بچھو یا ہوئے

آپیارے نین میں پلک ڈھانپ توئے لوں — نا میں دیکھوں اور کو نا توسے دیکھن دوں

آنکھ۔ ناک۔ مکھ۔ موند کے نام نرنجن لے — بھیتر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے

ہون سجن جات بتاہیں پیا بچھڑن کی سار — جیا بچھڑن سے ہے کٹھن پیا بچھڑن کے بار

کاگا سب تن کھائیو اور چن چن کھائیو ماس — دو نیناں مت کھائیو ہے پیا ملن کی آس

سنت کبیر جی کے بھجن

ایشور سمرن سے کیا ہوتا ہے؟

(۱) سمرن سے سکھ ہوت ہے سمرن سے دکھ جائے — کہے کبیر سمرن کئے سائیں ماہیں سمائے

(۲) نام جو رتی ایک ہے۔ پاپ جو رتی ہزار — آدھ رتی گھٹ سنچ رے جار کرے سب چھار

(۳) ست نام کے سمرے اُدھرے پتت انیک — کہے کبیر نہیں چھاڑیئے سنت نام کی ٹیک

(۴) جانکی مہا نسی نام ہے تان کی ہے سب ردھ — کر جوڑے ٹھاڈی سبھی آٹھ سدھ نو ندھ

(۵) سکھ سمرن نام ہے دوجا دکھ اپار — منسا۔ باچا۔ کرمنا۔ کبیر سمرن سار

(۶) جپ تپ سنجم سادھنا سب سمرن کے ماہیں — کبیر جانے بھگت جن سمرن سم کچھ ناہیں

مہاتما کبیر داس صاحب کی بانی

بہت گئی تھوڑی رہی نارائن اب چیت — کال چڑیا چگ رہی نسدن آیو کھیت

نارائن نج ہاتھ پر جب نر دھرت سمیر — سو ہیرا بھوم میں بھٹے راکھ کے ڈھیر

نارائن سنسار میں بھوپت بھئے انیک — میں میری کرتے رہے لے گئے ترن ایک

نارائن جنکے بھون بدھ سم بھوگ بلاس — انت سمے سب چھاڑ کے بھئے کال کے گراس

نارائن سکھ بھوگ میں تو لپٹ دن رین — انت سمے آیو نکٹ دیکھ کمول کے نین

مایا کا سکھ چار دن کر سے کہا گنوار — سپنے پایا راج دھن جات نہ لاگے بار

دھن جوبن یوں جائیگا جا بدھ اڑت کپور — نارائن گوپال بھج کیوں چاہئے جگ دھور

ہاتھ جوڑ ٹھاڈا رہے جن کے سنگھ کال — نارائن سو وہ بلی پڑے کال کے گال

چاردن کی چاندنی یہ سمپت سنسار — نارائن ہر بھجن کر یا سوں ہوئے ادھار

جن کے بھون بک دھرت ہے ہم ہوت بکھان — نارائن تن کو کہوں رہیو نہ نام نشان

جوا پوچھیو سو تیس ہے پریو آج کے کال — نانک ہرگن گائیے لے چھاڈ سکل جنجال

رام گیو راون گیو جاکو بہو پروار — کہو نانک تھر کچھ نہیں سپنے جوں سنسار

پانچ تتو کا پتلا انس دھریا ناؤں — ایک کلا کے بچھڑتے بکل بھیا سب ٹھاؤں

بھور بھئے باغ میں پھولیہ من کے آس — جیو بھلے وشے میں انت ہوں چلے نراس

انس جنم ہے پائیکے چوکے اب کی گھات — جائے پڑے بھو چکر میں سہے گھنیری لات

کبیرا انس جنم درلبھ ہے ہوئے نہ بارم بار — جوں بن پھل پاکے جھڑے گر سے بہور نہ لاگے ڈار

کبیرا ہر کا سمرن چھاڑ کے پالیو بہت کٹمب — دھندا کرتا رہ گیا بھائی رہیا نہ بندھ

دس دوارے کا پنجرا تا میں پنچھی پون — رہنے کا اچرج ہے جائے تو اچرج کون

کبیرا انجلی پھرے کچھرے پان پتھادی کھائے — ایکیں ہر کے نام بنا تھر تے جم پور جائے

آئے تھے جس بات کو بھول گئے وہ بات — گیا ہے [illegible] خالی دونوں ہاتھ

کبیرا اشنی پالنے کچھ چھ میں [illegible] — لڑکے سبھا ... نہیں ... جم کا سمان

نمبر	سوال	جواب
۷۳	سب سے بڑی آگ کون ہے؟	خواہش
۷۴	سب سے زیادہ اندھیرا کیا ہے؟	بے سمجھی۔ اگیان جہالت
۷۵	سب سے زیادہ فائدہ میں کون ہے	جو دوسروں کو دیتا ہے
۷۶	سب سے مضبوط قلعہ کون ہے	شانتی۔
۷۷	سب سے اچھا ہتھیار کیا ہے؟	گیان۔ سمجھ۔
۷۸	سب سے بڑا اثر کیا ہے؟	تیرا خیال۔
۷۹	حقیقی خزانہ کیا ہے؟	نیکی
۸۰	سارے جہان کے مال سے کس کا پیٹ نہیں بھرتا؟	من کا
۸۱	دل کا اچھا خیال کیا ہے؟	بھلائی۔
۸۲	نفرت کی وجہ کیا ہے؟	برائی۔
۸۳	دکھ دینے والی بیماری کیا ہے	پاپ
۸۴	سب سے اچھی خوشی کیا ہے؟	آزادی۔
۸۵	بربادی کون لاتی ہے؟	بے سمجھی۔
۸۶	دوستی کون چھڑاتی ہے؟	حسد۔ خود غرضی۔
۸۷	سب سے تیز بخار کیا ہے؟	نفرت
۸۸	سب سے بڑا حکیم کون ہے؟	سادھو۔
۸۹	وہ کیا ہے جسے آگ جلاتی ہے نہ پانی گلاتا ہے؟	نیک نام
۹۰	شرور سردی کس طرح بھاگتی ہے	دوسروں کی تلخی کے دور کرنے سے
۹۱	مایا کسے کہتے ہیں؟	اودیا اگیان کو مایا کہتے ہیں۔
۹۲	مایا کس کے آسرے ہے؟	آتما کے آسرے ہے

نمبر	سوال	جواب
۹۳	جبر کسے کہتے ہیں؟	اور دنیا میں جو حق کا پتہ تعجب ہے۔
۹۴	تتو گیان کیا ہے؟	اپنی ذات کو ٹھیک پہچاننا
۹۵	لطف یزدانی کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟	الفت جسم و من ترک کرنے سے۔
۹۶	جبکہ مایا آتما کے آسرے ہے آتما کو ہی کس طرح ڈھک لیا ہے	جیسے سوار پانی کو اور گہری دیوار کی تاریکی گھر کو۔
۹۷	من کے قیام پکڑنے کی کیا کیا ترکیب ہے؟	جہاں جہاں من جائے وہاں ہی برہم کا نشچہ کرے
۹۸	کرت کرت کسے کہتے ہیں	دائم السرور کو۔
۹۹	عداوت کس طرح بڑھتی ہے	زن۔ زمین۔ تلخ بیانی بدطینتی۔ تصور سے۔
۱۰۰	پروردگار سے کیا مانگنا چاہیے	اسی کی محبت
۱۰۱	زندگی کس طرح بسر کرنا چاہیے	خدا کی یاد۔ سنسار دنیا سے آزاد۔ دل رکھنا شاد۔
۱۰۲	عمر کو کن کاموں میں صرف کریں	برہم چرج۔ گرہست۔ بان پرست۔ سنیاس
۱۰۳	راہ راست کیونکر حاصل ہو	فضل خدا اور پیر کامل کی توجہ سے
۱۰۴	دنیا کسے کہتے ہیں؟	فراموشی حق کو۔
۱۰۵	خدا کے نزدیک کونسی بدی بدتر ہے	دروغ گوئی۔
۱۰۶	علم آنارے کس طرح حاصل ہوتی ہے	[illegible]
۱۰۷	فقیر کو کیا اختیار کرنا چاہیے	صبر
۱۰۸	عبادت الٰہی کیونکر دل لگا کر ہو	موت یاد رکھنے سے

گیان امرتی

	[illegible]	[illegible]	۱۹	اکیلا جینے والا (واحد مراد)	سورج (آفتاب)
۱	سب کا پیارا کون ہے؟	خدا ستنام [illegible]		کون ہے؟	
۲	علم کس طرح حاصل ہو سکتا ہے؟	صبر سے	۲۰	بار بار پیدا ہونیوالا کون ہے؟	چاند
۳	زندگی کون دیتا ہے؟	بارش۔ باران۔	۲۱	مرنا کس کا اچھا	جو اپنے ہی دھرم پر رہتا ہو
۴	آخر وقت میں کیا کام آتا ہے	دان۔	۲۲	جینا کس کا اچھا؟	جو اوروں کا بھلا چاہتا ہو
۵	آشرم کون اچھا ہے؟	سنیاس۔ درویشی کامل	۲۳	تیز رفتار کون ہے؟	من
۶	جاپ کون اچھا ہے؟	(اوم) اسم اعظم۔	۲۴	انسانی کیڑا کیا ہے؟	فکر
۷	بس میں کیا کسکو کرنیکی ضرورت ہے	من	۲۵	(برہمن) کا دھرم کیا ہے؟	اندری دمن کرنا
۸	سب کا پیارا کس طرح	ترک غرور۔ و شیریں	۲۶	چھتری کا دھرم کیا ہے؟	دیا کرنا۔ رحم کرنا
	ہو سکتا ہے۔؟	زبانی۔ خاکساری۔	۲۷	ویش کا دھرم کیا ہے؟	دان کرنا۔
۹	دولتمند کون ہے؟	بے خواہش	۲۸	گیان کیا ہے؟	وید کا پڑھنا۔
۱۰	ترک کے قابل کیا ہے؟	غصہ	۲۹	بعد مرگ کیا باقی رہتا ہے؟	نام (نیکی یا بدی)
۱۱	روگ کیا ہے؟	لوبھ	۳۰	دشمن کا کیا علاج ہے؟	محبت کرنا۔
۱۲	سکھ ملنے کی وستو کیا ہے؟	ترک موہ	۳۱	ہمیشہ دکھ کون اٹھاتا ہے؟	پاپی۔
۱۳	دنیا کا پردہ کیا ہے؟	اگیان۔ جہالت	۳۲	ہمیشہ خوش کون رہتا ہے؟	دھرم کرنے والا
۱۴	سورما کون ہے؟	جسنے غصہ روکا۔	۳۳	ہمیشہ روتا کون رہتا ہے؟	برے کرم کرنیوالا
۱۵	خوش قسمت کون ہے؟	جسکے ذمہ قرضہ نہیں ہے	۳۴	زندگی میں کیا کرنا چاہیئے؟	شوق و کوشش
۱۶	سب کا دشمن کون ہے؟	ترشنا	۳۵	کسکے ساتھ سفر نہیں کرنا	بیوقوف
۱۷	مارنے والا کون ہے؟	آتش		چاہیئے؟	
۱۸	دنیا کیا ہے؟	سپنا (مثل خواب	۳۶	عقلمند کون ہے؟	اپنے کو بیوقوف جاننے والا
		و خیال)	۳۷	برا کام کیا ہے؟	جس میں بعد کو پچھتانا ہو

اوم وید - اوم پران - اوم گیتا - کرشنم
اوم یگیہ - اوم تپ - اوم دان - کرشنم

اوم بھو - اوم بھوو - اوم سوو منترم
اوم یہ - اوم جنتر - اوم تنتر ستیم

اوم الف اکار کہیے - اوم واد اوکار ہے
اوم میم مکار کہیے - اردھ ماترا اونکار ہے

اوم خاک - اوم باو - اوم آتش - اوم آب
اوم ملد سب خلق پائیں تپ ہے مثل آفتاب

اوم سورج - اوم چندرما - اوم تاراگن کی رات
اوم بادل - اوم بارش - اوم بجلی کڑ کڑات

اوم جپ - رام تپ اور اوم ہے گیان
اوم کا نہیں جپ جو کرتے ہیں وہی نادان

اوم دیا - اوم دھرم - اوم ہی دھرماتما
اوم جیو - اوم ایشور - اوم ہی پرماتما

اوم ماتا - اوم پتا - اوم بھائی - اوم بہن
- اوم ہی ہندو مسلمان - اور اوم ہی جین

اوم کالی - مہا کالی - اوم درگا مانتے
اوم چنڈی - اوم بھیروں سب آسی کو جانتے

اوم وہ - اور اوم یہ - اور اوم ہی خویش
اوم ہی کا جپ سبھی کرتے رہو ہمیش

اوم کھاتے - اوم پیتے - اوم ہی چلتے کہو
اوم ہی کے دھیان میں مشغول تم ہر دم رہو

اوم ہی ہستی ہے - ہست لایزال
اوم ہی رستہ ہے نور ذو الجلال

اوم عاشق عشق کہیے - اوم ہی معشوق ہے
اوم عامل اوم عمل اوم ہی معمول ہے

اوم ہی جاہل جہل اور اوم ہی مجہول ہے
اوم عاقل اوم عقل - اوم ہی معقول ہے

اوم کا نغمہ بلبل گاوے
اوم گھر اپنا گلشن میں پاوے

اوم انسان - اوم حیوان و درخت
اوم طفل اوم جوان - اوم ہی بھگونت

اوم ہی ہے یار اپنا - اوم ہے دلدار ہے
اوم ہی ہے دشمن جاں اوم ہی غم خوار ہے

اوم من - اوم ہی بدھی - اوم اہنکار - انتہکرن
اوم جیتی گیان اندری اوم کرم اندری جپ کرن

اوم کا جھنڈا اوم کی لاٹھی
اوم ہی اوم کہو دن راتی

اوم کا ویولا - اوم کی باتی
[illegible]وت جلے دن راتی

اوم گل - اوم خار - اوم کا سارا [illegible]
اوم کا نشان جب لگے کرے [illegible] چمکار

اوم ہی ہے جگ یہ سارا اوم ہی میں سے ہوا
اوم ہی کے کارنے سب جگ میں گڑ بڑا ہوا

نوٹ - [illegible]

آگاہی موت کا منتر

اوتر

اوم آتما برہم

اوم برہم آسی

دکن

اوم مالا

اوم ہی مہا منتر ہے ہردے مانہ پرویش
اوم ہی کا سب جپ کریں رشی منی درویش

اوم برہما - اوم وشنو - اوم رودر مہیشرم
اوم گنگا - اوم جمنا - اوم بدری ناتھ بشمبھرم

اوم گاڈ - اوم اللہ - اوم ہی پرمیشورم
اوم گرجا - اوم مسجد - اوم مندر چدمبرم

اوم رام - اوم کرشن - اوم گنس ٹہبرم
اوم گیتا - اوم ستیا - اوم گائتری منترم

یہ کوٹ کوٹ کر بر ہانڈ بھرا — کرتار تماری آنکھوں میں
ہے وہ ایک بڑھا چرا چر میں — جڑ چیو جنت ناری نر میں
کتی نے اپنی جان لیو — بھگوان ہماری آنکھوں میں

مناجات

اے ذات کبریائی تو قابل ثنا ہے — اپنے میں آپ قائم یکتا ہے دائما ہے
یّں تو سے دور مولد صدق و صفا کا معدن — کبر و ریا سے برتر بے چون و بے چرا ہے
سب چیزوں کی تو ہستی امکاں بلند پستی — تو سب طرف ہویدا سبحان تو خدا ہے
آغاز سے معترا۔ انجام سے مبترا — تیرا جلوہ زیر و بالا سے دل دل میں تیری جا ہے
ذات واجب بے عیب عالیجناب بے ریب — دانندہ غیب تو ہے سب کا سبب بنا ہے
یارب بے سبب تو سب کا سبب بنا ہے — مایا سے اپنے تو نے یہ کھیل رچ دیا ہے
یارب بے سبب تو رنج و تعب سے فارغ — بے عد عدو سے اول والا لقب ترا ہے
محبوب سب کا مرغوب تکیہ ہے کل جہاں کا — مشکل کشا ہے برحق ہر درد کی دوا ہے
شمس و قمر کا موجب بحر و زمیں کا موید — طیر و وحوش و انسان سبکی تو ہی پناہ ہے
اے منبع حسن و خوبی سب برکتوں [illegible] — فضل و کرم کا مصدر غفار تو بجا ہے
ہر صوب جلوہ فرما حمد و نعت سے بالا — کتی کے دل کا دلبر مسجود شہ گدا ہے

بھجن

کیشو کہی نہ جائے کیا کہئے

[illegible]

دیکھت تو رچنا بچتر ہری — سمجھ من ہی من رہئے
شونیہ بھیت پہ چتر رنگ ہو — بن تنو لکھا چتر ہے
دھوئے مٹیں نہ جائے بھتی رنگ — پائے یہی تن ہیرے
کوئی کہے ستیہ جھوٹ کہے کو — کجل چڑ بل کرنا ہے

[illegible]

وایو۔ یم۔ اگنی۔ ورن۔ برہما۔ مہیش اور چندرما — آپکی شکلوں کو میرے لاکھ سجدے ہیں بجا
آپکو ہے پشت وہ اور ہر طرف سے بندگی — ساری دنیا میں عیاں ہے ایک ہستی آپکی
شان اور قوت کے لحاظ سے برتر آپ ہیں — آپ ہی سب ہیں کہ اندر اور باہر آپ ہیں
دوستی میں آپ کی عظمت نہیں پہچان کر — اپنی نادانی کے باعث دوستانہ طور پر
کرشن اور یادو کا پیارا نام میں لیتا رہا — دوست کہکر آپ کو میں نے پکارا بارہا
کھیل دعوت خوابگاہ و بزم میں بھی دل لگی — خلوت و جلوت میں جتنی مجھ سے گستاخی ہوئی
اے خداوند اب مجھے اسکی معافی دیجئے — ناتواں پر قادر مطلق عنایت کیجئے
ہر دو مخلوقات ساکن اور متحرک کے آپ — ہیں مربی قابل تعظیم مرشد اور باپ
آپ کے تابع ہیں سب از ماہ تا گاو زمیں — کون ہوسکتا ہے افضل آپ کا ثانی نہیں
ایک عالم میں ہے شہرہ آپکے اوصاف کا — آپ سے ہے باثیاز و عجز میری التجا
جیسے کوئی دوست فرزند اور بیوی کا قصور — بخشتا ہے آپ ویسے بخشدیں میرا قصور
جو کبھی دیکھا نہ تھا وہ معجزہ ہے سامنے — دل تو میرا خوش ہے لیکن کانپتا ہے خوف سے
اے خداوند اب وہی سچ مچ مجھے دکھلائیے — اے بزرگ مالک ہستی کرم فرمائیے
تاج بر سر آپ کو میں چاہتا ہوں دیکھنا — اپنے ہاتھوں میں دوبارہ لیجئے چکر و گدا
اے محیط کل عیاں ہیں آپ کے بازو ہزار — کیجئے وہ چار بازو والی صورت اختیار

شکتیمان کی استتی !

کیا کیا جلوہ بھرا ہوا گھنشام تمہاری آنکھوں میں

تم نار بھی سکتے ہو پل میں — تم تار بھی سکتے ہو پل میں
ہے بھرا ہوا اوشیہ امرت کا — بھنڈار تمہاری آنکھوں میں
یہ رچنا اور گھمر گھاٹ یہی ہے — کیا مورت روپ وراٹ کی ہے
سنسار کی آنکھوں میں تم ہو — سنسار تمہاری آنکھوں میں
چھن بھر میں وشو چلاتے ہو — پل بھر میں اسے مٹاتے ہو

الٰہی! خاطرم را جمع گرداں | کہ مسکین و پریشاں روزگارم
الٰہی! بر جنید ایماں نگہدار | کہ ایں است [illegible] روزگارم

حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ

بدست مکر شیطانی مرا مسپار یا اللہ | ہوا و حرص نفسانی ز من بردار یا اللہ
خداوندا تو میدانی کہ بد کردم بنادانی | چنینم با دلِ پُر خون غم و مگذار یا اللہ
منم درماندہ محزوں۔ توئی فریاد رس بیچوں | چو بگذارند خویشانم مرا مگذار یا اللہ
من آں ساعت کہ در مانم قفس خالی کنم جانم | نیم نا امید و ز رحمت من از دیدار یا اللہ
اگر بستم ترا از حرفت بستہ کردار پر حرفت | رہائی دہ ازیں کارم بہ استغفار یا اللہ
خداوندا گنہگارم۔ گناہاں بے عدد دارم | بہ بخش از رحمت خویشم باستغفار یا اللہ
الٰہی اسفرِ در پیشم۔ ندارم توشہ درویشم | ازیں زندانِ پُر خذلان برونم آر یا اللہ
دویدم در رہِ شیطان۔ فتادم در چہِ عصیاں | خلاصی از تو مے باید توئی غفار یا اللہ
من آں درویش مسکینم کہ نہ دنیاست نہ دینم | بروں از خرقہ پشمینہ دروں زنار یا اللہ
نہ دنیا دوست میدارم نہ عقبیٰ را خبر دارم | مرا چیزے نمے باید بجز دیدار یا اللہ
من آں کاکی کہ بد کردم ہر آنچہ بد سزا کردم | مکن چوں کاک رخ زردم دراں بازار یا اللہ

ارجن استتی

ہے شانِ قہاری کے شایاں ہیں جو اہلِ جہاں | آپ کی توصیف میں ہیں با ادب رطب اللساں
بھاگتے ہیں آپکی صورت سے نڈر بدخصال | آپ کو کرتے ہیں سجدہ عاشقانِ باکمال
کیوں نہ پھر تعظیم دیں اس ذات بابرکات کو | جو عدم سے کھینچ لاتی ہے موجودات کو
اے خداوند ملک جلوہ آرائے جہاں | آپ ہی ہیں حق و باطل نیز بے نام و نشاں
عالم امکاں کی پیدائش سے ازلی آپ ہیں | جملہ ہستی پر فنا ماند ہے ابدی آپ ہیں
[illegible] ہر رو سے بالا آپ ہیں | اے کثیر الشکل ہر صورت میں پیدا آپ ہیں

شرمندہ و روسیہ زردم جرم عظیم کردم — خود را بتو سپردم تو رحم کن رحیما
غیبت صریح گفتم فاش فحش بے بخستم — توبہ بسے شکستم تو رحم کن رحیما
اندر مسلمانی فاسقی کردم گناہ تو دانی — درماندہ را بخوانی تو رحم کن رحیما
عمرے گذشت باطل کردم نہ ہیچ حاصل — بر این فقیر غافل تو رحم کن رحیما
از حق رود چو جانم بستہ شود زبانم — بیچارہ من نہ دانم تو رحم کن رحیما
در گور چون بمانم تنہا چو بیکسانم — آن دم ترا بخوانم تو رحم کن رحیما
جنت بدہ مکانم با جملہ دوستانم — تا جاوداں بمانم تو رحم کن رحیما
یا رب گنہگارم پر عیب شرمسارم — جز تو کسے ندارم۔ تو رحم کن رحیما

حضرت جنید بغدادیؒ

الٰہی واقفی بر حالِ زارم — ہمیدانی کہ جز تو کس ندارم
الٰہی کردہ ام بسیار تقصیر — وزاں حضرت بغایت شرمسارم
الٰہی رفتہ ام در خواب غفلت — بدہ بیداری زین کار و بارم
الٰہی! اگر بخوانی۔ ور برانی — تو دانی بندۂ بے اختیارم
الٰہی! چوں عزیزم کردی امروز — مکن فردا بہ پیش خلق خوارم
الٰہی! غرقم اندر بحرِ عصیاں — ز دستِ رحمت افگن بر کنارم
الٰہی! از کمالِ ضعفِ پیری — دل سوزان و چشمِ اشکبارم
الٰہی نفس شیطان در کمین ست — ز تقویٰ و عنایت کن حصارم
الٰہی! اگر نہ توفیق تو باشد — بر آرد دیو نفس از جاں دمارم
الٰہی! اگرچہ قرون سخت راہ ست — تو آساں بگذراں زیں رہ گذارم
الٰہی! بر سیکے گفتن مدد بخش — کہ تا من جان بہ آسانی سپارم
الٰہی! چوں درینجا رستہ کردی — قیامت ہم چناں امید دارم
الٰہی! در شب سر منزلِ گور — تو لطف خویش گرداں غمگسارم

مناجات فارسی حضرت شمس تبریز

از درد بیقرارم۔ فریادرس الٰہی ۔۔۔ کس نیست جز تو یارم فریادرس الٰہی

مسکین و دردمندم سوزندہ چوں سپندم ۔۔۔ طبیب از تو دل نہ بندم فریادرس الٰہی

شبہا بسے طپیدم غمہا بسے کشیدم ۔۔۔ اکنوں بجاں رسیدم فریادرس الٰہی

تلخ است زندگانی۔ زہرم شدہ جوانی ۔۔۔ تدبیرہا تو دانی۔ فریادرس الٰہی

دیدم بسے بلاہا۔ کردم بسے خطاہا ۔۔۔ بر نفس خود جفاہا فریادرس الٰہی

بیچارہ من فقیرم۔ در دست غم اسیرم ۔۔۔ پیوستہ من حقیرم فریادرس الٰہی

چوں رحمت بیاید۔ زحمت ز من رُباید ۔۔۔ رحمت عطا نماید۔ فریادرس الٰہی

ہر درد را دوائے ہر رنج را شفائے ۔۔۔ پیشت کنم گدائے فریادرس الٰہی

ہستم شکستہ خاطر در بند کیست حاضر ۔۔۔ ہستی تو جملہ ناظر۔ فریادرس الٰہی

سلطان بے وزیری خلاق بے نظیری ۔۔۔ رزاق۔ دستگیری۔ فریادرس الٰہی

ہم عالم الغیوبی۔ ہم ساتر العیوبی ۔۔۔ ہم غافر الذنوبی۔ فریادرس الٰہی

معبود بے زوالی۔ موجود لایزالی ۔۔۔ دانائے ہر خیالی۔ فریادرس الٰہی

چرخ از تو شد معلق فرمان تست مطلق ۔۔۔ ہستی خدائے برحق۔ فریادرس الٰہی

درد مرا دوا کن ایماں بمن عطا کن ۔۔۔ زحمت ز من جدا کن فریادرس الٰہی

ہستم ضعیف خاکم در عصر من ہلاکم ۔۔۔ زائندہ دردناکم ۔ فریادرس الٰہی

ترسندہ از عذابم۔ لرزندہ از حسابم ۔۔۔ بیروں کن از عتابم فریادرس الٰہی

من بندۂ ملولم از لطف کن قبولم ۔۔۔ بنمائے لطف بے حد فریادرس الٰہی

از عمر گناہ کردہ۔ عمرت تباہ کردہ ۔۔۔ نامہ سیاہ کردہ فریادرس الٰہی

حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ

من بندہ پُر گناہم تو رحم کن رحیما ۔۔۔ با فسق بے شمارم تو رحم کن رحیما

تیری مہا اچنت کیشو ترا جھا و اپار ہے ۔ بانکے بہاری کرشن مراری تجھے پرنام ہمارا ہے
تو ہی سول کارن تجھ سے جگت تو اہنکار ہے ۔ اہنکار سے پنچ و سوکشم ستھول سرب سنسار ہے
سرشٹی پشٹی سمہید لیہ جتنا کچھ روپ پسارا ہے ۔ بیر استر گمن پر اک جھاؤ سب آپ ہی کا پچارا ہے
استبی استتی تجھ سے گوبند تجھ سے ہی سنگھارا ہے ۔ بانکے بہاری کرشن مراری مکت آنند تمہارا ہے

دیگر

خاموش تو بیٹھا ہے کیوں سری رام کہہ یا رحیم کہہ ۔ مثل بلبلِ شیریں سخن سری رام کہہ یا رحیم کہہ
دنیا میں تیرا نام ہو عقبیٰ میں خیر انجام ہو ۔ دونوں جہاں میں ہو بھلا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
تو وہ ذات لامحدود ہے معبود اور مقصود ہے ۔ رٹ نام تو پھل پائیگا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
جو نام میں لوہین ہیں اور رام کے آدھین ہیں ۔ اُنکے سبھی آدھین ہیں سری رام کہہ یا رحیم کہہ
وہ رام جو سب میں رما۔ وہ رام جو ما او شما ۔ تو بھی تو وہی ہو جائے گا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
وہ ہی یہاں جس کر گیا۔ سنسار ساگر تر گیا۔ ۔ جس نے عمل اسپر کیا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
رو رو کے تو پچھتائے گا۔ جبدن یہاں سے جائیگا ۔ بس نام ہی کام آئے گا سری رام کہہ یا رحیم کہہ
مکت آنند کہنا مان تو رکھ دل میں اپنے دھیان تو ۔ لے تو اسی کا آسرا۔ سری رام کہہ یا رحیم کہہ

دیگر

یارب لب پر ہے نام تیرا ۔ کانوں میں بھرا کلام تیرا
عارف۔ عابد۔ حکیم مترامن ۔ سب کو دیکھا غلام تیرا
انسان پر ہی کچھ حد نہیں ہے ۔ عالم میں بچھا ہے دام تیرا
حیوان و طائر کی نگاہ تجھ پر ۔ گاتے ہیں صبح شام نام تیرا
برگ و اشجار و کوہ و دریا ۔ جاری ہے اُن پر بھی کام تیرا
کوئی تجھ سے نہیں ہے خالی ۔ جپتے رہتے ہیں نام تیرا
اونچا ہے سر بہت فلک کا ۔ گویا وہ ہے مقام تیرا

مکتا آنند گا ترانۂ حق
ہر دم لیتا ہے نام تیرا

(۱۹) میرے پاپ بالاتفاق پانی میں مٹا دیں۔ جسم شمشان کی آگ میں جل کر خاک ہو جائے ۔۔ اوم ۔
اے میرے مشکل کرنے والے من یاد کر اپنے کئے کو یاد کر۔ اے من یاد کر۔ اپنے کئے کو یاد کر۔
اے اگنی مجھے اچھے رستہ سے کرم پھل بھوگنے کو لے چل۔ اے دیوتا تو میری تمام کرموں کو
جانتا ہے۔ میں نے جو دھوکا دینے وغیرہ کے پاپ کئے ہیں۔ انکو مجھ سے دُور کر دے۔ میں تجھ کو
منہ سے بہت بہت نمسکار کرتا ہوں۔

اخیر کی حمد وثنائے

(۲۰) اے دیوتاؤ ہم کانوں سے مبارک باتیں سنیں۔ اور آنکھوں سے مبارک چیزیں دیکھیں۔ ہمارے اعضا
طاقتور ہوں۔ اور ہم تمہیں ستتیوں یعنی حمد وثنا سے خوش کرتے ہوئے جتنی عمر مقدر میں ہے بسر کریں
(۲۱) جو اندر دیوتاؤں میں اعلیٰ ہے۔ سب صورتوں والا ہے۔ اور افضل ہے۔ وہ مجھے عقل سے طاقتور
بنالے۔ اے دیو میں امرت کا دھارن کرنے والا بنوں۔ میرا جسم قابل ہو۔ میری زبان شیریں ہو۔
کانوں سے بہت کچھ سنوں۔ تو عقل سے ڈھکا ہوا برہم کا غلاف ہے میرے سُنے ہوئے علم کی حفاظت کر
(۲۲) میں آدمیوں میں جس والا بنوں۔ سواہا۔ اے بھگوان میں دولتمندوں میں افضل بنوں۔ سواہا۔
اے علیم میں تجھ میں داخل ہوں۔ سواہا۔ آ اے کریم تو مجھ میں داخل ہو۔ سواہا۔ اے رحیم تجھ ہزار
شاخ والے میں متبرک ہوں۔ سواہا۔ جس طرح ندیاں ڈھلان کی طرف بہتی ہیں اور مہینے سال کی
طرف۔ اسی طرح ہر طرف سے خوشحالی رُو نما ہو۔ سواہا۔ تو ہی جائے قیام ہے۔ مجھے روشنی دکھلا مجھے پہنچ
(۲۳) متر میرے لئے سکھ روپ ہو۔ اندر میرے لئے سکھ روپ ہو۔ برہسپتی میرے لئے سکھ روپ ہو۔
بڑے قدموں والا۔ وشنو میرے لئے سکھ روپ ہو۔ برہم کو نمسکار ہے۔
(۲۴) اے وایو تجھ کو نمسکار ہے۔ اے وایو تجھ کو ہی میں پرتکش برہم کہونگا۔ رت کہونگا۔ ستیہ کہونگا۔ سو میری
رکشا کر۔ گورو کی رکشا کر۔ رکشا کر مجھ کو۔ میری رکشا کر گرو کی۔ اوم۔ شانتیہ۔ شانتیہ۔ شانتیہ۔

(۲۵) ہم دونوں گرو چیلہ کا ساتھ ساتھ جس ہو۔ ہم دونوں کا ساتھ ساتھ برہم تیج ہو۔
ستتی یعنے حمد کرنے والوں کے خوف کو دُور کرنے والے۔ اس برہم یعنے خدا کو میں نمسکار یعنے
سجدہ کرتا ہوں۔ جو بے پیدائش ہو کر اپنی قدرت سے پیدا ہوتا ہے۔ بےحرکت ہو کر متحرک بنتا ہے۔ اور

(۱۶) اے سب کے رکھنے والے - واسے وآئندہ سب کے - واسے رہنے والے سب میں - واسے بےنقصان واسے پاک وصاحب - واسے روشن - واسے علیم - واسے تمام آرام - جو کچھ ہے سو تو ہے - تجھے بار بار نمسکار ہے -

(۱۷) اے جبار وہ جس سے کہ خاک - وآب - وآتش - وباد - وخلی - ورجگن - ستوگن - ستوگن - وپرکرتی و پرش - وکہم وبہوم کا قیام ہے - وہ تو ہی ہے - تجھے سجدہ واجب ہے - تو کیا ہے کہ پاک اور بیلوث ہے - سوائے تیرے کون ہے کہ تجھے جان سکے - تو ہی ہے کہ سب کچھ جانتا ہے اور سب سے بزرگ ہے اندر سے لیکر مور ضعیف تک ہوا کی طرح محیط واقع ہوا ہے - تجھے خدا سے عزوجل کہتے ہیں - تمام موجودات کا ظہور دینے والا - اور تمام حواس ظاہری وباطنی کا تو ہی تکیہ گاہ ہے - اپنے آپ کو تو ہی کہتا ہے اور تو ہی جستجو کرتا ہے - تجھ میں طول وعرض کا دخل نہیں ہے تجھے پرم آتما کہتے ہیں - جس کا دھیان کہ یوگی اپنے دل میں دھرتے ہیں - تجھے سجدہ ہے - اے بھگوان یہ تمام اعضا آنکھ - کان - ناک - ہاتھ - پاؤں - کہ ظاہری نمود ہے - سب تو ہی ہے - میں نادانی سے تیری جستجو وتلاش میں ہر طرف پریشان وسرگردان رہا تھا - اب جان لیا کہ تو خانہ دل میں پوشیدہ موجود ہے - اب یقین کامل ہوا کہ تمام عالم ظاہر وباطن میں تو ہی تو ہے - آفتاب کی مانند تمام تعینات کو تو نے اپنے ظہور سے روشن کر رکھا ہے - اور باطن میں جملہ صفات میں تیری ہی ذات درخشاں ہے - متحرک اور غیر متحرک تیرا ہی روپ ہے - تیری حمد وثنا کون کرسکتا ہے - وراٹ - وسوراٹ وسمراٹ - تیرا نام ہے - یعنی تجھ سے ہی تمام عالم قائم ہے - اور خود بخود ہے - تمام عالم میں ہوا کی مانند محیط ہے - یہ سب صفتیں تیری ہیں - برہما سے لیکر چیونٹی تک سب میں تیری ہی ذات درخشان ہے - جسقدر یہ نام وصورت کا ظہور ہے تیری ہی ذات سے ہے - پس جو کچھ ہستی ہے تو ہی ہے - تجھے بار بار سجدہ ونمسکار ہے -

قریب المرگ پڑھنے کیواسطے اس استتی کو ضرور یاد کر لینا چاہیئے

(۱۸) اے پرورش کرنے والے - چلنے والے - انتظام میں رکھنے والے - پرجاپتی کے بیٹے اپنی شعاعوں کو دور دور پھیلا دے - اپنی تجلی کو سمیٹ لے - تاکہ میں تیرے اس جلال کو دیکھوں جو تیرا مبترک روپ ہے - جو یہ پرش ہے - وہی میں ہوں -

سکھ کا ہے۔ تو بیشال اور لاثانی ہے۔ تو پیدا کرنیوالا سب کا ہے۔ تو سب کی جان ہے۔
(۱۱) اول و آخر تیرا نہیں ہے۔ بے انتہا تو ہے۔ لاتعین اور ناپیدا کنار تو ہے کسی کے اختیار میں تو نہیں ہے۔
خود مختیار ہے۔ بے شان اور بے نشان ہے۔ صاحب قدرت اور بے نہایت ہے۔ پالنے والا سب کا
ہے۔ روشن کرنے والا عالم کا ہے۔
(۱۲) تو گفتار سے منزہ ہے۔ عین آرام ہے۔ تو حرف و اسم و فعل و ضمیر سے باہر ہے۔ تو بے غم و بے فکر ہے
تو بے اندوہ ہے۔ تو عین سرور ہے۔ تو عین آسودگی ہے۔ اور غنی ہے اور قائم و ساکن ہے۔ تو حرکت
دہ متحرک ہے۔ تو بے زوال و بے خطا و بے خطر ہے۔ تو ثابت ہے۔ تو بشن یعنے پالنے والا عالم کا ہے
اور سب سے بہتر اور برتر ہے۔
(۱۳) تو صاحب ہے۔ تو پاک ہے۔ تو بے صفت و عین آرام ہے۔ تو بے پران ہے۔ اور بذات خود زندہ ہے
اور بے نہایت ہے۔
(۱۴) تیرا نام پرتو ہے۔ تحریک کرنے والا سب کا ہے۔ نور محض ہے۔ زحل و راہو و کیتو و نارو ہے۔ تو جان
اور جہان کا نگہبان ہے۔ آدمی۔ پرند۔ درند۔ گزند۔ غرض تمام یعنے سرب تو ہے۔
(۱۵) وہ نور جو آفتاب میں ہے وہی آتما ہے۔ اور ہر جسم کے اندر دل ہے۔ اُس میں مثل شعلہ چراغ روشن ہے
اور حد سے زیادہ چھوٹا ہے۔ اور لطیف ہے۔ اور تمام عالم اُس کا عکس ہے۔ بلکہ صورت ہے۔ اور جو کچھ
محسوسات میں آتا ہے تیری غذا ہے۔ اور جسکو تلاش کرو اُس میں موجود ہے۔ پیری۔ و ناتوانی و مرگ
و اندوہ۔ اور بھوک۔ و پیاس سے مبرا ہے۔ جو گفتگو میں آتا ہے سب کا تو صاحب ہے۔ عناصر کا وجود تجھ سے
ہے۔ تو پرورش کرنے والا تمام جانداروں کا ہے۔ اور سب کو نگاہ رکھتا ہے۔ نفس ناطقہ ہے۔ اور سب سے
بڑا ہے۔ اور سب پر غالب ہے۔ خوشی کا دینے والا۔ اور فعل پیدائش سب کا ہے۔ اور فنا کرنیوالا اور
صاحب عالم کا ہے۔ اور پیدا کرنے والا تمام عالم کا ہے۔ تیرا نام ہرن گربھ یعنے مجموعۂ معدن ارواح کا ہے
ست یعنی حق ہے۔ اور سب کا پران ہے۔ تو ہنس ہے یعنے جان عالم اور نصیحت کرنے والا سب کا ہے
اور بے نقصان ہے۔ تو بشن یعنے پالنے والا عالم ہے۔ وہی ایک ذات ہے جو دل میں ہے۔ اور آفتاب
میں ہے۔ اور نارائن ہے۔ یعنی سب میں تو اور سب تجھ میں ہیں۔ آگ میں تو ہی ہے۔ اور کل عالم تیری
صورت ہے۔ اور تو ہی چدآکاس ہے یعنی مطلق۔ اور تجھکو نمسکار ہے۔

محسوسات عالم کے واسے ظاہر واسے باطن والے۔ کیا نے والے تمام عالم کے۔ یہ سب کچھ جو نظر آ رہا ہے تیرا کھیل ہے۔ اور تو بے نہایت ہے اور سراپا سرور ہے۔ تجھکو سجدہ ہے۔

(۶) اے پوشیدہ سے زیادہ پوشیدہ۔ واسے اندیشہ و وہم وخیال سے بالاتر۔ واسے ادراک معقولات سے برتر۔ واسے محاصرہ محسوسات سے باہر۔ تیرا نہ اوّل ہے نہ آخر۔ نہ تیرا وار ہے نہ پار تجھے نمسکار ہو۔

(۷) اے پرم مجھے است یعنی کذب سے کہ یہی گناہ ہے جدا کر۔ اور ست یعنی حق اور راستی سے کہ یہی ثواب ہے ملا دے۔ کہ وہی عین ثواب ہے۔ تم سے یہی اسباب دغا اور نفاق کا ہے جدا کر سے اور نور وحدت سے ملا دے۔ کہ یہی اسباب موت اور نادانی اور گمراہی ہے جدا کر کے گیان بخشدے ۔

(۸) اے نور دائمی واسے نور بے زوال۔ واسے سب سے برتر مجھے جہل۔ اور شہوت۔ اور غضب اور ظلم سے دُور رکھ اور عفت اور شجاعت اور حکمت اور عدالت سے قریب کر دے۔ فانی اسباب کی خواہش دل سے خارج کر دے۔ جاودانی نور کو موجود کر دے۔ اور خود بیحجاب ہو۔ جو ہر شے ظاہر اور ہر ظاہر میں پوشیدہ ہے اسکو نمسکار اور سجدہ ہے۔

(۹) وہ پرش جو پانی اور لطف میں ہے۔ اور آگ و گویائی میں ہے۔ اور صوت آکاس و ہر دے میں ہے۔ ہوا اور پران میں ہے۔ آفتاب اور آنکھ میں ہے۔ چاند اور دل میں ہے جہات و کان میں ہے۔ برق و حرارت غریزی میں ہے۔ ابر و زمین میں ہے۔ نیک رضائی و نتیجہ میں ہے۔ راستی و نتیجہ راستی میں ہے۔ مردی و استغنا میں ہے۔ جیو آتما میں ہے۔ اور لطیف ہے اور عین نور جاودانی ہے۔ وہ تو ہی ہے۔

(۱۰) تو اتنا بڑا ہے کہ ذکر و فکر میں نہیں سما سکتا۔ تو بے صورت ہے۔ تو ادراک میں حواسوں ظاہری و باطنی کے نہیں آتا۔ تو عذاب و ثواب سے منزہ ہے۔ تو تقسیم نہیں ہو سکتا۔ تیری کوئی صفت نہیں ہے تیری صفت کا بیان ہو نہیں سکتا۔ تو صاف و شفاف ہے۔ تو تمام روشنیوں سے زیادہ روشن ہے۔ تو دینے والا تمام لذتوں کا ہے۔ تو ان صفتوں سے پہچان میں آتا ہے کہ تو راہ دکھانے والا ہے۔ تو سب کا مرجع ہے۔ تو نیک راہ چلنے والوں کا صاحب ہے۔ تو جاننے والا ظاہر اور باطن کا ہے۔ تو پرورش کرنے والا کل کا ہے عقل تجھے پکڑ نہیں سکتی۔ ابتدا اور انتہا تیرا کچھ نہیں ہے۔ تو کسی سے پیدا نہیں ہوا ہے۔ تو تغیر کرنے والا

مناجات نثر

(۱) اے متری یعنے محبت کے دیوتا و اے برن یعنے پانی کے دیوتا و اے ارجمان یعنی روزی کے دیوتا و اے اندر۔ دیوتاؤں کے بادشاہ و اے برہسپت۔ عارفوں کے استاد۔ و اے برہما۔ پیدا کرنے والے خلق کے و اے بشن۔ پالنے والے تمام عالم کے تمکو نمسکار ہے۔ اور جو کچھ میں بیان کرتا ہوں اس کا پھل مجھے اور میرے گورو اور پڑھنے اور سننے والوں کو بخش۔ اور برہم کا مجھے گیان ہو۔ اور گیان سے مکت ہو اور نفاق و دوئی دل سے دور رہو۔

(۲) اے راہ دکھلانے والے گمراہوں کے۔ والے صاحب آبحیات کے۔ والے منزہ سبز و سرخ رنگوں سے۔ والے بلند تر چون و چرا سے تم کسیکو نہیں ڈراتے ہو۔ اور نہ آزار دیتے ہو۔ اب بھی کسیکو آزار نہ دو۔ اور ہمیشہ صحت و تندرستی دیتے رہو۔ اور ایسی دوا مجھے بخشو جس سے صحت حاصل ہو۔ اور ہمیشہ زندہ رہوں۔ میری عقل کو اپنی طرف رجوع کرو کہ تم قادر ہر فضل پر ہو اور محافظ ہر چیز کے ہو۔ میری التماس یہ ہے کہ تمام دو پائے و چار پائے۔ اور پر دار۔ اور بے پر۔ اور انسان اور حیوان۔ و جنگلی و شہری کو آسودہ اور تندرست رکھو کہ بیمار و ناتوان نہو ویں۔ اور سب سے ممتاز کرو۔ تمام پیر و جوان۔ بالغ و نابالغ۔ و گاؤ و اسپ۔ اور تمام لوازمات جگ کو تمہارے روبرو پیش کر کے تمکو نمسکار کرتا ہوں۔ تم مجھے سرور دائمی عطا کرو۔ اور اپنے سلاحات سے میرے دشمنوں کو دفع کرو۔ اور جو کچھ ہو تم ہو۔ پس مجھپر مہربان رہو۔

(۳) اے آگ و اے پرجاپت و اے اندر۔ و اے ہوا۔ و اے برہما۔ و اے بشن۔ و اے رودو مجھے وہ علم و عقل دے کہ برہم کو پہچانوں۔ و اے برہم اپنی معرفت اور اپنی محبت مجھے دے کہ میں نے سبکو معلوم کیا۔

(۴) برہما تو ہے بشن تو ہے۔ رودر تو ہے۔ پرجاپت تو ہے۔ آگ روشن تو ہے۔ برن تو ہے۔ پران تو ہے دیوتا تو ہے۔ بھوا تو ہے۔ اندر تو ہے۔ بجلی تو ہے۔ غذا تو ہے۔ جسم تو ہے۔ زمین تو ہے۔ تمام عالم تو ہے۔ پس تجکو سجدہ کرتا ہوں۔

(۵) بے تعلق ہے کرنے والا ہر قسم کے اعمال کا تو ہے۔ صاحب عالم کا تو ہے۔ پس تجکو سجدہ کرتا ہوں۔ اے جان عالم اور اے کرنے والے تمام فعلوں کے۔ و اے عمر عالم کے و اے لذت دینے والے۔

کام ہی چل سکتا ہے اور اسکے بہ نسبت باؤلی کے تالاب بہتر ہوتا ہے اگر تالاب سے زیادہ کام چل سکتا ہے کیونکہ وہ تالاب باؤلی کا کام بھی دے سکتی ہے - اور چونکہ نہر دریا سے نکلی ہے اور اس میں کشتی بھی چل سکتی ہے - اس وجہ سے نہر کی نسبت دریا زیادہ مفید اور کارآمد ہوا - مگر دریا - و نہر تالاب کنواں کی منزل مقصود سمندر ہی - کیونکہ سمندر میں جاکر سب ختم ہو جاتی ہیں - اور ایسی ہستی کو فنا کہتی ہیں - اسی طرح علم معرفت بھی بطور بحر محیط کے ہے - جس میں کرم کانڈ - اور اپاسنا وغیرہ کی ندیاں گر کر معدوم ہو جاتی ہیں - گو معرفت کی اہمیت یعنی صفائی خواص سے آزاد رہتا ہے - تاہم وہ اُن خواہشات کو مساوات کی نظر سے کام میں لاتا ہے - اور ایسا کرنا بسر زندگی کے لئے لازمی جانتا ہے - اور افعال کو بلا ترک و اخذ برتنے کا خیال رکھتا ہے -

جس طرح کہ پانی دستیاب ہونے کے مقامات - کنواں - و تالاب - و نہر و دریا وغیرہ ہیں - اسی طرح حصولِ معرفت کے لئے ویدوں میں کرم - اپاسنا - اور گیان کانڈ موجود ہیں - عارف کی مثال ایسے شخص سے دی جاتی ہے جسکی پیاس بجھ گئی ہے - سالکان - و تارکان - و طالبان و پابند ان فعل بمنزلہ پیاسوں کے ہیں -

جو پیاسا نہیں ہے اسکو گو کنوئیں - تالاب - دریا - وغیرہ سے سروکار نہیں ہے - تو بھی وہ پیاسوں کی ضرورت کو سمجھتا ہے - اور جو پیاسے ہیں اُن کا مدعا پیاس کا بجھانا ہے - اور اُن کو - کنوے - تالاب - و دریا - سے سروکار ہے -

پس یہ نمونہ حقیقت کہ متلاشیانِ راہِ حقیقت کو مشعل کا کام دیگا - مثل تحفہ کے پیش کرتا ہوں چونکہ اِس میں ہمہ گیان (حقیقت - معرفت) کا اپدیش کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے - اِس لئے اسکو بحرِ عرفان یعنے (گیان کا سمندر) نامزد کیا گیا ہے -

اس آنند سے بھگوان کو جو کل چراچر میں مقناطیسی طاقت بخش رہا ہے۔ اور جسکے آنند کی
جھلک سے گل و غنچہ لہلہا رہے ہیں۔ اور ہمالہ جیسی عظیم چٹانوں پر سبزہ و گلزار دکھائی دیتا ہے۔ اور
اہل فقرا و عارف و گیانی۔ مہاپرش دعوی رمائے ہوئے نشۂ حقیقت میں چور اور مستی معرفت میں مخمور ہو کر
"اہم برہما سمی" و "انا الحق" و "دانشد ہو" کے نعرے بلند کر رہے ہیں سادہ طالبان طریقت و سالکان
حقیقت کو جگا رہے ہیں۔ اور اسی کی چنگاری سے یہ نسخہ حقیقت جگمگا رہا ہے۔ پس اس پورن برہم پرش
کو بار بار اپنی ذات سمجھ کر نمسکار کرتا ہوں۔ چونکہ اس جہان ناپیدا کنار میں ہزارہا کتب حقیقی و مقدس وید و یدانت
قرآن۔ انجیل۔ توریت۔ زبور۔ کے علاوہ ہمیشہ گیان۔ دھیان۔ یوگ۔ سمادھی۔ اور معرفت کے نسخے چھپے
ہیں۔ اور چھپ رہے ہیں۔ کہ جو طالب شاہراہ حقیقت۔ و سالکان معرفت۔ و عاشقان و عارفان۔ و تارکان
کے سفر جسمانی تسکین و راحت و سرور و جمعیت۔ آزادی سے طے کرنے میں روشنی کا کام دینے والے ہیں
اس خیال سے تو آیندہ کو قلم اٹھانے کی گنجایش نہیں ہے۔ لیکن اس امر کو مد نظر رکھکر کہ "بیکار مباش کچھ
کیا کر" کیونکہ سری بھگوان نے بھی گیتا میں کہا ہے۔ کہ مجھے گو کسی کام کے کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔
پھر بھی میں کام کرتا ہی رہتا ہوں۔ دیکھو ادھیائے سوم منتر ۲۲۔ سری بھگوت گیتا

عالم فانی سے گو مجھکو بیت ہے سدا
پھر بھی اے ارجن میں اپنا فرض کرتا ہوں ادا

اور ادھیائے دوم منتر ۴۶ میں یہی فرمایا ہے کہ برہم کے جاننے والے عارف کا ویدوں سے اتناہی مطلب باقی
رہتا ہے کہ جتنا بے پیاس انسان کا کنوئیں۔ تالاب و دریا وغیرہ مقامات آبی سے۔
مطلب یہ کہ چاہ و چشمے کا جو رفع تشنگی سارے ویدوں سے ویدوں کا منشا ہے علم و کیف باطنی
انسان بعض کام کنوئیں سے لیتا ہے۔ گو چاہ سے زیادہ کام تالاب دے سکتا ہے۔ کیونکہ تالاب سے تیرنے کا

Brihmnest Paramhans Phalahari Shri Swami MUKT ANAND SARSWATI, Rikhikesh.

ALLAS

Ch. RAGHUNATH SAHAI Retired Dy. Magistrate Irrigation Branch U P.

فہرست مضامین

اوم
بحر عرفان
گیان کا بھنڈار
سابق چودھری رگھناتھ سہائے صاحب فرخ نگری ریٹائرڈ
مرتب کیا